

بازار سخن

تشان

مجموعه آثار

عقلمندی

نما

دانش

جنگ

جأت

1538

ی

Checked
1987



حضرت بهت کهنوی

Checked 1991

جله حقوق محفوظا
مطبوعه عتباتی پدین کهنوی

دولت

نیت

مراثی میر

اُردو شاعری کے مسلم البشوات اُتاد میر تقی میر مرحوم نے اپنی زبان اور اپنے زمانے کے مروجہ انداز میں دیگر با اعتقاد شاعروں کی طرح مرثیہ گوئی کے میدان میں بھی طبع آزمائی کی ہے۔ کافی تعداد میں مرثیے موجود ہیں جو اب تک زیور طبع سے آراستہ نہیں ہو سکے اور مرحوم کا مطبوعہ کلیات اس بیش بہا ذخیرے سے ابھی تک خالی ہے۔ میر کے کلام کو تعریف کر کے پیش کرنا آفتاب کی گرمی کا تذکرہ کرنا ہے۔ ظاہر ہے کہ شاہراہ شاعری کے اس باعتبار بہنہلنے اس موضوع پر بھی جو کچھ کہا ہو گا وہ ہماری تعریف سے بالاتر ہی ہو گا۔ انجمن محافظ اُردو کو اپنی خوش قسمتی سے یہ قابل قدر ذخیرہ ایک پُر خلوص ہمد و سخن سے بغرض اشاعت دستیاب ہو گیا ہے جسکی کتابت شروع کرادی گئی ہے اور انجمن انشا اللہ ان جو اہم بیرون کو عوام کے مطالعہ کے لئے شائع کر کے اُردو ادب میں ایسا بیش بہا اضافہ کرے گی جو اُردو ادب میں تاریخی حیثیت سے بھی نہایت اہم ہو گا۔ اور شاعرانہ و لفظیہوں میں بھی اپنی نظیر آپ ہی ہو گا۔ یہ زریں اشاعت انجمن کی ماہوار اشاعتوں سے علیحدہ ہوگی جس کی قیمت کا اعلان آئندہ کیا جائے گا۔ خریداری کا ارادہ رکھنے والے حضرات دفتر انجمن کو قبل از وقت مطلع فرمادیں تو بہتر ہو گا۔ تاکہ دوسرے ایڈیشن کا انتظار نہ کرنا پڑے۔

منجرا انجمن محافظ اُردو بک ڈپو، منصور گرنیسا محل۔ لکھنؤ

انجمن محافظ اُردو کھنؤ کی آٹھویں ذریعہ خدمت
اور
ماہانہ سلسلہ اشاعت کی چھٹی کڑی



شائع شدہ
مہینہ

سید حسن اکمال لکھنؤی سکریٹری
منصور نگر انجمن محافظ اُردو کھنؤ

حضرت مہذب لکھنؤی
(صدر انجمن محافظ اُردو کھنؤ)

قسط ماہ مئی ۱۹۱۷ء

صفت و ادب

جلد حقوق محفوظ

تہذیب و ادب

فہرست

نمبر شمار	عنوان	تخلص	صفیہ
۱۔	دیباچہ از انجمن محافظہ اردو۔	۸-۴
۲۔	حیات و غزلیات	جاوید	۳۴-۹
۳۔	حیات و غزلیات	جسدید	۵۸-۳۵
۴۔	حیات و غزلیات	دانش	۸۲-۵۹
۵۔	حیات و غزلیات	رضا	۱۰۸-۸۳
۶۔	حیات و غزلیات	عشق	۱۲۴-۱۰۹
۷۔	حیات و غزلیات	ناتر	۱۳۱-۱۲۵
۸۔	حیات و غزلیات	مشاق	۱۵۶-۱۳۲
۹۔	عرض تدعا	ادارہ	۱۵۹-۱۵۷

انجمن محافظہ اردو۔ نیا محل منصور پور لکھنؤ

حدود پاکستان میں اپنی شائع کردہ کتابوں کی فروخت کے لئے
میسرز مبارک بکسٹاپو ضلع میں معاملہ فہم بکشیوں کی ضرورت ہے
متصل بھوپال بینک کراچی کو سونپا لہنا خواہشمند حضرات پتہ ذیل پر
مقرر کر دیا ہے۔ لہنا پاکستان کے حضرات بکشی کے شرائط بذریعہ خط و کتابت
براہ راست فرم مذکور سے ہماری کتابیں خریدیں جلد سے جلد طے کر کے متعلقہ فائدہ اٹھائیں

المشہدہ منجرا انجمن محافظہ اردو بکسٹاپو لکھنؤ

بک جاتے ہیں ہم آپ متلعن سخن کے ساتھ
لیکن عیار طبع خریدار دیکھ کر

میں بہ حیثیت صدر انجمن محافظ اردو اپنی
انجمن کی اس مخصوص اشاعت مسمیٰ بہ "بازار سخن" کو
فخر شعرائے ہندوستان شیدائے اردو زبان
ادیب عصر عالیجناب ڈاکٹر امر ناتھ صاحب جھٹا
(الہ آباد) بالقابہ سرپرست انجمن ہذا کے نام نامی سے معنون کرتا ہوں

سید محمد میرزا محمد تیب عفی عنہ
یکم اگست ۱۹۱۵ء



دیباچہ

مشک لگا لگا گیسو لگا رنگ ایک رنگت ایکے صورتیں بدلی ہوئی ہیں اور حقیقت ایکے

یوں تو انسان سر سے پاؤں تک لکڑی کے لات قد سے لے لیکر اس کے ہنس و صافیا سے ہر چیز میں
میں مشرک ہیں اور بعض خصوصیات وہ ہیں جو وہی لکڑی کے لئے مخصوص ہیں۔ لکھا اپنا، پیلنا، پھرننا، وہ صفتیں
ہر چیز غیر انسان میں جو باقی جاتی ہیں عقلیں برائی جانہ، وہ لکڑی کو کچھ نہ کچھ حصہ ہے، چھٹی نسل کے ٹھوٹے اپنی عقل سے
لاکڑی بڑا وقت کچھ کر اس کی ایسی خدمت کئے ہیں کہ اوں کو رشتہ نہ تھا، مگر یہ کیا یہ بات جذبات کے سلسلے میں جو
نفیست انسان کو حاصل ہے وہ نہ کسی مخصوص جانور، نہ کسی شے، نہ کسی دوسری دنیا کے باشندے کو سچی کہ فرشتے
سمان سے نعمت سے محروم ہیں۔ لیکن ہے اس علم پر کوئی کہہ کہ جانور ان کے دل بھی جذبات کے اثر سے خالی نہیں ہیں کہ
وہ بھی اپنے بچوں کی آواز میں نہ سہجے نہ ہیرا، انکی حفاظت میں اپنی جان تک کی پر لاء نہیں کرتے۔ اس سے
بڑھ کر تانچہ کی اقمہ ہے کہ عرس میں ایک دل دے، کوئی نیا کیا اور اس کے دل پر وہ داغ لگے، دیکھتے والوں کو فکر
ہوتی کہ دل کے سے محفوظ مقام پر یہ داغ کیسے پہنچے کیونکہ اگر انارنجی سنی قریب اس کو سنا بھی دی ہر آواز کا
اثر دل کے نہیں پہنچ سکتا، اگر انہر تحقیق کے لئے آیت یہ ازا معلوم ہوا کہ اس کے دونپٹے اس کے سامنے وضع
کریں گئے تھے۔

بے اتمات کے بعد بھی انسان ہے، لکڑی کے دل کے لپٹے مخصوص احساسات و جذبات کی بڑات
اور یہی مخلوق پر بنایا ان فضیلت میں سب، بغیر کسی غیر و فکر کے ہمارے دل والی غفلت ہے کہ اولیٰ و محبت
غیر انسان میں بھی سبھی داغ دل اس کے احساس غم کی نشانی سہی، لیکن انسان کے علاوہ کسی کے دل میں یہ جذبہ

کہاں کہ کسی کی صحبت میں کر دے کسی کی تباہی یا دکرے آئندہ ہائے کسی کہ، انتظار میں دروازے پر بیٹھ کر رات گزارے کسی کی یاد میں نیا کو بھلائے۔ تصویر میں کسی کی تصویر کھینچنے لے اور پھر اس سے باتیں بھی کرنے لگے عمر بھر کسی کی یوفانی کا تجربہ کرے اور پھر اسی سے اس لگائے نہیں زندگی بھر جس تھوڑے دے سے کیے ہوں اُسی کے دے پر بھرا اعتبار کرے نا امید ہو کر اسی پر ہر کار اپنی تربیت خود بندھے امید کی بھلاک پر کار کا مڑی دینے کی زندگی بسر کرے۔ غرض کہ ایسے لطیف جذبات کا وجود انسان کے دل کے ہر ادا میں نظر نہیں آتا۔

جذبات کا وجود دل میں اس طرح ہوتا ہے جس طرح پتھر میں شعلے کا، اور جس طرح پتھر سے آگ خارج ہوتی ہے کیے کسی بیڑنی ضرب کی ضرورت ہوتی ہے اُسی طرح دل جذبات کے طور کے لیے کسی اندہ یا حادثہ کی تحریک لازمی ہے کسی مظلوم یا ظلم ہوتے دیکھ کر ہمدی کا جذبہ پیدا ہو جاتا ہے ظالم کے حرکات پر نفرت کا جذبہ ظالم سے ہے حسن و کمال سے محبت کا جذبہ لازمی ہے تکمیل خواہش پر مستوت کا جذبہ فطری ہے غرض دل جذبہ کے پیدا ہونے، نظریں آنے، یا ادھر بھرنے کے لیے کسی پُر اثر واقعہ کا مشاہدہ، سبب ہو کر تلبہ اور اس طرح گواہیں دہلی تحریکات کا اٹھنا، ہوا و فیر قرا پاتی ہیں کسی کے گھر میں آگ کے شعلے بلند ہونے دیکھ کر انسان کا دل بے قرار ہو جاتا ہے اور وہ بلا کسی رے شورش کا انتظار کیے بیٹھے پانی آگ میں بھانڈ پڑتا ہے لیکن کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ اس تحریک سے بات کا سبب نہیں ٹھہرتی بلکہ یہ خدمت کاؤں کے ذریعہ انجام پاتی ہے محتر سلیمان کا سال اول و اعظم پیغمبرؐ کی زبان سے جناب بقیس کے حرم کی آمد میں متعلقہ ہے اور فوراً بے قرار ہو جاتا ہے کہ تخت بقیس کے حاتم نے کیے دربار جو استہزائے کثافت گوارہ نہیں ہو سکتا یہاں کہہ جانا بے صفت طرفہ العین میں جناب بقیس کو جس تخت شہازی دربار میں حاضر کر دینے کا قصد کرتے ہیں تو وہی کو قرار تلبہ۔

تاہم آنکھوں اور کانوں کے واسطے سے تحریکات جناب بقیس کی خبر میں کہ ان میں سے پہلے تیرا یا لا تر شہادت میں بھی ملتی ہیں ملائکہ و فرشتوں نے دیکھا و خلیل نے انصاف سے بیان کیا کہ وہ فرشتے نے کھینچیں میں کہ اگر آگاہ ہوا ہائے کے نے بالائے ہوا بھینکا تو یہ صحت پوش گروہ بے قرار ہو کر اس پانچویں جہلی باغ کا وہ صحنہ میں ملتا ہے کہ بغیر

نہ سکے۔ اس سے پہلے جب زبان قدرت نے خطاب فرمایا کہ میں نے میں پر اپنا خلیفہ بنانے والا ہوں تو یہی سعادت کو شگروہ اپنی انصاف کے جذبے سے قیام پکے گیا اور اس ناویدہ مخلوق کا شرف جس کا وجود ابھی عالم شہیت ہی میں تھا محض شکر ارجحاً وہ بطنہ لہجہ میں ہی لیکن اپنی حقیقت کا اظہار کر بیٹھا۔

بہر حال خالق آدم بنی آدم نے انسان کو اپنی دوسری مخلوق کے مقابلے میں اکثر ایسی نعمتیں کرامت فرمائی ہیں جو اس کے لیے طرہ امتیاز ہیں درج ذیل اس طویل وسیع بحث کی تفصیل ہمارا موضوع سخن نہیں اس لیے ہم صرف اسی غلط توجہ دلانا چاہتے ہیں کہ انسان کی یہ فضیلت بھی حاصل ہے کہ اس کے جذبات کبھی واقعہ کو دیکھنے یا سننے ہی کے نتائج نہیں ہیں بلکہ وہ صرف تمنائی میں تصور سے بھی روزگار کر سکتے ہیں۔ ایک معرفت والا انسان قبر کے ہونے کی نظر کا تصور کر کے رونے لگتا ہے، ایک ماں اپنے بیمار بچے کے ناگوار انجام کا قیاس کہہ کے جذبہ حزن و ملال کے اثر سے ٹھن ہو جاتی ہے۔

تصور کے ذریعہ پیدا شدہ جذبات بالعموم کسی حقیقت یا کم سے کم حقیقت نہایت کیفیت کے تابع ہو کر رہتے ہیں۔ کسی مسجد کے مینار کی بلندی سے زمین کی طرف دیکھ کر گر پڑنے کا تصور اور اس کے انجام کی بہت ایسا دل ہلا دیتی ہے کہ دوبارہ نظر جھکانے کی بہت نہیں پڑتی لیکن عجب بگتیاں میں اگر کوئی تطب بنا دے مگر کر جانے کے تصور سے ڈر یا بابائے تو ایسا تصور اپنی تاثیر میں شاید کامیاب نہ ہوگا۔ نیز تصور کے ذریعہ پیدا شدہ جذبات میں ایک خاص کمی یہ بھی ہوتی ہے کہ ایسا جذبہ ایک وقت میں ایک ہی پیدا ہو کر رہتا اور وہ بھی اختیار اور ارادے کی حدود سے گزرا ہوا۔ تاہم ان جذبات کے ابھرنے یا ادبھارنے کا واحد ذریعہ انسان کی عقل اور قدرت کی تائید کا پیدا کیا ہوا اگر ہو سکتا ہے تو وہ شعر ہے۔

شعرا یا نظم کی یہ شرف حاصل ہے کہ وہ تحریک جذبات کے جلد دیگر ذرائع سے مکمل متغی ہے نہ کسی اقدار کسمپختوں سے دیکھنے کی ضرورت نہ کسی حادثہ کا کانوں سے سننے کی محتاجی نہ کسی کیفیت کو ذہنی حصار میں اسیر کرنے کی مجبوری اور سب سے بڑھ کر یہ کہ دنیا کے جذبات پر اپنی اختیاری حکمرانی نظر آتی ہے۔ عیش و نشاط کے کیفیات سے لطف اندوز ہونے کو ول چاہا، کسی مثنوی کا مطالعہ شروع

کر دیا۔ نوک جھونک کی تفریح سے دل بہلانا چاہا، کرکئی، داسوخت اٹھالی۔ یہاں تک کہ رونے پر طبیعت آمادہ ہوئی تو ایک مرثیہ چکے چکے پڑھ ڈالا۔ اور اگر کوئی خاص مقصد نہ بھی ہو اور صرف وقت گزارنا اور دل بہلانا منظور ہو تو بھی کسی خوشگوشااعر کا دیوان لے لیا اور دنیا کے خشک تر کی سیر کر ڈالی۔

قصیدہ، مثنوی، داسوخت سے قطع نظر کرتے ہوئے صرف غزل اور مرثیہ کی جامعیت پر اگر غور کیا جائے تو دیدارے جذبات میں تلاطم پیدا کرنے کے لیے انھیں دو اصناف غزل میں ایسے گوناگوں حالات اور ایسے دلنواز و دلخراش کیفیات پائے جاتے ہیں کہ بقیہ جملہ اصناف سخن کے مقابل میں انھیں واد کا پلہ بھاری رہتا ہے۔ مرثیہ جذبات غم اور رزمیہ شاعری کا بہترین داخلی ترین بلکہ اردو زبان میں واحد ترجمان و ذریعہ بیان ہے۔

انجمن محافظ اردو نے جملہ اصناف سخن میں مرثیہ ہی کو برائے اشاعت منتخب کر کے ایک بہترین صنف سخن کی اشاعت کا بار اٹھا لیا ہے مزید برآں غیر مطبوعہ کلام شائع کرنے کی ذمہ داری لے کر اردو ادب میں ایسا پیش بہا اور قابل غور اضافہ کرنے کا عزم کیا ہے جس کی قدر دانی اگر ہمارے ادب کا فرض آلیں ہونا چاہیئے ہے۔ نیز وہ قابل فخر و ایاز کلام جو اپنے وجود سے آج کی گھڑی تک قبر گنہامی میں رہ کر کم بیش تلف ہوا جا رہا تھا اس کی خاطر خواہ بے کا انظام کر کے اداس کے مصنف کو بھولے ہوئے دلوں یا واقف نگاہوں سے رہنمائی کر کے جو خدمت اپنے زبان و ادب اردو کی انجام دی ہے اس کی مثال پیش کرنا ناممکن ہے۔

مرثیہ کی جامعیت کی تفصیل صاحبان نظر کہ بار بار یاد دلانے کی چیز نہیں ہے۔ ہی طرح غزل کی ہر دلنویزی اور اس کا جامع کیفیات، مجموعہ جذبات ہونا بھی ہر خاص و عام کے اچھی طرح دلنشین ہے جس کی وجہ سے اس مسئلہ پر بھی اختصار ہی مناسب معلوم ہوتا ہے شعر و سخن نے عجیبی رکھنے والے بخوبی واقف ہیں کہ ایک غزل کے چند شعر کیسے مختلف و متضاد کیفیات کے حامل ہونے

ہیں اور جذبات کی دنیا میں کیسا صبر شکن تا اطم بر پا کر لیتے ہیں۔ مطلع میں بے ثباتی دنیا کا ذکر آجاتا ہے اور سخن دوا کا تیرا سنے شناسنے پر مٹھو جاتا ہے تو ایک خلوت میں مطالعہ کرنے والے کا دل دنیا کے بیش وادام سے بے نیاز اس کے ظاہر ہی جاہ و جلال سے بے پرواہ اداس کی روح پرورد بارو نے متعنی ہو جاتا ہے لیکن فوراً ہی دوسرا شعر پڑھتا ہے جس میں عشق کے حن کی تعریف نظم ہوتی ہے تو ایک فرضی صورت چاند سے زیادہ اچلی چاندنی سے زیادہ روشن نیسے سے زیادہ ٹھنڈی پتوں سے زیادہ بھولی آنکھوں کے سامنے آجاتی ہے۔ کانوں کے آواز سے دل میں ترازو ہو جاتی ہے، ناک کی کیس شیشہ دل میں کلنک پیدا کر دیتی ہے، چشمہ برد کے انکسے سارے دل کی نذر کے خواہاں ہوتے ہیں مجوید ارجان تھیلی پر رکھ کر بڑھتا ہے راستے میں غول کے دوسرے شعر پر نظر پڑ جاتی ہے عشق کی یونانی کا تذکرہ ہوتا ہے، عرض نہ کا جو اچھا خوشی سے دیا جاتا ہے، منتوں پر مونہ پھیر لیا جاتا ہے دل نازدیا جاتا ہے تو ٹھنڈا دیا جاتا ہے، رقیب بچا کھاتا جاتا ہے، اپنی کوئی بات قابل سماعت ہی نہیں ہوتی، کوئی ان کے ٹھکر جانیس سکتا، وہ کسی کے گھر میں آئیں گے نہیں راستے میں دیکھا بے محل ہے تحلیل میں بات ہونا نصیب نہیں ہو سکتا، قاصد جاتا ہے قتل کروا جاتا ہے جو اب کے انتظار میں زندگی ختم ہو جاتی ہے پنجام آتا ہے تو رقیب کے ہاتھ آتا ہے، وعدہ ہوتا ہے تو حشر میں ملنے کا — غرض یہ باتیں نہیں بلکہ ایسا ہی کوئی مضمون اس شعر میں خجلی کے ساتھ پڑا الفاظ میں موزوں ہوتا ہے جس پر نظر کر کے محبت کی دنیائے دل پہنچتا ہو بلکہ اس میدان میں قدم رکھنے والوں کی عقل پر افسوس ہوتا ہے۔

اسی طرح ہر شعر ایک نئی کیفیت کا حامل ہوتا ہے اور نئے جذبات پیدا کرنے میں بجلی کا سا اثر رکھتا ہے۔ اگر مصنف شعر الفاظ کے بحر کا عامل ہے اور ان کے انزات کے مختلف درجات سے واقفیت رکھتا ہے تو اس کے موزوں فقروں کا وزن شیشہ دل کو کچنا چور بھی کر سکتا ہے اور جہاز دل کا لنگر بھی بن سکتا ہے۔

بہر حال مہیشی کی باہانہ پہنچ اشاعتوں کے بعد ہم نے اس اتزہ فن کے غیر مطبوعہ غزلیات کا یہ پیش نظر ہو کر نہایت کوشش فراہم کر کے شائع کیا جو باعث افروز خاطر ہے ساتھ ساتھ ادبی مژدوں کے ذریعہ کوشش پر ہمارے لئے باعث فخر بھی ہے۔



مولوی بندہ کاظم صاحب جاوید لکھنؤ



حیات جاوید

حضرت جاوید مرحوم کا اصلی نام سید محمد کاظم صاحب تھا لیکن خدا جانے کس وجہ سے عام لوگوں میں آپ بندہ کاظم کے نام سے مشہور ہو گئے اور ایسا مشہور ہوئے کہ بزرگوں کا دکھا ہوا نام کسی کو یاد ہی نہیں رہا۔ سلسلے کے مرحوم کو اپنے نام میں یہ تحریف بخیر گذار تھی لیکن اس کا علاج بھی ان کے امکان سے باہر تھا۔

حضرت جاوید کا سلسلہ نسب بہت دیرینہ و تان کے محبت عظیم غفر انکاب علیہ الرحمۃ آپ کی پونہ پچیسویں مولوی بندہ کاظم صاحب جاوید ابن سید محمد جعفر صاحب سید ابن صفیہ علیہ الرحمۃ مولوی سید محمد صاحب اعلیٰ اللہ مقام ابن سلطان العلماء مولوی سید محمد صاحب رضوانکاب ابن غفر انکاب مولوی سید ولد ارغلی صاحب طالب ثراہ۔ اور اس طرح آپ لکھنؤ کے مشہور فاضلان اجتماع و کمال ایک فرد تھے حضرت جاوید کے دیکھنے والے، اُن کے سننے والے نیز اُن کے پرتخلص لے والے اعلیٰ بکثرت مروجہ ہیں۔ اس بات میں سب کا اتفاق ہے کہ مرحوم کی علمی اور فنی استعداد نہایت وسیع اور عظیم تھی۔ یوں تو بلکہ اصناف سخن پر قدرت تھی لیکن مرثیہ گوئی پر طبیعت خاص طبعت اعلیٰ رہی اور شیخ مرتے مرتے جاری رہا بغیر اس بھی بہت کمال و اپنے زمانے کے رنگ کے رائق بہتر سے بہتر کہیں۔ اپنے زمانے کے غزل گو حضرات میں بہت کافی وقار تھا۔ مرحیت کے ثبوت میں شاگرد اس قدر کثرت تھے کہ ایک وقت میں کسی استاد کو کم نصیب بٹتے ہیں۔ شاگردوں کی طویل نہرت دینے کی ہمت صفحات میں گنجائش نہیں لیکن چند نام تحریر ہیں:-

نواب سید نواز علیخان صاحب آکرئیس جانشین صادق علی صاحب بدلت چھوگاٹا حسین خان مولانا سید جاہت حسین صاحب کاظم مرحوم مدرس سلطان المدارس لکھنؤ۔ حکیم سید علی صاحب کاشغری نقیم الدین

مولانا آل محمد رضا کاظم حسین صاحب تحفہ کفوی سید حسین صاحب بیات کفوی۔ لدن صاحب ہمد کفوی۔ سید محمد عباس صاحب جنوں کفوی۔ ذاب محمد عابد علی خاں صاحب صورت کفوی۔ سید مجاہد حسین صاحب تمنا کفوی ذاب باقر علی خاں عرف بن صاحب راز مرحوم کفوی۔ ذاب سکندر آغا صاحب سکندر کفوی حکیم سید محمد عباس صاحب برق (مقیم دکن)

حضرت جاوید مرحوم کفوی کے باہر مختلف مقامات پر رتبہ پڑھنے کے سلسلے میں تشریف لے جاتے رہے۔ صغریٰ آباد، پنڈول، جالٹھ میں بکثرت مجلس پڑھیں اور حیدر آباد دکن کی مجلس قرآنی مرکز آرا پڑھیں کہ ان کی تفصیل کے لئے متعدد صفحات درکار ہیں۔

حضرت جاوید کے آبائی مکانات ایک امام بارگاہ اور ایک مسجد سرے مالیناں کفوی میں تھے جس میں سے مکانات تو ملکہ وکٹوریہ کے دور حکومت میں سرک میں آگئے۔ امام بارگاہ کھنڈر اور مسجد کے آثار ابھی تک دکھائی دیتے ہیں۔ جوانی کے زمانے سے حضرت جاوید مرحوم نے پڑنا پڑھنا حکیم میر باقر حسین صاحب کے ایک مکان میں حکومت اختیار کی اور بقیہ زندگی وہیں بسر کی۔ درمیانی حصہ اسائن میں بسر ہوا لیکن آخر زندگی میں پریشانیاں رہنے لگی تھیں اور ہمارے خیال میں صاحب کمال ہونے کی اس سے زیادہ فوری دلس اور کوئی نہیں ہے کیونکہ سلف کے آج تک صاحبان کمال کو مالی مشکلات سے نجات کبھی نہیں ہوئی۔

حضرت جاوید نے ۱۳ ربیع الاول ۱۳۳۷ھ کو انتقال فرمایا اور امام بارگاہ غفر انکاب میں دفن ہوئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

ذکورہ بالا حالات اور حضرت جاوید مرحوم کے یہ غریبات جو ہم یہاں پیش کر رہے ہیں وہ جناب مولوی سید آغا محمدی صاحب قبلہ سے جو اسی خاندان کی قابل قدر فرد ہیں دستیاب ہوئے ہیں جس کے لئے انھوں نے محض اورد و ہر دل سے ان کی شکر گزار ہے

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

انتخابِ کلامِ حضرت جاویدؒ غزلیات

— ❦ —

قاتل سے مل کے سہو اس کے اثر نے را	مجھ کو ہنسی ہنسی میں زخم جگر نے مارا
امید کا بُرا ہو سمجھا کہ آپ آئے	بے وجہ شب کو کھل کر نہ خیر در نے مارا
ہم جس کی عمر سمجھے مدت ہی اس کی کیا تھی	اتنا نہ کہنے پائے کس فتنہ مگر نے مارا
ہنس کے کہا کہ خطا ہے پھر یہ کہا کہاں ہے	پہلے مجھے جلایا پھر نامہ بر نے مارا
وہ دل جلانے والا تربت پہ شمع لایا	لی بھی خبر اسی نے جس بے خبر نے مارا

— ❦ —

کہتا ہوں کہ حالِ دل مضطر نہ کہوں گا	قسمت جو بگڑ جائے تو کیونکر نہ کہوں گا
پڑمردگی دل کا بھی اب حق بہ طرز ہے	میں اس کو کلی کہہ کے گلِ تر نہ کہوں گا
دھمکاتے ہیں مجھ کو کہ دہاں بھی نہ ملوں گا	اب ان کو کبھی فتنہ عشرت نہ کہوں گا
کچھ یاد نے غیروں کی دیے ہیں سے ہونکے	دل کو کبھی اللہ کا بس گھر نہ کہوں گا
قسمت میں جو لکھا ہے وہ منبٹھ لیا میں نے	دو چار لکیروں کو تو دفتر نہ کہوں گا
چہرے کی مے یاس ذرا دیکھتے رہنا	امید بہ حالِ دل مضطر نہ کہوں گا

انسانہ نام کے مرنے سے ہوا ختم اتنا تر کموں گا جو بڑھاکر نہ کموں گا

— ❦ —

تم دہی ہو تمھیں پہچان گیا دل گیا ہاتھ سے پر جان گیا
تیرے بیچا تو نگا یا بھی ضمیر کوئی آیا کوئی مہمان گیا
بعد مدت کے ملا تھلے حشر پھر بھی ظالم مجھے پہچان گیا
صبح کا چاک گر زبان ہوا کوئی نیلے سے پران گیا
کمیں رہتی ہے محبت کی نگاہ میری آنکھوں سے وہ پہچان گیا
تھادہ نادانف آزار حسد رنگ رخ اڑنے سے پہچان گیا
یہی کہ چہ ہے ترا از ستابی خون کی بوسے میں پہچان گیا
کیا کہوں آپ کو کیا سمجھا ہوں تو بہ کرتا ہوں کہ ایمان گیا
آج اوس در پہ گئے پھر جاوید واہ وہ عہد وہ پیمان گیا

— ❦ —

خال رخ بھی فلک حسن کا تارا ٹھہرا مونی بخش چراغ یہ بینک ٹھہرا
گر تار نفس اشک ہمارا ٹھہرا گٹکے قطرہ ہوا بڑھنے پہ یہ دریا ٹھہرا
ان کے چلوں لہو میں سر جگا کا ٹھہرا بند کرے میں ہو جب تو یہ دریا ٹھہرا
دل کو پس جو کیا دکان کا تارا ٹھہرا اب تھارا نہ یہ ٹھہرا نہ ہمارا ٹھہرا
رکھ کے اک ہاتھ جو سینے پہ آئے لکھ لیا تیرے نکلا بھی تارا دل بھی ہمارا ٹھہرا
جس کو دیکھ مری الیس سے نہیں ہوتا وہ دم نکلتا ہوا کوئی تار سنا ٹھہرا
مرنے دم اور تو اتنا بھی نہ آیا کوئی کام خیر کچھ دیر تو ماس تھے ہم پسینا ٹھہرا
رہ گیا خون رگوں میں نکل آئے انسانہ ایک دریا جو بڑھاد دسرا دیا ٹھہرا

دل کی بیتابیوں پر آگیا رونا جاوید مشکلوں سے جو کسی نظر میں پارا پھٹرا

— ۵ —

مژدہ ذبح کا سننا مری تقدیر میں تھا روح افزا اثر آوازِ پیر میں تھا
 اُن کے ہاتھوں سے اہل آئی نہیں جان آئی خوب تھا خوب تھا جو کچھ مری تقدیر میں تھا
 آمد شد نہ نفس کی نہ رگِ دل میں طیش اک نحوشی کے سوا کیا مری تصویر میں تھا
 کیسے اب حضرت باوید کہ جا سہی یہ آپ میں آج وہ ہو جو کہ کبھی تیر میں تھا

— ۶ —

ننگا اشاروں میں بدل جاتا ہے بھلائی کے گردِ شہِ چشم یہ دور ہے پیما بنے کا
 دور پودِ نیچا ہے اثرِ شمع کے جل جلنے کا خون سوکھا ہوا دت سے ہے پروانے کا
 مرنے کے وقت ہو پھر وصل کا وعدہ بھگوا ابھی موقع ہے مے سر کی تم کھانے کا
 ابتداء سے اوسکا موزہ جنوں تھا میں تو ہر ورق صفحہ غم تھا یے افسانے کا
 آسماں بن گیا آہوں کا دھواں ہوئے بلند ایک پردہ تو اٹھائے یہ خانے کا
 لگ بھگے ہیں بے دفتر ذکرِ مہنوں ایک سا وہ سادق ہے مے افسانے کا
 وہ ادھر آتے ہیں اور موت ادھر آتی ہے نہ تو جینے کا مزہ اُسکے نہ مرنے کا
 تلاش اٹھانے کے وہ اقرار پکھائے ہیں قسم ہاں دل زار یہی وقت ہے مرجانے کا
 ایک ہی دن میں غزل بھیج دی کہہ کر چاہے پاس تھا حضرت آزاد کے فرمانے کا

(۷)

دل سے ہلو میں ہے گہرا زخم ان کے تیر کا دید کے قابل ہوا اب ایک رخِ تصویر کا
 اس طرے حبيبِ محبت اُس طرے جوشِ حیا رنگِ باقی رہ گیا یا رنگِ تصویر کا
 جب تو غم کو نہ لکھ لکھا کا مشکاں دو سال رہ گیا مُنہ دیکھ کے میں کا تب تقدیر کا

حشر تک جس میں اسیری کا رہے اک سلسلہ
قبر میں رکھ دے کیجئے ٹکڑا کوئی زنجیر کا
کوئی اب اس کے تپنے کی نہ پوچھے مجھ سے حد
جس کے ڈٹے دل میں برسوں پہ پیکار تیر کا
بے دیا نقش و نگار دہریہ باریک خطا
بل گیا سادہ ورق جبے تری تصویر کا
خادی و غم کا مرقع کھینچ گیا یہ دوسرا
وہ مراد زادہ ہنسنا آپ کی تصویر کا
کیا ضرورت آئینہ تر چھی نظر سے دیکھنا
دیکھ لو پہلے کہ آخر رخ کہ جس سے تیر کا
سب رگیں ڈٹی ہوئی جاوید اب تک ہیں گئی
دم بڑی مشکل سے سخلا عاشق و لہگیر کا

— ❦ —

سو جانے کو خوبیِ مقدر نہ کہوں گا
چھوٹی سی کھد کو تو کبھی گھر نہ کہوں گا
مضمون الگ اے حقل ہے اربابِ نظر کا
آنکھوں کے پچھانے کو تو بستر نہ کہوں گا
بھیجا ہوا آیات کوئی لے کے خطِ شوق
کا فر بھی نہیں ہوں کہ مہمیسر نہ کہوں گا
افسانہ اتم کی گراں تدر ہیں لفظیں
اکبار یہ سن لو کہ مکر نہ کہوں گا
مر جلتے یہ بھی ہاتھ مرے سینے پہ ہوں گے
یوں کہنے کو حالِ دل مضطر نہ کہوں گا
یہ حسنِ خدا ساز بڑی چہیز جاوید
ابر دے کشیدہ کو میں خنجر نہ کہوں گا

— ❦ —

گلہ ہے سوزِ غم کا خونِ دلیوں بھی بھلا ہوگا
وہ چھالابن گیا ہوگا جو آئندہ گیا ہوگا
تھے ہوں گے جو آنسو خونِ دل کا ہو گیا ہوگا
کوئی دریا گھٹا ہوگا کوئی دریا بڑھا ہوگا
مے مرنے سے واقف زمانہ تو عجب کیا ہے
کسی نے کہہ دیا ہوگا کسی نے سن لیا ہوگا
ابھی تو آگ سینے میں کہیں کم ہے کہیں ادا
اگر دل جائیں گے آپس میں سب چھٹا ہوگا
ہمیں سے پوچھو کیسے ہو تم اور حسن کیا ہو
اگر آئینہ کو دم بھرنے دیکھو گے تو کیا ہوگا
کہاں تکسے کے دنیا کی ہوا کھایا کروں گا میں
خازنہ کھانا اٹھے گا نہ آہ گے تو کیا ہوگا

— ۱۰۸ —

وہ شفق کے نام سے آخر نمایاں ہو گیا آسمان پر جلوہ گر خونِ شہیداں ہو گیا
اشک تھے آنکھوں میں آنکھوں میں تھا قلب کا آج کی شب مجھ سے اک کا رہنمایاں ہو گیا
غنجے چٹکیں نے کی فربہ یاد جب آئی بہار چاک اُدھر ان کا اُدھر میرا گریباں ہو گیا
سیر کرتے کرتے اک دن ہم بھی مر کے رہ گئے زہر آخر بڑھ کر غم سیریاں ہو گیا

— ۱۱۱ —

گردش میں کیوں نہ آئینہ ہو روزگار کا چلو میں خوں لیے ہوں دل بے قرار کا
ہے یہ مزار کشتہ دیدار یار کا بیٹھیں اُدھر جدھر ہو سر ہانا مزار کا
محشر کی بھی امید پہ بے کار جان می کیا اعتبار دے دے اعتبار کا
اتنی بکریاں رہو ہمیں یاد کر لیں دوست شاید کبھی پھر آئے زمانہ ہمار کا
اب کا نہیں نشانہ کے پس کا ذکر ہے تم تھے جدھر اُدھر تھا سر ہانا مزار کا
شانہ بلا کے قبر میں اُس نے یہ دی خبر لے آج خاندہ ہے شب انتظار کا
بھڑکی ہوئی مٹی سُرخ گلوں کے چمن میں آگ دامن نہ جل گیا ہو نسیم ہمار کا
آئے ہیں لے کے غیر کو وہ پوچھنے مزاج کیوں کو کوں کو شکر ہے پردہ درگاہ کا
کہلا دیا کسی سے جوانی کے نور نے یوں تیر کھینچتے ہیں دل بے قرار کا
جاوید کھو چکے دل داعی کو آج ہم اک بچوں کم ہوا چمن روزگار کا

— ۱۱۲ —

باغباں اب بھی نہ دیکھوں سے گلزار کیا ہوں رہا ہو کے معیبت میں گلزار کیا
قید ہر طرح کی صیاد نہیں اُٹھتے گی میں قفس سے بھی نہ دیکھوں سے گلزار کیا
سخت حیراں ہوں کہ سینے سے سے تیر اُٹھتے کھینچے دو چار تو رہنے دیے دھوا رہ گیا

نقش پاتھے دیا کہ تھو تھے ہم ہوں کہ نقش گر کے بستر سے نہ اُٹھتے تھے یہ ماریہ کیا

— ❦ —

جب اندھیری رات میں آیا خیال بے دوست
نشانہ کفن ہے غیر آئینہ ہے پیش روئے دوست
اب قیامت کے خبر درد کہ آئے دیکھنے
رات کو میں کر دٹیں لینے میں تر پادار بھی
جس طرف دل تھا اُسی پہلو سے آئی بے دوست
جس کے شانہ پر نہ بکھرے ہوں کبھی گدیوئے دوست
پوچھتے ہو اُس سے لے جاؤ یہ لطف زندگی

— ❦ —

جلا چراغ کا دل غیر کی بھی مشکل پر
دکھائی دیتا تھا یوں جیسے دور کا تارا
میں اُس کے تیر کو دشمن کہوں کہ دوست کہوں
نہیں ہے اُس کی ضرورت کہ تیر ہی وہ لگائیں
ہیں بے شمار جو قبریں تبارہی ہیں پتہ
چھری فلک کی پھری یوں کہ خون ہو گِیاں
ضیا ہے ساتھ مافکہ خود بھی منزل پر
پڑا تھا رات کا پردہ چسپہاں منزل پر
جو خون پیتا ہے وہ صبر بانگِ اول پر
ادھر کمان میں جوڑا اُدھر پڑا دل پر
کہ اتنی جانیں نقد و حق ہیں کسے قاتل پر
شفق نہی تھی جو سرخی خونِ اسل پر

— ❦ —

کیا بُل بُل کے کیوں احسان میرے قلبِ زان
قیامت تک نہ باقی رہا قاتل کے پیکاں پر
چلے ہیں سردا ہیں کھینچے تگ و غریباں پر
ہونے اک سہارا کے میرا ساتھ بھی چھوڑا
ہنسی ہے سب غم کیا کیا چراغِ شام بخیراں پر
نہ دھبا بے وفائی کا رہا خونِ شہیداں پر
بھکے جاتے ہیں ہم خود بھی چراغِ زوال پر
مبارک بزر ہے گا آج سے قاتلِ داناں پر
میں رکھوں آگ پر تم ہاتھ رکھو قابِ دندان پر
اسی کا امتحان کر لو کہ پہلے کون اُٹھا ہے

قبائیں اُن کے آنے کی خوشی میں بدل گئیں ہنسی جاوید آئی حسرت گل ہائے خنداں پر

— ۱۶ —

دراہ اپنوں کی نگاہیں پھر گئیں تاب لب آ کے آہیں پھر گئیں
منہ کو پھیرا راحت و آرام نے ہے ستم سب کی نگاہیں پھر گئیں
دل ہوا آخر اسیرِ عشق زلف چلتے چلتے سدھی راہیں پھر گئیں
خاک میں مجھ کو ملانے آ گئے دوستوں کی یوں نگاہیں پھر گئیں
چشمِ ساغر نے اشارہ کیا کیا کیوں یہ ستموں کی نگاہیں پھر گئیں
اُن کے دل کو کچھ خبر ہوتی نہیں عرش تک بیکار آہیں پھر گئیں
مرتے دم برگشتگیِ نجات سے دونوں آنکھوں کی نگاہیں پھر گئیں
بس بس اسے چشمِ فوں سازا کھڑا اب تو عالم کی نگاہیں پھر گئیں

— ۱۷ —

تم نہیں مہمان تو کچھ بھی باعثِ شادی نہیں میسے سینے میں وہ دل اور دل میں باؤ نہیں
جرم ہے اک خاص یہ کہنا کہ فریادی نہیں قلبِ مردہ فیضِ لب لذتِ شادی نہیں
موت سے بڑھ کر زمانے میں کوئی شادی نہیں زندگی میں روح کو حاصل یہ آزادی نہیں
ہر سکاں کو اک نکمیں بھی مفت کا ہاتھ آگیا حیرت افزا جو ہو قبروں کی آباغ نہیں
کونسی وہ حد ہے جس میں تم بھی اک ظلم ہے وہ ٹھہری کو روکتے ہیں کیا یہ جلادی نہیں
نہیں جن کی اڑ گئی تھیں سنے وہ بھی چین میں جو فریادی نہیں تو کوئی فریادی نہیں
اپنے دامن میں چھپائے لیتی ہے صواکی گڑ جو اڑا ہے رنگ، اُس کو بھی آزادی نہیں
پچھلی راتوں کے وہ تائے وہ دل کا ڈنٹا کونسی راتیں ہیں غرقِ کی جو فریادی نہیں
موت کو اٹھ رکھے ہے غیب اس کا بھی دم قیدی زنداں کو کب اسید آزادی نہیں

نکسے بھی خاموش دل بھی چپے بالیں بھی اُس
مرنے والا مر گیا اب کوئی فریادی نہیں
میں سمجھتا ہوں ہنسی بھی اُس کی ہو پیغامِ موت
خندہ زخمِ جگر بھی باعثِ شادی نہیں
اُڑتے اُڑتے کوئے جاں میں گیا میرا غبار
میں جسے سمجھتا تھا بادی وہ بربادی نہیں
اب بری بگڑی ہوئی تصویر بن جائے لگیں
صفوۂ عالم میں کیا اتنی جگہ سادی نہیں
شادی و غم کا مرقع اہل عالم دیکھ لیں
وہ ہیں بالائے سجدہ گریبانِ تیری بادی نہیں
حضرت جاوید ہولن کی نگاہیں جس طرف
ہم اُدھر کو بیٹھتے ہیں کیا یہ ہتادی نہیں

— ۱۸ —

لٹھنے میں اب نقاب کے تاخیر بھی نہیں
تم کچھ کو بڑی مری تقدیر بھی نہیں
اتنے دلوں سے بات نہیں کی ہے اپنے
اب غم کو یاد لذتِ تقدیر بھی نہیں
لٹھنے نہ ہے جو میرے قدم کو سوائے عدم
اتنی گراں تو پاؤں کی زنجیر بھی نہیں
میں اور ہوں فراق میں چپ یہ محال ہے
جبے نخوش وہ مری تقدیر بھی نہیں
بند نقاب کھول ہے ہر وہ رات کو
اب چاندنی ٹھکنے میں تاخیر بھی نہیں
تھا خواب یا خیال وہ جو کچھ تھا خوب تھا
اب جاگ لٹھنے تو سامنے نشو و نما بھی نہیں
جاوید خون ہو کے کلیجہ بھی بہہ گیا
پہلے جو تھی وہ آپشیش تیر بھی نہیں

— ۱۹ —

مجھ کو بیٹھے سے نہ لانا بھی نہیں
اور پھر مرنے والی حسد بھی نہیں
مجھ کو انسان کو نہ کہتا ہے
سببِ مرے دل میں رونا بھی نہیں
یوں ہی کہنے کو بن گئے عاشق
انتہاں آج تک سوا بھی نہیں
موت کیوں آ رہی ہے لئے کو
دردوں میں اٹھنا بھی نہیں
مُر عادلی کا اُس سے کہہ لیں گے
جاسیہ اتسا کیا تھسا بھی نہیں

تم مجھے سے لے کر دل ترہ پا ہر دوا درد تو دوا بھی نہیں
 جھلسلا ہے صبح کا تارا اب تو جیسے کا آسرا بھی نہیں
 درِ دلدار پاؤں کیا جاوید کہیں دو چار نقش پا بھی نہیں

— ۱۲۰ —

تو بالا نفس کو کیوں دم فریاد کرتے ہیں ہمیں برہم نظام عالم ایجاد کرتے ہیں
 جگر کے زخم بہتے ہیں جو تم کو یاد کرتے ہیں لو کی صاف آتی ہو جب فریاد کرتے ہیں
 زمانہ اپنی آزادی کا شاید یاد کرتے ہیں مگر نتا نفس کس دوسے فریاد کرتے ہیں
 ہرے بہتے ہیں رہ رہ کے اسی نے زخم سینے کے بچھا تھا زہر میں جو تیرسی کو یاد کرتے ہیں
 تلون اس کرکتے ہیں اسی کا نام ہے بچپن ابھی قیدی بنایا تھا بھی آزاد کرتے ہیں
 مکاں اپنا کھدا اپنی کسی کا کیا اجارہ ہے اد سے برباد کرتے ہیں اسے آباد کرتے ہیں
 اسی امید پر کچھ رخصت شاید اور جی جاؤں اُسی کو دیکھ لوں جس کے دل شاد کرتے ہیں
 نگاہ یاس نے تھینچی تھیں تصویریں ہر عبرت کی چھری جس پر پھرتے ہیں مجھے زیادہ کرتے ہیں
 فشا قبریں بن بے رباؤں نے پٹھا کلمہ کھدیں ہم زچپ ہل تخوانی یاد کرتے ہیں
 ہماری عمر باری کرٹ گئی اتنے سہلے پر یہی سنتے چلے آئے کہ اب آزاد کرتے ہیں
 اجازت دفن کی دی ہے تو ان سے غیر کھٹے یہاں کی آپ کیوں دگر زمین یاد کرتے ہیں
 صدا دل کے دھڑکنے کی جولے جاوید سن سمجھ لیں یہ کہیں بھی ازاں فریاد کرتے ہیں

— ۱۲۱ —

چمک جاتے ہیں جو ہر اور خنجر کی روانی میں خدا کی شان لاکھوں کشتیاں تھڑے سے پانی میں
 میں اپنے چند اشکوں کو بلادیتا ہوں پانی میں کمی بھنے نہیں پانی ہے دریا کی روانی میں
 طلسم آلودہ کوڑا دار سنانی میں لو میں یہ لو تھا اور پانی تھا یہ پانی میں

نظر کا خون ہے مجھ کو پسینہ پونچھ لے گا
لے ظالم کہیں چلتے ہیں نصیب چانی میں
دل بیتاب و مضطرب ہے مجھ کو کیا ادھر آیا
وہ عالم ہے کہ جو ہوتا ہے دریا کی روانی میں
رگیں رخنہ دیتی تھیں اگر اک نصیب کھلتی تھی
لو میں کس غضب کا جوش تھا عبدِ جوانی میں
جراغِ دلخ دل کی ابتدا و انتہا سن لو
بھایا تم نے پیری میں جلایا تھا جوانی میں
بہانہ ڈھونڈتے تھے ٹٹنے میں زخم کے ٹٹکے
ہنسی بنام کرنے آئی تھی مجھ کو جوانی میں
میں لڑا کرتے رہتے نہ دوست کیوں آنکھیں
یہ مقطع کھدو لے جاویدِ دوانِ غمانی میں

— ۱۹۲۲ء —

خدا برکت نہ دیے کس طرح غمخوار ہاتھوں میں
کہ اہلِ درد رکھتے ہیں دل بیمار ہاتھوں میں
لئے ہیں بھول گلشن کے دم رفتار ہاتھوں میں
نظر آتا ہے تازہ تختہ گزار ہاتھوں میں
وہ لبس ہوں کہ دل کو مجھ کو صیادوں نے مارا ہے
کبھی گردن ہے ہاتھوں میں کبھی نقار ہاتھوں میں
کسی کی زلف کہ پہلے ہیں پھولیں ہیں پھولیں
مئے کی بات ہے دیر سے تکرار ہاتھوں میں
بہارِ جادواں جاوید ہم اس کو کچھ دیتے
جو پھولوں کے عوض تھے گلزار ہاتھوں میں

— ۱۹۲۳ء —

اُن کے دہن کی ہولے آبغشی طاری نہیں
جب اتفاق ہے ہوا تو کوئی بیماری نہیں
تم نے کھنچا ہاتھوں میں سینے سے گھس کے مارے
آبلہ ہے یہ دل سوزاں کا چنگاری نہیں
موت آنے کا یقین ہوا دہن میں کچھ فکر موت
میں سمجھا ہوں کہ یہ غفلت سے بیماری نہیں
کاش مردہ ہجے میسے سائے اٹھ جائے لاش
دل کی اب نظر اُن کو ناز برداری نہیں
تم عبادت کر چکے اور بھی تڑپا دیا
جادو یہ تقدیر کا رونا ہے بیماری نہیں
تخک جو برسوں میں گاؤں نل اتنا بڑھا
آپ نے دیکھا مجھے اب کوئی بیماری نہیں
وہ تسلی دل کو دینے میں تو بلا ہے مزاج
آج کل جاویدِ شغلِ نالہ و زاری نہیں

ہے آگ نماں سوزِ محبت کے اثر میں جل جائے گی ادبی جو ٹھہری خونِ جگر میں
اب تک تو کمی کچھ نہ ہوئی داغِ جگر میں برسوں سے چرخِ ایک ہی جلتا رہا گھر میں
زنگ آؤنے زردوں گا تری تصویر کے رخ سے باقی ابھی کچھ خون کے قطرے ہیں جگر میں
تو سچ خیالات کی حد دل نہیں سکتی چھوٹا سا یا باں نظر آ جاتا ہے گھر میں
اب بڑھ نہیں سکتا غم دنیا یہ خوشی ہے زخموں کی جگہ تک نہیں باقی ہے جگر میں
یہ ضد ہے کہ کٹ جائے کہیں جلد یہ موسم بچپن ہی سے تلوار لگا ئی ہے کمر میں
بجائے زمانے کی ہوا اس کو اڑا کر جنبش کی بھی طاقت نہیں ٹپٹپے پر میں
اے حشر مجھے قبر نے کیوں دکھا ہے میں وہ تھا جو رہنے نہیں پایا ابھی گھر میں
نادانِ فہمِ انجام کا دل بوتا ہے کتنا خود رو دیادیکھے جو کبھی خرم جگر میں
اوس دور میں ہم آئے تھے حضرت جاوید جس عہد میں کچھ فرق نہ تھا لبِ ہنرمیں

(۲۵)

یہی صبح تو پہننے دو بونی آفت کے اوس کو ہم اپنے داغِ دل گنتے ہیں تم گن اوس کو
زمین کو اے جاناں کب کسی کے کام آتی ہے سلبے قبر بھی ملتی نہیں آفت کے اوس کو
شہیدوں کا لہو ایسا نہ ہو کچھ رنگ دکھائے چھپا دو جلد زیرِ خاک ان آفت کے اوس کو
سمجھتے ہیں کہ سب کی موت کا باعث ہمیں ٹھہرے غرورِ حسن بڑھتا ہے جو گنتے ہیں مزاؤں کو
چلو جاوید بزمِ حضرت اسی ہیں انھوں کے بہت وہ دوست کہتے ہیں تم ایسے خاکِ اوس کو

(۲۶)

کوئی پس فدا ہو مرا انگار ہو پھر کس لئے کھدا کا کلیجہ نگار ہو
کیا ان کو گھر کسی کا کلیجہ نگار ہو تو بھی نظر ہو سرمہٗ ذنبِ ادا رہو

دل میں کبھی تو ہاتھوں میں رہتے ہوتے کبھی
میں کب ہوں بیکار تمہیں بیکار ہو
جاوید فیض حضرت اسید کا ہو جب
کیونکہ نہ ہر طرف کو تمہاری پکار ہو

— ۱۹۲۶ —

نگاہوں میں مری کچھ بھی نہیں ہے قدر چہرہ کی
الچھ جاتی ہے کانٹوں سے زبان تیز نشتر کی
ابھی ابھرا تھا کرنی آبلہ دل کا ابھی ڈٹا
میں سمجھا تھا ابھی تو زندگی ہے ادم بھر کی
مراشقات سینہ دیکھ کر قلب جگر دیکھو
اک آئینہ میں تصویریں لگی ہیں دو برابر کی
سپیدی کفن پر چاندنی کا مجھ کو دھوکا ہے
اے لے روزن تربت نقاب رخ کوئی ہر کی
مے دل کی گیسو سخن تیری ہیں دھردیکھو
تم اپنے ہاتھ سے کیوں دیکھتے ہو بارہ خنجر کی
نظر آتا ہے شیشے میں مجھے اک بال لے ساقی
یہاں بھی تیرگی شاید کٹ آئی مے گھر کی
دو بارہ قصہ دیدے خون میں گر ہی نہیں اتنی
مجھے جاوید کہنا آچکا بس انتہا یہ ہے
یہ کس نے کھینچ لی تصویر میرے جسم لاغر کی
ہاں بھی تیرگی شاید کٹ آئی مے گھر کی
دو بارہ قصہ دیدے خون میں گر ہی نہیں اتنی
مجھے جاوید کہنا آچکا بس انتہا یہ ہے

— ۱۹۲۸ —

ہے یاد جوش پہ جس وقت اشکباری تھی
تو ایک نہر اسی آستین سے جاری تھی
میں آنکھ بند کیے تھا وہ دیکھتے تھے ادھر
جسے وہ سمجھے تھے غفلت وہ ہوشیاری تھی
دل جب گر پڑتا ہے بھی ہاتھ تھم نہ سکے
سمجھ لو حذکر مجھے کتنی بیکاری تھی
قریب صبح وہ جاوید پوچھتے ہیں مزاج
مشاعرے کی کیجنت کوئی باری تھی

— ۱۹۲۹ —

جب لہجہ رخ اڑا تو گلوں کو خبر ہوئی
لبس کی آہ رشک نیم سحر ہوئی
جھوٹی تسلیوں پہ شبِ غم بسر ہوئی
اٹھٹی چمک جو زخم میں سمجھا سحر ہوئی

ہم پھر اُسی طرح سے تڑپتے ہیں خاک پر
ہر ہر نفس بھری ہے پے قطع شام ہجر
پہلو زباؤں کے کھدنے جگا دیا
ہے تیرگی کھد کی سپیدی کھن کی ہے
بلیں جو کر دیں تو زمانہ بدل گیا
بجرا ح سچ ہے آئی تھی نسر یاد کی صدا
کچھ گرم تھی خبر سے مرنے کی راستے
عادت بُری بلا ہے محل پر ہو یا نہ ہو
کس منہ سے دواں میں دلِ حشر نصیب کو
جاوید بوئے گل کو ہوا آ کے بے گئی

— ❦ —

نہ تھی دوا کسی سوزِ غمِ سنائی کی
یکس نے چاہنے والوں کی قدر دانی کی
اُسی اثر سے بھی تکنیں ہیں ہوش بجا
خسبِ سبکِ زردوں تیروں سے بن گیا گوش
نہیں چلے کی سوار دے چکی ہیں لہو
چاند نہ دیا کہ تڑپ جائیں خفتگان کھد
بلان دیکھ چکا چاند کو بھی دیکھ چکا
نہانہ ہو گئے کھن بکلی نازیں پادشاہی
نہ تھی دوا کسی سوزِ غمِ سنائی کی
یکس نے چاہنے والوں کی قدر دانی کی
اُسی اثر سے بھی تکنیں ہیں ہوش بجا
خسبِ سبکِ زردوں تیروں سے بن گیا گوش
نہیں چلے کی سوار دے چکی ہیں لہو
چاند نہ دیا کہ تڑپ جائیں خفتگان کھد
بلان دیکھ چکا چاند کو بھی دیکھ چکا
نہانہ ہو گئے کھن بکلی نازیں پادشاہی

— ۳۱ —

سمجھا کہ مری زلیست نے اب مجھ کو صدی
 کس وقت میں زخمِ دل مضطر نے دعا دی
 دل سے اُنھیں مرجانے پہ بھی میں دعا کی
 جس قبر کو دیکھا مجھے گھبرا کے صدی
 سچ کہتا ہوں تا حشر میں بیمار رہوں گا
 خود با تھو سے اپنے مجھے کیوں اُس نے دعا دی
 کیوں قبر کو ٹھکرایا کیوں چھبے مکانی
 کیوں اپنے سوئی ہوئی تقدیر جگا دی
 ضبطِ دل صد چاک پہ رونا مجھے آیا
 کم ظرف تھا شیشہ کہ جو ٹوٹا تو صدی
 جاوید جو اپنے ہیں بڑا وہ نہ کہیں گے
 اک ہم نے غول آج کمی تھی وہ سدا دی

— ۳۲ —

پچھلے کو ترقی تھی غضبِ سبزِ جگر کی
 کو قد کے برابر ہوئی تھی شمعِ سحر کی
 تم نے نہ مرے حال پریشاں پہ نظر کی
 ماتم مرا کرتی تھی اُداسی مے گھر کی
 زخمی نے تے آج کی بھی رات بسر کی
 تھا صبح کا تارا کہ چاک نہ خیمِ جگر کی
 اب یاد نہیں ہجر کا کوئی بھی فسانہ
 سب بھول گیا جب تے ہیے پہ نظر کی
 آنکھوں کی سپیدی دیا یہی سچ اک ادا
 وہ شب کا اندھیرا یہ سپیدی ہے سحر کی

— ۳۳ —

ہم کو تو یاد آئیں ادائیں حضور کی
 یہ آپ کی ہنسی ہے کہ بجلی ہے طو کی
 بیدار جس کو جانتے ہیں برقِ طو کی
 پہلی چمکے زخمِ دلِ نا صبر کی
 ہر شے کو بعد طے منازل ہے اک سکون
 کاؤں میں تھا کہ کے رہ گئی آوازِ دور کی
 ہے جلوہ گاہِ ناز میں کیا کوئی اور بھی
 یکس کو جھک کے ڈھونڈتی ہوشِ طو کی
 خنجر گلے پہ رکھ کے ہٹاتے ہو باہر
 یہ مے ہے ہونچ کو سزا کس قصور کی
 جو کچھ ہوا اب تو کہہ دیا ظالم سے رازِ عشق
 بات ایک ل کی میں نے یہ کی اور ضرور کی

— ۳۴۳ —

مخمل میں خیرِ ناز سے پردا کرے کوئی
چھپنے کا طرزِ یاس سے دیکھا کرے کوئی
بربادی جہاں کا تماشا کرے کوئی
دیر یا کو خاک اڑانے سے صبحا کرے کوئی
دامن میں شک جذب ہوں تو کیا کہے کوئی
تاروں کو ڈوبتے ہوئے دیکھا کرے کوئی
اک برق ہے کہ خندہ زخمِ دل و جگر
اس روشنی میں آپ کو ڈھنڈھا کرے کوئی
پھر دیدنی ہر دوست و امانِ آرزو
اتنا بڑھائے دل کو کہ صبحا کرے کوئی
قطرے کی ہے ہلِ فنا اتصال بھر
وہ پھر کہاں جو تیری تنہا کرے کوئی
اس وقت کی دعا کو کیس سن لے خدا
صبحِ شب وصال نہ کو سا کرے کوئی
میں وقتِ داپیں تمہیں دیکھوں جانِ بول
تھوڑا سا وقت کام بہت کیا کرے کوئی
پھر ہم تڑپ تڑپ کے کہیں تم سے حالِ دل
پھر نہ کہے تم یہ کہہ کیا کرے کوئی
جاوید ہم کہیں کہ گیس دل کی کھینچتی ہیں
انجڑائی لیسے وہ یہ کہیں کیا کرے کوئی

— ۳۴۴ —

قلبِ صبا پہ کہ ہم دادِ فادینے لگے
اتفاقِ آپس میں رہنے کی دُعا دینے لگے
آگ جب نے خیمِ جگر بے انتہا دینے لگے
چارہ گر گھر کر کے اُن کی دعا دینے لگے
زُلفِ اس تصویر سے چہرے کا تھم سکتا نہیں
بے ثباتی جہاں کا جو پست دینے لگے
اُس نے کیوں چھڑکا تمک جسنے مجھے پڑا ہوا
زخمِ جوہرِ شے کے تھے وہ بھی مزا دینے لگے
شکرا اُسے زخمِ دلتیروں کی کشتِ رو دیکھ کر
اور تو کچھ دے نہ سکتے تھے دُعا دینے لگے
اب کہاں تھا میرا کہ دینا اس محبتِ کلوب
جس کی تربت دیکھ لی بلکہ اُسے دینے لگے
خاک میں بھرا کو ملائے وہ بھی اُس کی غیر بھی
اک منگہ رہو تو مٹی دے سہا دینے لگے
وہیں ہنس و تھک ہاتھ سے پھر چھٹ گئی
ٹوٹے زخموں کے ٹانگے پھر صبر دینے لگے

حلق پر خنجر کو رکھا منہ ادھر سے پھر کر ایک مجھ کو دو طرح کی دہ سنا دینے لگے
 جانکئی کا رقت بھی باقی ہے تم بھی رہو دیکھنے آئے تو کیا اچھی دُعا دینے لگے
 آگ عالم میں لگا دی گرمی رفتار نے راتے میں تو چراغ نقش پا دینے لگے
 مرنے والے پھر نہ آئے جاوید کھولیں اپنی آنکھ گر قسم بڑھتی ہوئی اُن کی حیا دینے لگے

— ۱۳۶۵ —

جہاں میں نام رہ جاتا اگر اپنی سی کر جاتے جنھیں جینا بھی شکل تھا خنجر ساں تھا رجا
 نہ آنکھوں میں کھٹکتے پھر نہ چھتے دس کلچے میں اگر تیرنگا و ناز سینے سے گزرتا
 در جاناں پہ ہم نقش وفا خود بن کے بیٹھیں یہ مانا اٹھ کھڑے ہوئے مگر اٹھ کے کھڑا
 اگر رکے موافق فیصلہ ہوتا نہ قسمت کا تبے در پر سحر سے شام تک کیوں نامہ بر جاتا

— ۱۳۶۶ —

مثل قسمت ہوؤں یہ تکرار رہنے دیکھے آپ غافل ہوں مجھے ہشیار پہننے دیکھے
 اب کہاں ہم اور کہاں یاد رہنے دلفریب اور دم بھر حلق پر تلوار رہنے دیکھے
 دیکھ لوں ہر رات کو کو آہی قسمت کی حد بخت کو خفتہ مجھے بیدار رہنے دیکھے
 اس ادا پر دیکھنے والوں کے کٹنے ہیں لگے اپنے قبضے میں انھیں تلوار رہنے دیکھے
 ہے مزا بھی آپ کے تیوں سے دل میں بھی کھینچے دو چار اور دو چار رہنے دیکھے
 دھوپ میں مرجھائیں گے وہ دل جو غمی حضا ان کو زیر سایہ دیدار رہنے دیکھے
 آپ دیکھے جائے میرے دل مجروح کر زخم میں اتری ہوئی تلوار رہنے دیکھے
 میری صدمت دیکھنے کے شوق میں آئی گی ت اور کچھ دن تک انھیں بیمار رہنے دیکھے
 آئینے پر تنج دکھدی ہو تو کھلے عکس شوق سے تلوار پر تلوار رہنے دیکھے
 ذکر وصل و بحر عالم میں قیامت تک ہے دو کو اچھا چار کو بیمار رہنے دیکھے

اس کے ہر ہر پھول میں جاوید ہے بڑے فنا پاس اپنے اُن کا پاسی ہار پہنے دیکھے

— ۱۹۳۸ —

راز افشا کر کے کیوں قاتل کو روایکھیے زخمِ دامنِ دار سے تیروں کا بڑا کیئے
 دوسینوں پر نظر اک وقت میں اچھی نہیں دیکھ کے چاند آئینہ میں نہ نہ دیکھا کیئے
 ہم اگر ہوتے تو اتنا طور پر کہتے ضرور کوئی دیکھے کوئی ترسے یوں نہ بردا کیئے
 ہیں ہنوں یا دلوں یا مالے کدں یا چپے ہوں رات تھوڑی اور بہت سے کام کیا کیئے
 کوئی گرا آنکھوں کو دیکھے تو نہ شکوہ کیئے سات پرووں میں جو ہوا و سکانہ پروا کیئے
 منکشف نہرِ خوشاں کے ہوں کیوں راز و نیاز آپ چپ ہے کامیرے کچھ نہ چرچا کیئے

— ۱۹۳۹ —

ہیں بند شرم سے آنکھیں وہ محو خواب میں ہے حیا کے پرے میں تصویر بھی تجا میں ہے
 تم آئے نزع کی اُجھن کو دیکھنے آخر مزاحیات کا جو کچھ ہے غصہ سرب میں ہے
 نہیں ہے دادی عشر میں حسرتوں کی جگہ یہ قافلہ بھی دلِ خانماں خسراب میں ہے
 جواب اسکا اگر ہے قویہ کہ مر جاؤں ارٹا کے نیند مری کیوں وہ محو خواب میں ہے
 کھد میں شانہ پلانے کی ضد نہیں اچھی جسے جگایا تھا تم نے وہ آج خواب میں ہے
 سفید بال پھلتے ہیں کیوں ابھی سے کھن ابھی شباب مرا پردہ غصہ سرب میں ہے
 اسی سے آئی قیامت بھی چال دیکھنے کو کنہیچنے سے زیادہ ادا شباب میں ہے
 ہمیں ہیں یاس کی تصویر کھینچنے والے ہم ایک جاگتے ہیں اور زمانہ خواب میں ہے
 ابھی ہے حضرت جاوید کچھ شباب کا نور ندا سی مے کا افسانہ سرباب میں ہے

— ۱۹۴۰ —

میں بھی باقی نہ رہا جان کو بکھوٹے کھوٹے مر گئے ہجر کے افساؤں کو رونے رونے

گرہ رشتہٗ انفاس بنے ہیں آنسو دم مے سینے میں ک جاتا ہے روتے روتے
 عمر بھر آپ نہ آئے نہ اجل نے پوچھا شرم آنکھوں سے بھی آنے لگی روتے روتے
 پوچھتے کیا ہو سترت کا سبب کچھ بھی نہیں زخم کی طرح سے ہنسنے لگا روتے روتے
 خشرنے کیا مجھے دیدی تھے آنے کی خبر کروٹیں لینے لگا تبسریں سوتے سوتے

— ۱۳۱ —

میں یہ سمجھوں کہ اجل آئے گی اکبار مجھے گزر راتوں کو پکائے دل بیمار مجھے
 اب یہ کہتے ہو کہ راتوں کو نہیں نیند آتی تم نے کیوں دفن کیا تھا پس دیوار مجھے

— ۱۳۲ —

خمنیر ہے جو ہاتھ میں تال لیے ہوئے ارمان بڑھ رہے ہیں مراد لیے ہوئے
 سمجھا تھا ان کے تیر کو سراپآ حیات نکلا تو ساتھ ہی جگر دہلے ہوئے
 دس انگلیوں سے جل گئے توبت پر دس چوڑے آٹے تھے ایک شمع بمشکل لیے ہوئے
 اُس بزم سے چلے نہیں دنیا سے ہم چلے اپنی تمام عمر کا حاصل لیے ہوئے

(۳۳)

کسے یقین کہ عالم میں پھر بہار سکے ہرے جو زخمِ جگر ہوں تو اعتقاد سکے
 جہاں کا کام بھی امید ہی پہ چلتا ہے کسی کو دیں وہ نئی بجھ قرار سکے
 کھسی کی جان چوسے وہ نخل بھی ہوا تناسا اجل جو آئے تو کیر نہ ایک بار سکے
 بگاڑی طرح کے جاننے عادت ہوئی ہزار ہا رنگئے اور ہزار بار سکے
 بہانہ یہ تھا کہ ہم سرواہ کھینچیں گے بچانے کیوں وہ چسپایں سر مار سکے
 کد پہ چادر گل دوست کیوں چڑھائیں ہمیں نہیں ہیں تو عالم میں کیوں ہمار سکے
 تھامی تختہ نے چوہا بشوقِ خرسیم لگو کھلا کسی کا کٹے اور کسی کو پیار سکے

جہاں کا رنگ طبیعت بدل گیا جاوید شرابِ جوش میں آئی ہو بادِ غوار آئے

— ۲۴ —

کوئی راحت کی نیند سوتا ہے کوئی پچھلے پیر سے روتا ہے
 کوئی ہنستا ہے کوئی روتا ہے یہ بھی ہوتا ہے وہ بھی ہوتا ہے
 شمع بھی ہے کد پہ پھول بھی ہیں کوئی ہنستا ہے کوئی روتا ہے
 درد سے موت کا مزا چکھتا جب یہ ہوتا ہے وہیں ہوتا ہے
 دل بھی کھینچتا ہے کچھ اسی جانب تیر کا رخ جدھر کو ہوتا ہے
 بہہ گیا دل بھی خون ہو ہو کر کون کس کا جہاں میں ہوتا ہے
 زخمِ دل کی طرف سے منہ پھیرا تم ستاتے ہو اور یہ روتا ہے
 ہجر کی رات کا کوئی جساگا آج پھیلا کے پاؤں سوتا ہے
 کہہ دو کہہ دو ہوا چلے تھم کر پھر مرے دل میں درد ہوتا ہے
 اُن کو جاوید آ رہی ہے ہنسی میں آچکا ہوں کون روتا ہے

— ۲۵ —

حد سے جو ضد بڑھے تو نئی بات کہیے بکھر کے زلزلتِ دن کو ابھی راستہ کہیے
 کہتے ہیں دیکھ کر مری صورت یہ اُن غمِ اب اس کے بچ کی نہ کوئی بات کہیے
 مجھ سے جدا ہیں آپ تو دیکھیں نہ آئینہ اپنے سے بھی تو ترکیبِ ملاقات کہیے
 بالکل اجل میں ہے کسی عشق کی ادا اک عمر انتظارِ ملاقات کہیے

— ۲۶ —

گٹھے بھی سوزِ غم تو بھی اثر جاتا ہے شکل سے دھواں بکھنے پہ بھی اٹھتا ہے کم کمرِ شمعِ مخلص سے
 ہے میں چارہ گرِ مضطرب زخموں کی شکل سے کہ پھاہوں کے قدم تھمتے نہیں میتابی دل سے

مجھے کیا سسٹے زینتاری نبضِ ناتواں بھائی
چلی ہے عمر بھر اور پھر وہی درسی ہنوزل سے
ابھی تربت کو کیا جلاں ابھی محشر کو کیا بھجوں
ابھی تکانس تو لیتا ہوں گے ایسا ہوں شکل سے
تسویع عشق میں در جانے دالوں کو تو مہتر ہے
تھامے ناتواں آخر میں دم توڑیگی شکل سے
وہی میں ہوں کہ کر وٹ بھی بدلتا ہوں شکل سے
یہ تیرے کہ خود اٹھ کر اٹھاؤ مجھ کو محفل سے
ہیں جتنے آبلے سینے کے اُن سب کو جلاؤ
کد سے حائس گے بچس تھے صحرائے محشر میں
تراپنے والے طائرِ دمِ کچھ حال پر اپنے
غزل کی اب بناس ظلم پر جاوید قائم ہے
نقطہ کچھ شعر بڑھ دے اور غرض بھی نہ حاصل سے

— ۱۹۶۶ء —

جو کاروان سے غصے کے ہاتھوں جدا ہوئے
گردِ اٹھ کے ڈھونڈھتی ہے کہ آخر وہ کیا ہوئے
گمروش میں ہیں ہی جو وطن سے جدا ہوئے
پہاں تھکے صورتِ بانگِ درِ اپنے
جاتا ہے اسے قنارِ تروتا بہتاکے جا
جو استخاں سپردِ کد تھے وہ کیلئے
ہے زندگی و موت میں یوں اتصال و بُعد
جیسے گلے سے آپ سے اور جدا ہوئے
وٹا بیٹا کو جلا کے نہ لاکھوں کی جان ل
حده سے نہ یوں بڑھو کہ کو ہم خدائے
لاشہ اٹھایا دفن کیا فاتحہ پڑھا
جب جان لے چکے تو بڑے باؤں ہوئے
خطِ حسین نہیں ہے یہ لوحِ مزار ہے
نیرنگ روزگارِ طلسمِ دُعا ہوئے
کستا تھا کوئی داؤد محشرِ سرگزشت
اچھا کسی کی بات سے تم کیوں خفا ہوئے
آج ابتداءِ عشق کا کچھ آگیا خیال
پرست تھے جو تیرا کسی وہ کیا ہوئے
جو صاف آٹپے تھے وہ صورتِ نمسا ہوئے
جلوہ وہ ایک بنی ہے جو سب کی نظر میں ہے

اب قبر پر پکارئے دیں گے نہ ہم جواب پہلے تھا حضور تھے اب ہم خفا ہوئے
 بجلی کو انتظار کا موقع نہ مل سکا ٹکڑے ہمارے دل کے جو بیک جا ہوئے
 جاوید مختصر ہے یہ انسانہ فراق آفت میں کھو کے دل کو نہیں بتلا ہوئے

— ❦ —

ارمانِ قتل کوئی وقت اتل نکال لے رنگِ جنا سے خونِ رگِ دل نکال لے
 بے صبر کیوں کہو اد سے بیتاب کیوں کہو حسرتِ تڑپ تپے پکے جو بس نکال لے
 راحت ہے کس کا نام اذیت ہے کس کا نام ارمان اگر نکل نہ لگیں دل نکال لے
 کہتے ہیں آبیانِ تجھے سزا ہے بے خبر کانٹے تو بیٹھ کر ہر منزل نکال لے
 گنجائش خیال تو اسے چارہ ساز ہو دو چار تیر دل سے بشکل نکال لے
 نشر کا وقت اسے کہ ملتے ہیں دنوں قبت پھرے شفق جو خونِ گدِ دل نکال لے
 شاہِ نزولِ نظر ہاراں کو دیکھ کر دل سے خیالِ دوری مثل نکال لے
 تیروں کی آگ دوڑ گئی ہے جگر تک پہلے سے کوئی جلد مرا دل نکال لے
 جاوید بیڑہ کہ کسی مھل میں دو ٹکڑی اپنی تمام عمر کا حاصل نکال لے

— ❦ —

ضعف کا زور ہے ہر روز کی بیماری سے اب تو کوٹ بھی بدلتا ہوں تو دشواری سے
 مشورہ ایسے کے وہ تربت پر مری لگتے ہیں نہیں معلوم دفاع سے کہ ستمگاری سے
 سر کا کیا ذکر بگڑ گیا نہیں اٹھنے باقی زندگی موسکے اس وقت کی بیماری سے
 میں تڑپتا ہوں تو سونے نہیں پاتا کوئی قیدِ عالم کی اوڑی ہو مری یہ ایسی سے
 گرم اشکوں نے مریے دل کی بجھائی آتش کامِ پانی کا لیا آگ کی چھکاری سے
 اپنے دامن میں چھپا لے مجھے بستر کی ٹھنکن لاغری بڑھ گئی ہے پھر کی بیماری سے

لے دفاتر کی رہ پیش ہے پہلی منزل مر کے بھی میں نہ رہا ہوں گا گرفتار ہے

— ۸۵۰ —

معین ہیں خدا کے گھر سے میرے نام کے گھر کا
 سن کچھ غصے تیرے ان سے کہا کچھ غصے مجھ سے
 کسی نے خدا کیا صد چاک خدا کی انتہا یہ ہے
 اسروں کے ترپنے پر دل مٹا دے مفسد
 کہیں جاوے گا دست طلب بھی بڑھنے والا ہو
 خدا کی راہ میں یہ دہلی ناکا کے گھر سے

— ۸۵۱ —

یہی نیزنگ عالم اک ذاک دل کا م آتے
 اگر دیکھوں تو آفت ہونہ دیکھوں قیامت
 ملے جاتے ہیں زخم دل کے سب نے ہٹانے
 بڑی فتنے ہے یہ سیری ساتھ ہے جس کا قیامت
 ابھی تک میری رگ رگ میں کسی کا درد باقی تھا
 یہ کیا ہے ایک ہی گردن پہ خوں سدا رنگ کا
 نفس پھر کر نہ آئے اور نہ بغضیں اب اکٹھوں
 ابھی کل صبح جس کی ملگنی تھی صبح عشر سے
 اجل سے میں برا سمجھوں کیوں ہیں نا توانی کہ
 نہیں ہوتا نہیں ہوتا ہے احساس غم دنیا
 یہی جیب دو بڑھ جاتا ہے یہی سکھ کا ہے

بے ہمتوں کے جادید لیکن شکر ہے تیرا

دوران دوست دشمن پر بھارا نام آتا ہے

— ۵۲ —

قیبوں کا یوں بھی کہا ہو رہا ہے کسی پر کوئی پھر خفا ہو رہا ہے
 دمِ ذبحِ آخر یہ کیا ہو رہا ہے گلے لگے خنجرِ جدا ہو رہا ہے
 نکلتا ہے دم یا نکلتے ہیں ارماں مری بزمِ دل میں یہ کیا ہو رہا ہے
 کھد پر جو آئے ترا شدرے بچپن بچھڑنے کا میرے گلا ہو رہا ہے
 مرا دم نکلتا ہے لیکن مزے سے کوئی مسکرا کے خفا ہو رہا ہے
 کہاں میرا دامن کہاں ہاتھ اُن کا غضب ہو جو کہہ دوں یہ کیا ہو رہا ہے
 سفر میں غزلِ داہ جاوید ۱۵ کسی دوست کا یہ کہا ہو رہا ہے

— ۵۳ —

ہم حدِ سوزِ قلبِ دجگر کو بھی رو لے انگٹے ڈویہ تھے جو لہو میں ڈبو لے
 اب کیا کسی کی جان ہی لے گا فراقِ دست رونے پہ اختیار تھا اک عمر رو لے
 ہے آئینہ میں عکس اُدھر آپ اسطون اب تک حضور ایک طرف کے نہ ہو لے
 دل کی جو آگ بڑھ کے کلیجے تک آ گئی پہننے بھی احتیاط سے دہن بھگ لے
 رونے کے سلسلے میں بے اشکِ متصل رشتہ تھا ایک اور کئی موتی پر دو لے
 ہشیار ہو کے بات کریں اب تو رد و ہشتر جاگے شبِ فراق کے جی بھر سو لے
 بس مختصر یہ ہے بہت اچھی گزر گئی زخموں کی طرح گاہ بہنے گاہ رو لے
 صبحِ شبِ فراقِ قیامت سے مل گئی ہاں تھوڑی دیر ہو کے چلے سو لے
 جاوید! تم کو دستِ ناکِ عمر تک ملا تم تو کسی کے بھی نہ زانے میں ہو لے

— ۵۴ —

چہرے پہ کنجی اور کبھی زلفوں پہ نظر جائے وہ راتیں کیا رات جو اس طرح گزر جائے

جود دل پہ شبِ ہجر گزرتی ہے گزر جاکے
 اس طرح سے تڑپے کہ کھرمتے ہی جاکے
 ہاں گورِ غریباں میں وہی میری کھد ہے
 بے قصد جہاں پر وہ ستمگار ٹھہر جاکے
 امید پہ چلتا ہے زمانے کا ہر اک کام
 جس گنہِ لوحِ حشر میں بھی تم وہ کہہ کر جاکے
 اے چارہ گردِ منہ نہ مرا دیکھ کے روؤ
 دہ زخمِ کلیجے کا نہیں ہے کہ جو بھر جاکے
 ایسا بھی زمانے میں تعلق نہیں دیکھا
 جس سکت کو تم جاؤ ادھر بکنی نظر جاکے
 گھبرا کے نہ تم ہاتھ کو سینے سے ہٹاؤ
 عادتِ ستمِ مے دل کی تڑپے تو ٹھہر جاکے
 دنیا کی کوئی راہ نہیں آنکھ سے دیکھی
 جو خونِ رگوں سے نکل سکے وہ کہہ کر جاکے
 ہر دل کی کشش اپنی طرف کب سے کھینچے
 دوا لکھ کے باہر بھی وہ نکلے تو کہہ کر جاکے
 اشکوں نے لگا دی ہے کلیجے میں مے آگ
 یہ تب وہ نہیں ہے جو سینے سے اتر جائے

— ۴۵۵ —

اُن کو تو سہل ہے وہ غیر کے گھر جائیں گے
 ہم جو اُس درد سے اُنہیں گے تو کہہ کر جائیں گے
 کیا کہیں کس سے کہیں ہجر کی ایذاؤں کو
 اب اگر موت نہ آئے گی تو مڑ جائیں گے
 کس پتے سے مجھے عشرت میں وہ پہچانیں گے
 اتنی مدت میں بھی کیا زخم نہ بھر جائیں گے
 غیر کہتے ہیں ترس کھا کے مری حالت پر
 ان کو سینے سے لگاؤ نہیں مڑ جائیں گے
 ستم و جور ذرا حد سے گزرنے دیجئے
 خیر اس کام کے ہم بھی ہیں کہہ کر جائیں گے

— ۴۵۶ —

کہا جو اُس نے کہ کھیلے تو بوجہ کیا ہے
 مری زبان سے نکلا کہ فائدہ کیا ہے
 تمام ہو گئے ہم دستانِ ہو گئی ختم
 اب اور قصہٴ فرقت کی انتہا کیا ہے
 گلے سے آ کے لے وہ تو اور دل تڑپا
 بڑے دواسے تو پھر مدد کی دوا کیا ہے
 تمام عمر کے بعد آج منہ سے یہ نکلا
 تڑپ کے جہان بھی دیدیں تو فائدہ کیا ہے

حیاتِ جدید

سید ممدی میرزا جدید، جناب رقیہ کھنوی کے چھوٹے بھائی تھے۔ کھنوی کے ایک مشہور محلہ رکاب گنج دالندھی میں اپنے آبائی مسکن موسوم بہ باغِ میرِ عشق میں پیدا ہوئے اور وہیں ہمیشہ سکونت رہی۔

جناب عشق مرحوم کے ایک چھوٹے بھائی سید احمد میرزا صاحب صابر آپ کے والد تھے اور میرانیت آپ کے حقیقی نانا۔ ان دونوں مستند اہلِ کمال خاندانوں سے آتنا قریبی رشتہ ہونے کی وجہ سے فنِ شعر سے دلچسپی کوئی تعجب کی بات نہیں اس پر لاچل کا اثر اور طبیعت کا لگاؤ سونے پر ہلگے کا کام کر گیا۔ انھیں ان کے اثر نے مرثیہ کے میدان میں طبیعت کو شہزور بنایا اور دو خیال کی طرف سے مرثیہ اور غزل دونوں کی محبتِ حقہ میں آئی، چنانچہ جناب رشید اور ان کے سب بھائی یعنی سعید، حمید، مجتہد اور جدید، مرثیہ کے ساتھ ساتھ طاہر غزل کو بھی اپنے دام میں اسیر کیے رہے اور کلام کے یہ دونوں رخ اس خاندان نے نہایت واضح اور روشن کر کے پیش کیے۔

جناب رقیہ مرحوم کے علاوہ ان کے چاروں بھائی زیادہ عمر تک دنیا میں نہیں رہے اور اسی وجہ سے ان حضرات کے کلام اور ان کی فنی کاوشوں کو عام میں زیادہ شہرت نہ ہو سکی۔ تاہم جتنی محنت بھی ان حضرات نے کی اور جو خدمت بھی اپنے ذہن اور اپنی زبان کی انجام دی وہ بھلا دیے جانے کے قابل

ہرگز نہیں ہے۔

جنابِ جدید کو اُن کی زندگی نے صرف اتنا موقع دیا کہ تقریباً دن میں مرے کہہ سکے اور ایک مدرسِ حضرتِ محمدؐ بخلِ اللہ فرج کی شان میں بھی نظم کیا ہے اسکے علاوہ غزلیات وغیرہ کا کافی ذخیرہ تھا لیکن اس وقت ہم ضرورت و نفع کے پیش نظر نیز پڑھنے والوں کے حدودِ ذوق کا کانا کرتے ہوئے جس قدر مناسب معلوم ہوا صرف اوتنا ہی پیش کر رہے ہیں جس کا اختصار موجبِ ممال ہوگا نہ طولِ کلام باعثِ آزدگی۔

جنابِ جدید ایک پُرگو اور خوش گو شاعر تھے اور اس کے ساتھ ہی ساتھ بزرگوں کی تربیت کے اثر سے بے انتہا خوش اخلاق، تواضع اور متکبر مزاج بھی تھے۔ دوستوں کو نہایت عزیز رکھتے تھے اور حتی الامکان اون کو خوشنود رکھنے کی کوشش کرتے تھے۔

ماہِ رجب ۱۲۹۷ء میں اپنے مسکن مکان میں انتقال فرمایا اور اپنی خانہ دانی ہر دار و دارقِ مرغِ عشق میں دفن ہوئے۔ نہ شادی ہی ہوئی تھی نہ کوئی اولاد ہی چھوڑی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔





سید مہدی میرزا صاحب جدید
برادر رشید لکھنوی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

از کلام حضرت جدید لکھنوی

غزلیات

— (۱) —

یہ سر مرے تن پر نہیں سودا ہے کسی کا	پہلو میں یہ دل داغِ تمنا ہے کسی کا
پیرے کے چلے ہیں مجھے گول اس کی گلی سے	جو دیکھے وہ سمجھے کہ جننا ہے کسی کا
یہ سوچ کے پوچھا نہ ایذا مرے دل کو	پروردہ آغوشِ تمنا ہے کسی کا
دل اُس کو نہ دو جھکویہ سمجھاتے ہیں حباب	کیا میری طبیعت پہ اجارا ہے کسی کا
فرہاد بھی ہم عشق میں تھے تیس بھی ہم تھے	اب کوہ کسی کا ہے نہ صحرا ہے کسی کا

— (۲) —

جل گجا جسم زار کیا کہنا	آتشِ حیرتِ یار کیا کہنا
سُن کے میری وفا کو اہل وفا	کہتے ہیں بار بار کیا کہنا
سکڑوں ہو رہے ہیں دیوانے	تیرا فصلِ بہار کیا کہنا
یاد دلو ارہی ہے ہجر کی شب	تیرگیِ مزار کیا کہنا
چھوٹ کے دل سے کہہ رہا ہوں جدید	گردشِ روزگار کیا کہنا

— (۳) —

ہے عکسِ آئینہ میں رنجِ لا جواب کا	پانی میں پھول تیرا ہے گلاب کا
-----------------------------------	-------------------------------

بگڑے ہوئے ہیں عاشقِ خسارِ باغ میں
 اکیلا راج صبح ہوئی شام ہو گئی
 گلچیں نے پھول توڑ لیا ہے گلاب کا
 کیا تم نے بند کھول کے باندھا نقاب کا
 ہم انتظار کر سکیں گے جو اس کا
 پہلا ورق ہے وہ مرے غم کی کتاب کا
 تعریفِ سن کے حضرت پیغمبر کے حسن کی
 غصے میں بند کھول رہے ہیں نقاب کا

— (۴) —

بے سبب کب ہے سیرِ رقصِ بسمل دیکھنا
 آج مجھ سوزاں کے آنے سے یہ بڑھ جائے شکر
 مار ڈالے گا تراہنسِ منہ کے قاتل دیکھنا
 خود بخود جلنے لگے گی شمعِ محفل دیکھنا
 ملکِ دل جس روز سے اجڑا یہ عالم ہو گیا
 جن کو ہے شوقِ شہادت لوٹے ہیں اُن کی دل
 ہچکیاں کس طعنے لیتے ہیں بسمل دیکھنا
 امیر ہی ہو جائے گا یہ رنگِ محفل دیکھنا
 اُس کو سمجھانا بمقتل میں لاتا ہوں جدید
 رحم کرنا جب کسی کو یہ سبب بسمل دیکھنا

— (۵) —

کچھ خبر ہے خلق سے کون آج حلت کر گیا
 آج اس ظالم سے وحشت کا کہوں گا اجرا
 کل جسے زنجی کیا تھا آپ نے وہ مر گیا
 جان پر کھیلے ہوں یا سودا گیا یا سر گیا
 فکر تھی، ہے امتحانِ عشق کیا ہو دیکھئے
 اُن سے کہہ آئے کوئی جا کر کہ سونیں چین سے
 جو کیا کرتا تھا نا لے رات بھر وہ مر گیا
 یہ ہے جبکہ عشق مر گئے دل مر گیا

— (۶) —

اپنے قابو میں جو ہو جائے فنا ہو جانا
 سہل ہے پھر غمِ فرشتہ سے رہا ہو جانا

سچ یہ ہے اُن کا بگڑنا بھی مراد بیتا ہے باتوں باتوں میں قیامت ہے خفا ہوجانا
وہ یہ کہتے ہوئے آتے ہیں مری لاش کے ساتھ چاہیے حق محبت سے ادا ہو جانا
ابھی حالِ دل بیتاب بیاں کرتا ہوں خواہش وصلِ کردں مگر تو خفا ہو جانا
ہے مجھے نزع پھری جاتی ہیں دونوں آنکھیں کہیں اس وقت نہ پہلو سے جدا ہو جانا

— (۷) —

وہ عجیب طرح کی فصل تھی کہ ہمارے اُن کے ملال تھا
نہ پیام تھا نہ سلام تھا نہ جواب تھا نہ سوال تھا
ہیں جس زمانے میں دوستو سرور کا رہتا نہ کسی سے بھی
نہ نوشی تھی وصلِ حبیب کی نہ کسی طرح کا ملال تھا
جو وہ وعدے کرتے تھے جھوٹے بھی تو یہ شکل تھی دل زار کی
وہ اب آتے ہیں وہ اب آتے ہیں یہی خواب میں بھی خیال تھا
اگر ان کی دہریں دھوم تھی تو بڑی ہماری بھی فرت رتھی
جو کمال اُن کو حفا میں تھا تو وفا میں ہم کو کمال تھا
لب بام تھے جو وہ جلوہ مگر تو جدیدِ شام کو تھی سحر
مرے ماہ کو جو عروج تھا تو فلک پہ مہ کو زوال تھا

— (۸) —

ہمارے ساتھ جو ہے عشقِ نئے روشن کا ادب کے جل نہیں سکتا چراغِ مدفن کا
ابھی کیا ہے مجھے دفن پر تجاہل سے نشانِ پوچھ رہے ہیں ہر اک سے مدفن کا
جو باغِ خلد میں بوسے وفا ہوئی منظور فرشتے لگے اک بھول سیرے مدفن کا
خطا معاف کر دستِ جنوں ہے زبوں پہ نہ اب لحاظ گر بیاں کا ہے نہ دامن کا

جہدِ جاپیے یوں زندگی بسر کرنا کسی سے دوست کا شکوہ کرے نہ دشمن کا

— (۹) —

خیال زلف گیا یاد روئے یا ر آیا تمام رات ہوئی روزِ انتظار آیا
 نہ اُس گلی میں نہ گھر میں مجھے قرار آیا ہزار بار گیا اور ہزار بار آیا
 کیا ہے مجھ کو جو کشتہ کسی نے نہیں نہیں کے جو میری تیر پہ آیا وہ اشک بار آیا
 ہمارے دل میں ہے اور برق میں بتا فرق یہ بے قرار رہا اور اُسے قرار آیا
 خوشی سے کر دیا سبزِ خنجرِ قاتل یہ بوجھ اک مری گردن پہ تھا اتار آیا
 جہدِ عشق رہا مجھ کو حسبِ سبب سے کسے یقین ہوا، کس کو اعتبار آیا

— (۱۰) —

دل سے پھٹ کے یہ بیاں ہے ترے فریادی کا رنج کا لطف رہا اب نہ مزا شادی کا
 گھر سے کیا کام ہے پھرنے سے غرض رکھتے ہیں کہ طریقہ ہیں منظور ہے آزادی کا
 روزِ عشاق پہ ہوتی ہیں جفائیں تازہ آپے نام ہے روشن ستم ایجادِ دی کا
 خودِ گریہ عیش تھے، جب تک کہ نہ تھا عشقِ کلم اب غم و رنج میں ملتا ہے مزا شادی کا
 اب تو خاک اڑنے لگی کشمِ دل میں ہر سو کبھی شہرہ تھا اسی ملک کی آبادی کا

— (۱۱) —

لاش پر آئے، نہ فرقت میں تڑپنا دیکھا آج تم نے مجھے گویا بہت اچھا دیکھا
 یوں نقابِ الٹی کہ تھپکیں مری دونوں کھیں پھر تنے کے لیے پوچھتے ہیں کیا دیکھا
 راہِ رے عالمِ نیرنگ تری نیسِ رنگ صبح کو اٹھ کے نیا روزِ تماشا دیکھا
 قبر نے دس کے نشا را اپنی نکالی حسرت آج ہم نے جگر و قلب کو اک جا دیکھا
 وصل میں آ کر شرب کیا کہوں احوالِ جہدِ مجھ کو عشق آگیا جب صبح کا تارا دیکھا

— (۱۳۶) —

ہم سے آنکھوں نے سلوک اچھا کیا
خوف رسوائی سے کب نالا کیا
مجھ کو دل اور دل کو میں روکا کیا
کر دیا غش طالب دیدار کو
تیرے جلوے نے تراپردا کیا
برسوں آنکھوں سے بہا دل ہکے نول
عشق نے اک نظر سے کو دیا کیا
پھیرا میری سمت سے شرما کے منہ
راز الفت آپ نے افشا کیا
اُن سے پوچھوں گا مراد کیا کیا
جب میں پاؤں گا کسی دن خوش مزاج
کیا ضرورت تھی جو دل پیدا کیا
خالق قدرت سے کیونکر پوچھیے
لے گئے تم دل تو میں نے کیا کیا
کیا خبر کس نے کسے رسوا کیا
کیا کروں گا میں اگر لے لو گے جان
حشر جب یاں شام سے برپا کیا
ان کو مجھ سے مجھ کو اُن سے ہے گلہ
صبح کو آئی قیامت اے حبید

— (۱۳۷) —

مقام قبر کا ہم نے مترب درپایا
کبھی جہاں سے نہ اٹھیں گے اب گھراپایا
یسیج ہو آتشِ فرقت کبھی نہیں بھتی
کبھی نہ کم تجھے اے سوزشِ جگر پایا
فراقِ یار میں رویا یہ میں قیامت تک
کہ اپنے نامہ اعمال کو بھی تر پایا
عدم کے کوہِ ج میں عرصہ نہ کر سکے دم بھر
چلے گئے جو نہ ساتھی دم سحر پایا
بدن سے روح جدا ہوگئی تو کچھ بھی نہ تھا
کمالِ عشق کے فتنے کو مختصر پایا
خزاں کی فصل میں دیکھا چین کا بھال
نہ کوئی پھول نہ بلبل کا ایک پر پایا

سوائے حیدر کو آراے حبِ جیسریا

کسی کو اور نہ حامی دم سحر پایا

— (۱۴) —

درد ہے ایسا ترقی پر دلِ ناشاد کا عرش تک پہنچا ہے آواز مری فریاد کا
کس قدر عشاق کو ہے تیری روحانی کا پاس نام سب نے موت رکھا ہے تری بیدار کا
رات بھر سنتا ہے احوالِ سیرِ دم زلف گر کسی دن دمُ الجستا ہے مرے صیاد کا

— (۱۵) —

کس کا یہ دھیان لے دلِ ناشاد اگیا بیتاب کیوں ہے کون تجھے یاد اگیا
دُور سی تمام خلق سے ہے تیرے قرب میں بھولا بھول کو وہ جسے تو یاد اگیا
پیریاں میں روئے خوب جوانی کے واسطے وہ جوش وہ انگ وہ دلِ یاد اگیا

— (۱۶) —

گل سے بھی ہے نرم تر ہر اکپا کر کوئے دست یہ صیا ہے لاکھ آغیے نثار کوئے دست
کلِ بشر صدقے مانا تک میں نثار کوئے دست کس زباں سے ہو بیاں عز و وقار کوئے دست
حضرت مثنوی و عینی سے بجا ہے ہم سہری رستے میں کم نہیں طاعت گزار کوئے دست
معینِ اقدار میں پروں سے رہتے ہیں جاوید حضرت جبریلِ مبین سے مراد گزار کوئے دست
ہو گئی مائیتِ تقدیر میں گئے تھے ہم کبھی آج تک آنکھوں میں پھرتی ہے ہمار کوئے دست
اتر سکے دہن کی لہو نے کر دیا ایسا بلند جاہِ اطولی کی چوٹی سے غبار کوئے دست
مجھ کو حجابِ وطن کے چھوٹنے کا غم نہیں پر بہت یاد آ رہے ہیں غمگاہ کوئے دست
خند سے جانے کو پہلی جلدی مارنے کی طرف اے جدید زار دیکھوں گا ہمار کوئے دست

— (۱۷) —

کوئی نہ افسوس نہ فام ہے دیرانِ بہت شاید اس راہ سے گزرتے ہیں پریشان بہت
تجھ کو دانی کو اس سے نہ دانی کہ ٹھنڈے جھائے اب ہمارا دل لگا دیکھ کر ہے تیرا دل لگا بہت

اُلفتِ زلفِ زمانے کو کھرے مٹی جی
عاشقِ زلف ہے لازم ہے مجھے دل کی خبر
جمع ہو جائیں گے صحرا میں گریبانِ بہت
ہر گھڑی ہے مری آنکھوں کو تری دیکھا نوتا
رہتے ہیں رات کو ہنسا رنگہبانِ بہت
مرے دمِ حسرت دیدارِ خجلی بھی تو کیا
تیرے باتوں کے پیشتاق مرے کلانِ بہت
اور تو دل میں لیے جاتے ہیں مارِ بنِ بہت
تھا جنوں جو شہ پر اندر دستِ جنوںِ نازِ دل پر
ضعف نے بڑھ کے بچا لپے گریبانِ بہت
دل کے جانے سے جگر یوں مجھے سمجھا تا ہے
یو نہیں آباد مکاں ہوتے ہیں یرانِ بہت

— (۱۸) —

حالِ عدم کھلا نہیں اسرار کی طرح
یہ آپ کے فسراق میں پہنچی ہے کیفیت
معدوم ہو گیا کمرِ یار کی طرح
تو نے ہمارے ہی گھینِ غضب کیا
اُٹھنے میں آہ کرتے ہیں بیمار کی طرح
ہنگامِ نزع جھکو کسی کا ہے انتظار
گلشن سے مجھ کو پھینک دیا خار کی طرح
محل میں بیٹھنے کی اجازت نہیں ہیں
چپکے کھڑے ہوئے ہیں گنہگار کی طرح
دل سے گیا نہیں ہے تری دید کا خیال
مٹی کے پھوٹ جانے سے اک بات ہو گئی
دنداں چمک گئے اور شہوار کی طرح
سج ہے لالہ بھرتیا مست ہے لے جدید
چندے میں زبرد ہو گیا بیمار کی طرح

— (۱۹) —

کچھ عجیب حیرت نرا ہے داستانِ اہلِ درد
حکمِ ضبط آہ ہے ہم سانس بھی لیتے نہیں
ایک دن تو آپ بھی سنے بیانِ اہلِ درد
یہ دعا ہے دلِ بگڑے کو خدا یا عمرِ خضر
آج پورا ہوا ہے امتحانِ اہلِ درد
لے نہ جائیں عم کو باغِ دہر سے نکس طرح تھا
اب نہیں دونوں سے ہے نامِ نشانِ اہلِ درد
کوئی تو آخر ہو میر کا مدانِ اہلِ درد

یہ مہوا انجام آخر کو تھارے ظلم سے
اب تری زلفوں کی اُلفت اُتارے بڑھ گئی
موت آتی ہے نہ آپ آتے ہیں لینے کو خبر
ہے عجب تاثیر دیاں ہو گئی ہیں بستیاں
ہے تجھے ایضاً لازم سُن سکے کیونکر تجارید
ذکر جب تیرا ہو ہمراہ بیانِ اہل درد
جو نہ سُنتے تھے وہ سُنتے ہیں فغانِ اہل درد
آج تو اُلجھا ہوا پایا بیانِ اہل درد
آج کل کسی کشاکش میں ہے جانِ اہل درد
جس طرف پہنچی ہے گردِ کاروانِ اہل درد
ذکر جب تیرا ہو ہمراہ بیانِ اہل درد

— (۲۰) —

ہوا لطفِ اسیری ختم مجھ جی نالاں بہر
سحر کو میلِ جاناں گر نہ ہو تو ہاتھ کٹوا دل
کو نہ سیر کوئی کر لزلہ عالم میں آئے گا
رہے گا پاکدامنی کا شہرہ حشر تک باقی
خبر بھیلی ہے ایسی رست و حشر کی درازی کی
ترے جی کی کا کب بھلا احساں اُٹھتے ہیں
مرے گے پریش اعمال ہوگی حشر آئے گا
تم آتے ہو یقین سب کو ہوا جب ہو گئے قیدی
اُٹھا کے لاش کی ہے دوستوں نے شہنی ہم سے
جدید اچھی نہیں کوئی توقع ان جبینوں سے
جو سر ٹکرا چکا سُنھر کھدیا دیوارِ زنداں پر
اُسی نہ نہیں لے دل چو باغِ شامِ سحرِ اہل پر
زمین ہٹے لگی ہے اضطرابِ اہل زنداں پر
کہ ہونا تھی جو کچھ وہ ہو گئی پیسٹ و ملاں پر
جسے ہم دیکھتے ہیں ہاتھ رکھے ہے گریاں پر
کبھی تکیہ نہیں کرتے درو دیوارِ زنداں پر
یہ سارے معرکے ہوں گے زمین کوئے جاناں
ذرا سی روشنی دیکھی اگر دیوارِ زنداں پر
پڑا رہنے دیا ہوتا زمین کوئے جاناں پر
یہ ظالم ہی ترس کھاتے نہیں بیمارِ سحرِ اہل پر

— (۲۱) —

نقطہ یہ سوچ کے بیٹھا نہ یار کے در پر
سرک گیا جو مرے دل کے زخم کا پھا ہا
کبھی تو رزم بھی اے اضطرابِ لازم ہے
کہ لوگ رشک کریں گے مرے مقدر پر
پڑی نقابِ رُخ آفتابِ محشر پر
ہوس یہ ہے کہ ذرا لیٹ جاؤ لیٹر پر

ملی نہ ایک لمحہ کی جگہ ہمیں پس مرگ
برا ہو رشک کا یہ خط میں کر دیا تخریر
یہ اپنا جوششِ حشمت میں بھی راہِ محول
پہنچ گیا ترا سرِ کرستانِ حیدر تاک
تیرا دمِ عمر بسر کی حضور کے در پر
نگاہِ لطف نہ کرنا کہیں کبوتر پر
پھرے ہزار مگر دم لیا ترے در پر
جدید رشک ہے ہم کو ترے معتد رہ پر

— (۲۲) —

نادان ہے بتوں سے جو کوئی لگائے دل
ہوں ایک دو ملال تو جھیلے جفا سے
تدبیر اس طرح کی بتائے مجھے کوئی
مستاموں میں فنا نہ اُلفت اگر کبھی
موت آئے، پر کسی پہ اکھی نہ آئے دل
فرقت کے لاکھ غم میں کہا تاک اُٹھائے دل
دم بھر شبِ فراق میں آرام پائے دل
بے ساختہ یہ نتھ سے نکلتا ہے ہائے دل
اتنا اکوں ضرور نہ کوئی لگائے دل
رنج و ملال عشق بیاں گھر کردں تجا پر

— (۲۳) —

بلبل کی جان لے نہ کہیں آرزوئے گل
ہے کثرتِ بہارت ہر شے میں نوئے گل
صدیاوے نہ حسرتِ بلبل پہ کی نظر
جو اوس تیرے رنج کے پسینے کی پڑ گئی
آتا ہے غشِ قفس میں حبیب کی ہے بوئے گل
اب تو چین کی خاک آتی ہے بوئے گل
پھر پھر کے دھیتی ہوئی جاتی ہے بوئے گل
لے گلزارِ ڈوب گئی آبروئے گل
لیتا ہوں میں جو سانس تو آتی ہے بوئے گل
چھو لوں سے میرے داغِ جگر بڑھ گئے جوئے گل

— (۲۴) —

کیا کیا ختم اٹھائے یہ اک بیتِ ار دل
آلِ حسن اور لاکھوں کی آنکھیں خدا کی شان
اٹھتا مزا اگر مجھے ملے ہزار دل
ہو جا میں ہوشیار کہ ہے حقیر ار دل
نشد ایک عشقِ تھارا ہزار دل
یہ حاملانِ عرش سے کہہ دے کوئی ذرا

چین آئے ایک دم تجھے لے برقی کیا جمال میری طرح سے ہو جو ترا بقرار دل
 سب خون ہو گئے آنسوؤں کے ساتھ بگیا آخر اٹھا سکا نہ غم جس پر بار دل
 کوئی نہیں فناں جو کرے ساتھ لے جدید فرقت میں یاد آتا ہے بے اختیار دل

— (۲۵) —

یاد رُخ آئی مر گئے ہم دنیا سے دم سحر گئے ہم
 اُلفت کا نباہ کر گئے ہم جیتے رہیں آپ مر گئے ہم
 تقصیر ہوئی معاف کیجئے کوچے میں ذرا ٹھہر گئے ہم
 دی جان مگر کیا نہ شکوہ بیچ تو یہ ہے کام کر گئے ہم
 ہم روز کی زحمتوں سے چھوٹے ہاں جی گئے اب کہ مر گئے ہم

— (۲۶) —

ہم جو ہیں خوش غیر کو مفسرہ دل پاتے ہیں ہم اس نے خط شوق لکھا ہے مہیں جلتے ہیں ہم
 ڈوبنا تاروں کا مرقانِ سحر کا بولنا اُن کا گھر کہ یہ کہ اُٹھنا کہ اب جلتے ہیں ہم
 مجھ سے کہتی ہے شبِ فرقت میں یہ میری اجل جب کسی پرقت پڑ تلے تو کام آتم میں ہم
 جو بھی دکھا ہے مقدر میں وہ ہوتا ہے غنیمت جس طرف کھینچ لے جاتا ہے دل جلتے ہیں ہم
 موت آ جائے اگر ہم کو تو خوش ہوئی جدید اب زیادہ صدمہ فرقت گھبرائے میں ہم

— (۲۷) —

زخم میرے دل سوزاں کے سیئے جلتے ہیں جلتے جاتے ہیں وہ ٹانگے جو دیے جلتے ہیں
 اب خبر کیجئے لاشِ ٹھٹی ہے مجبور ہیں میں صبح آپ کے کوچے سے لے جاتے ہیں
 اب کو ابر بہاری سے کہ گھر کر آئے مجھ کو رونے کی اجازت دے دیتے ہیں
 رشتہ اُلفت کا رہا ٹوٹ گیا رشتہ جاں کفن اربابِ محبت کے سیئے جاتے ہیں

جان پر کہیں گئے ہیں کہ جو بجلی کو حجاب آج بازی ترسے متیاب لیے جاتے ہیں

— (۲۸) —

پشوت انتہائی جو راہِ عدم نہیں پھر کیا سبب جو قافلے دانوں میں نہیں
 اُٹھ کر تری گلی سے جو پھرتے ہیں اندر اندر شاید وہ لوگ اقفِ راہِ عدم نہیں
 پوچھنا نہ وقت کو نہ بھی لے اہل کاڑوں اب تو کوئی مافر ملکِ عدم نہیں
 ارمان میرے سن کے وہ کہتے ہیں ناز سے یہ سب خیال، خواہ اب پریشاں سے کم نہیں
 کس طرح ہو نہ شاید کہ زخمی ہے آپ کا بالبدیگی ہے زخم پہ دل کے درم نہیں
 وہ سخت جاں ہوں درجِ مجھے کر کے لکھ دو کم نہ کہہ گئے اب مرے خنجر میں دم نہیں
 جب سے گیا شبابِ شبیب رنگ ہو گیا ایسے بدل گئے ہیں کہ گویا وہ ہم نہیں
 یادوں کا حال کہہ دیا یا قتل ہو گئے یا ان کو رحم آگیا، یا آج ہم نہیں
 جو سکاے گر کوئی تو ذرا آنکھ کھول نہ اتنا بھی اب مریضِ محبت میں دم نہیں
 جتنی شکایتیں تھیں خوشی سے بدل گئیں آپ آئے پوچھنے مجھے اب کوئی غم نہیں

— (۲۹) —

سنم ایجاد جب کوئی سنم ایجاد کرتے ہیں تو ملے ہیں کفِ انوس ہم کو یاد کرتے ہیں
 قیامت کرتے ہیں لاسٹے کو اٹھواتے ہیں کوپچے ہماری خاک کو یہ آپ کیوں برباد کرتے ہیں
 رہا ہو کر بھی ہے شوقِ اہرنی اس قدر باقی بس شرب کو قریب خانہٴ ضیاء کرتے ہیں
 جہاں میں لذتِ دردِ جگر کو غیر کیا جانے یہ اُن سے پوچھئے راتوں کو جو فریاد کرتے ہیں
 اجل رتی ہو اس کو یاد جس کو وہ بلاتے ہیں جہاں کو بھول جاتا ہو جسے یاد کرتے ہیں
 سحرِ تانہ روزِ زمانہ کی ہلاکتی ہیں یادِ اریا شجائے شرب کو قیدی کو طرح فریاد کرتے ہیں
 خمِ خم سے پوچھنا ہے کوئی کیا کرتے ہو تو نہیں چٹکاتے سر پہ کتنے ہیں خدا کو یاد کرتے ہیں

﴿ ۳۰ ﴾

کچھ کچھ تیرے اندازِ پائے جاتے ہیں گناہگارِ محبت بلائے جاتے ہیں
 بنی ہے جب سے ترے تیرہ نکت کی تربت چراغِ گورغریاں بکھائے جاتے ہیں
 بہت سے لوگ فقط اس ادا پس بل ہیں وہ قتل گاہ سے تیوری چڑھائے جاتے ہیں
 فقط یہ رات کے رونے پہ فخرائے شبنم یہاں تو دن کو بھی آئندہ ہلکے جاتے ہیں
 کوئی جرحِ دل کا شمار تو کر لے یہ کیا غضب ہے کہ ٹانگے لٹکے جاتے ہیں
 یس کے بڑھ گئی ہے اور قتل کی حسرت مزارِ آپ کے در پر بنائے جاتے ہیں
 حضور ایک نظر دیکھ لیں تو بہتر ہے کہ قتل گاہ سے لاشے اٹھائے جاتے ہیں
 انہیں کی تیغ سے ہی میرے دل بجز زخمی یہی جو غیظ میں تیوری چڑھائے جاتے ہیں

﴿ ۳۱ ﴾

دل کی خواہش ہے کہ اب مجھ میں تو انائی نہ ہو آگے خود اس نے کہیں کر ڈٹ بد لوائی نہ ہو
 آپ سے پھٹ کر کیا کرتا ہوں راتوں کو دعا کوئی یا رب قبلائے درد تنہائی نہ ہو
 خود بخود کچھ ہاتھ بڑھتا ہے گریاں کی طرف لے مل وحشی کہیں فصل بہار کئی نہ ہو
 اس لیے دل لے چلا ہے آپ کی فزنت کا داغ چاہتا ہے خانہ تربت میں تنہائی نہ ہو
 نزع میں بھی وہ چلے آئیں تو برائے مہبد حالِ دل کہیں اٹھائے سے جو گولائی نہ ہو
 میرے منہ کا نہیں اس کا ہے عالم کو ملال تیرے در کے پاس تربت کی جنگ بائی نہ ہو
 بزم سے اس نے اٹھایا جب یہ ہم کہہ کر اٹھے تو سہی بوجھ سے اپنی لاش اٹھوائی نہ ہو

﴿ ۳۲ ﴾

آزمائے کوئی سوزِ عشق کی تاثیر کو آبلے پڑ جائیں گر تھپے لے مری تصویر کو
 مرگیا پر یہ گلہ ہے عاشق د لگیسہ کو تو نے مارا، غیرے سینے سے کھینچا تیر کو

ڈرتے ہیں لختِ دل سوزاں اٹھائیں کُچ
پاس لاکر ہٹا لیتے ہیں آتش گیر کو
آپ کا وحشی ابھی چاہے تو آجاتا ہے حشر
کر کے اک نالہ ہلا دے پاؤں کی زنجیر کو
تم نے خود قیدی بنایا تھا مجھے یہ پاس تھا
پاؤں سے اُتری تو سر پر رکھ لیا زنجیر کو
ہو خفا ناحق چلے آؤ گھڑی بھر کے لیے
تم بنا جاؤ مری بگڑی ہوئی تقدیر کو
سلسلہ جوشِ جنوں میں بھی نہ چھوٹا نکلا ہے
واں ہلبی زلفیں یہاں جنبش ہوئی زنجیر کو

— (۳۳) —

غیر نے اُس شوخ کے گیسو سنوارے رات کو
سانپ لٹے تا سحر دل پر ہمارے رات کو
نقصہ تھا نالہ کریں ایسا کہ ہل جائے زمیں
خوب روکا قلبِ مضطر نے ہمارے رات کو
کرو یا اندھیر تم نے چُن کے فشاں مانا میں
آسمان پر شرم سے نکلے نہ تارے رات کو
حال پر قلبِ جگر کے مجھ کو ردنا آگیا
یوں کر اہے صد کہ فرقت کے مارے رات کو
کون ہے کس سے کہیں فرقتِ یثرب کی تیر
دل ہی قابو میں نہیں ہوتا ہمارے رات کو

— (۳۴) —

کاٹے ہیں گلے بھی تری تلوار نے سر بھی
زحمت نہ ہوا قاتل تو کوئی ہاتھ ادھر بھی
ہے شام کو بھی دھیانِ ترا وقتِ سحر بھی
تو غیرتِ غور شد بھی ہے رشکِ تر بھی
اشد شباب آتے ہی بدلے ہیں یہ تیور
ملتی نہیں اب دیکھنے والوں کے نظر بھی
تھیں نزع میں کس کے لیے مضطر مری آنکھیں
یہ ہم نگہ شوقِ ادھر بھی تھی ادھر بھی
کیا بے گامرا ساتھ بھلا ابرو باری
خوش پاؤں کسی دن تو حیدر اُن سے یہ پوچھو
ہو گی نگہِ لطف کی روزِ ادھر بھی

— (۳۵) —

اُن کے در تک جب رسائی ہوگی
ختمِ راہِ سبے نوائی ہوگی

اور دردِ اوز سے پہ جائیں کیا مجال
ختم اُسی در پر گدائی ہو گئی
ہنستے ہنستے اُن کو غصہ آ گیا
باتوں باتوں میں لڑائی ہو گئی
مجرمِ لغت ہمیں ٹھہرا دیا
اُس طرف ساری خدائی ہو گئی
اُس نے جب سے آنکھ پھیری آجید
رنج و غم سے شنائی ہو گئی

— (۳۶) —

پیریاں جلد منگائے کوئی
اپنا دیوانہ بنائے کوئی
لاشِ عاشق کی تو اٹھ جائے
ابھی زُلفیں نہ بنائے کوئی
کہہ رہا ہے یہ ترا تیرنگاہ
دل مضطر کو بچائے کوئی
ہے دمِ نزع اجل آتی ہے
دو گھڑی اور نہ جائے کوئی
یوں تجھے دل میں چھپائے بھوں
لاکھ دھونڈھے پہ نہ پائے کوئی
زخمِ دل کو وہ ذرا دیکھ تو لیں
ابھی ٹانگے نہ لگائے کوئی
وہ مجھے چھوڑ گئے ہیں تنہا
اب مرے پاس نہ آئے کوئی
کیا ہوا اگرچہ کیا قتلِ حسد
اپنی آنکھیں نہ جھکائے کوئی

— (۳۷) —

اور ایسی پسند آئی ہے میری لاش اٹھانے کی
بلا میں زلفان کی لے رہی جو اُن شائے کی
نہ اٹھی آپ تکلیف میری لاش اٹھانے کی
ہو میں جب بند آنکھیں کیفیت دیکھ کر لاش کی
تھکے ہجر میں ہم کر رہے ہیں شام سے لے
زمانے میں عایں ہو رہی ہیں منید آنے کی
نزاکتِ روتی ہے رحمِ حیب تر غیب دیتا ہے
کوئی صورت نہیں بنتی مرا لاش اٹھانے کی
کئی دن ہو گئے ابر بہار آتا ہے گھر گھر کر
احازت اب ہیں بھی دیکھے آنسو بہانے کی
وہ طرب ہیں کہ اپنے بعد لپو چھی بات دشمن نے
نقبت سے کہ کجی نے خیر کی آشا سے کی

جگہ عالم کی ہے اک آنکھ کے تن پہنچ گیا اگر دل میں ہمایں ستریں سارے زمانے کی
جدید اب آپ کو محمد حسنینوں پہنچتے ہیں مناسب ہنرم کھاجائے دل کے لگانے کی

— (۳۸) —

حضور قدر ہوئی ہے پس فنا میری بھر آئے اشاب جہاں یاد کی دنا میری
پکارتا ہوا بھرتا ہوں سارے عالم میں کہ دھرمیا آپ کی سنتے نہیں صدا میری
بڑھایا ہجر میں زخم دل و جگر کا درم کہ پہلوؤں سے سینے لگی شبا میری
ملاؤ تیغ گلے سے تو سہل ہو مشکل بہانہ ڈھونڈ رہی ہے نقطہ قضا میری
ہزار شکر چلے آئے آپ کھا کے ترس قبول ہو گئی اس وقت کی دعا میری
کیا یہ ضبط کہ گھٹ گھٹ کے جان ہی شہج کوئی بتائے سنی ہوا اک صدا میری
ملی یہ فوج میں لذت کہ آگئی مجھے نیند کھلی نہ آنکھ تیرے خنجر جھنسا میری
نہ بلبلوں نے کیا گل کے عشق کا دعویٰ بندھی رہی تپن دہر میں ہوا میری
یہ دو ہیں خلق میں جن سے ہے ہولناک مراد وہ ایک شہر کا دن اور اک صدا میری
وہ ہوں ضعیف جھکا چرخ لاکھ لے دل زار کسی طرح نہ مگر سن سکا صدا میری

— (۳۹) —

مجھ بیا باں مرگ کو روئے بیا باں تو سہی بال کھولے لاش پر شام غریباں تو سہی
بعد میرے ہو جھاؤں سے پیشیاں تو سہی روئے قاتل اپنے ٹھہر پر رکھ کے داناں تو سہی
تیرے سمجھانے سے ہلتا ہے مراد ل ناصحا بیچ ڈالوں کافروں کے ہاتھ ایاں تو سہی
آہیں کرنے دو مجھے فرقت میں رونے دو مجھے ہونٹیں معلوم لطف برق دباراں تو سہی

فوج ہونے کا مزاجن کو نہیں وہ اور ہیں

قہقہہ ماروں تیرے شمشیر برآں تو سہی

— (۴۰) —

نہ رعبِ سن میں جبکہ کہیں زباں میری وہ آج اس میں گے سُسنے کو دستاں میری
تمہارے ظلم کی پھیلی ہے خلق میں یہ خبر کہ جس کو دیکھئے کتا ہے دستاں میری
زمین پہ آپ کے نقشِ قدم ہیں لاکھ جگہ بتائے کہ ہو تربت کہاں کہاں میری
تمام خلق میں مشہور ہے وفاد و جفا وہ داتا ہے تمہاری یہ دستاں میری
کیفیتِ سحرِ وصل کی نہ بھولے گی اُدھر وہ آپ کا ہنسنا اُدھر فناں میری
تمہاری حسرتِ دیدار میں یہاں آیا بتاؤ ورنہ ضرورت تھی کیا یہاں میری

— (۴۱) —

جس سے پیدا ہو ترغم و خیال اچھا ہے جو تری وجہ سے پہنچے وہ ملال اچھا ہے
مرضِ ہجر کی ہوگی نہ شکایت مجھ سے مرتے مرتے یہ کون کا مرا حال اچھا ہے
نزع میں آپ جو موجود ہیں بیمار کے پاس موت یہ کہہ پھری جاتی ہے حال اچھا ہے
دیکھیں وہ میری وفائوں کی جفا میں دیکھیں کچھ دنوں کے لیے آپ میں ملال اچھا ہے
نزع میں آئے یہ کیا بات کروں اُس کے جدید صرف اشاعے سے یہ کہتا ہوں کہ حال اچھا ہے

— (۴۲) —

آوازِ ہمِ صغیر سے دلِ بے قرار ہے ہم ہیں قفس میں باغ میں فصلِ بہار ہے
ہوتا ہے حُسنِ عشق کا دنیا میں ساتھ نام میری تنہائی تیری جفا کی پکار ہے
رحمت کی حد نہ اُس کے غضب کی ہے اتنا اس کا کوئی حساب نہ اُس کا شمار ہے
گُشتے اُٹھیں گے تیغِ توفانِ کس طرح ناحق میانِ عرصہٗ محشر پکار ہے
بھولا جدید کے وہ دل کو تو کیا گلہ تم جانتے نہ تھے کہ وہ غفلتِ شمار ہے

— (۴۳) —

چین عاشق تراکب شام و سحر لیتا ہے کروٹیں گاہ ادھر گاہ ادھر لیتا ہے
 ابد بڑھتا ہے جو دشت میں درواست جنوں ابھی دلمان قیامت کی خبر لیتا ہے
 خلعت ہے سب ترے وحشی کے لہو کی پیاسی جام نضاد مرے خون سے بھر لیتا ہے
 مجھ کو تم پوچھنے آئے تو قیامت کیا تھی ایک کی ایک زمانے میں خبر لیتا ہے
 جا کے ہر سمت مری یا س پکار آئی ہے کوئی اک درد سیدہ کی خبر لیتا ہے
 زندگی نزع کے عالم میں گزرتی ہے جدید ہچکیاں شام سے تا صبح جگر لیتا ہے

— (۴۴) —

جگہ کے محفل میں جو ہم سوختہ جاں بیٹھ گئے اس نے کہہ کر کے اٹھایا یہ کہاں بیٹھ گئے
 وہ ہیں دیکھ کے اس ناز سے محفل سے اٹھ گئے حقا کہ ہم دل بے تاب دوں بیٹھ گئے
 یوں کبھی گورنریاں پہ بٹھرتے ہی نہ تم میری تربت کا مٹانے کو نشان بیٹھ گئے
 قصہ تھا چرخ کو اکھوں سے ہلانے کا اٹھ کے متو با ترے سوختہ جاں بیٹھ گئے
 غنیمت بیکار ہے محفل سے چلے جائیں گے حال دل آپ سے کہنے کو یہاں بیٹھ گئے
 دیکھ کے در پہ ستارے کو وہ کہتے ہیں جدید یہ تو بتلائیے کپوں آپ یہاں بیٹھ گئے

— (۴۵) —

بے عرق ماتھے پگھلے رخ پہ ہیں چھوٹے چھوٹے کس کی لی ہے جان آتے ہو کے لٹوٹے چھوٹے
 روتے روتے دو دنوں آنکھوں کا یہ عالم ہو گیا جو کوئی دیکھے کہ نہیں آئے چھوٹے چھوٹے
 گو ہے کل کی بات پر معلوم ہوتا ہے مجھے ہوئی مائیت تمھاری بزم سے چھوٹے چھوٹے
 اضطراب دل پس مردن زیادہ ہو گیا یہ بتاتے ہیں مرے بند کفن ٹوٹے چھوٹے
 تا سحر فرقت میں کرتا ہوں یہ باتیں کیس کی کیوں دل بیتاب ملتے ہیں کبھی چھوٹے چھوٹے

دیکھ کا ارماں نہ نکلا گو وہ آیا لاشش پر
ہم صغیروں کو خبر دے ظلم کی صیاد کے
کس طرف جاؤں رہائی سے ہوئی تازہ فکر
لبہ میرے خوب یاران نفس رشتے جدید

دائے ناکامی کہ گمراہ رخ پہ ہیں چھوٹے ہوئے
اے صبا اے جامِ مرے بازو کے پڑوٹے ہوئے
چپکے بیٹھے ہیں در صیاد پر چھوٹے ہوئے
جس گھڑی نیچے مرے بازو کے پڑوٹے ہوئے

— (۴۶) —

کسی متاع پر ایسی کہیں نہ لوٹ پڑے
فراق میں ہوئی مہلت نہ سراٹھانے کی
کمال بے ادبی کی ہمارے نالوں نے
لیے ہے دل کو مرے اس طرح وہ بے پرواہ

حسین دل پہ مرے ہر طرف سے ٹوٹ پڑے
دلِ ملول پہ غم کے پہاڑ ٹوٹ پڑے
سنا ہے کنگرہ عرش پاک ٹوٹ پڑے
میں ڈر رہا ہوں کہیں ہاتھ سے نہ چھو پڑے

نہا جو چشم کو ساقی کی ہو گئی گردش
جدید قلبِ حزین پر نہ ہو یہ بارِ سراق

تو بادہ خواروں کے ہاتھوں سے جام چھوٹ پڑے
مجھے قبول ہے گر آسمان ٹوٹ پڑے

— (۴۷) —

دوست دنیا سے گئے رشتہ جال ٹوٹ گئے
تو کس کس نے کیا قصدِ رہائی صیاد
آج زنداں میں گئے تازہ گرفتار اتنے
بیخودی بڑھ گئی جن دم ترے کوچے سے چلے

کیوں نہ گھبراؤں کہ ہم قافہ سے چھوٹ گئے
زورِ حب بازووں کا گھٹ گیا پڑوٹ گئے
جانہ مٹنے سے سیرانِ کمن چھوٹ گئے
نہیں معلوم کہاں قلبِ جگر چھوٹ گئے

دلِ بیمار کو صحت تری فرقت میں کہاں
اے جدید آئے وہ دم بھر کو تو کیا حال کیا

آبے ہو گئے نامور اگر چھوٹ گئے
دل کی آباد جو بستی تھی اُسے لوٹ گئے

— (۴۸) —

اس تمنا میں ہیں بس خلق سے جلتے ہوئے
دیکھ میں تم کو قیامت کی طرح آتے ہوئے

بزمِ گمانی دیکھئے میں ساتھ آیا دور تک
 آج آ نکھوں میں وہ گھر کرتے ہیں بھلے بیخاط
 یادِ چشمِ مست ساقی میں جسے غش آ گیا
 سچ یہ ہے دنیا میں رعبِ جن اس کا نام ہے
 عاشق و معشوق میں لے دل جو ہوتا ہے فرق
 بھر جانوں میں ہر اک سے پوچھتے پھرتے ہیں ہم
 اتنا ہے ہر طرف صحرا کے پتھر مرنے میں
 میں ہوا دیوانہ اور افسوس ان کو بھی رہا
 جس کو دیکھا آپ کے در کی طرف کتے ہوئے
 جن کو شرم آتی تھی کل تک سامنے کتے ہوئے
 حشر تک دیکھا نہ اس کو ہوش میں کتے ہوئے
 لوگ جلتے ہیں ترے کوچے میں قہراتے ہوئے
 زندگی میں پھر کبھی کچھ ہے دل جلتے ہوئے
 دل کو دیکھا ہے کبھی تم نے سنبھل جاتے ہوئے
 جوشِ وحشت میں پھر ہے سر کو کراتے ہوئے
 کچھ ہم اس لطف کی باتیں ہوئیں جاتے ہوئے

— ﴿۴۹﴾ —

کچھ نہ کچھ فکر ادائے رسمِ الفت چاہیئے
 جن کے دل خوش ہیں انھیں دنیا کی بات چاہیئے
 سانس بھی لینے کی لے دور فلکِ فرصت نہیں
 صنف میں وحشت کا سماں ہو سکے دشوار ہے
 ترانے میں ہمیں پہنچا رہا وہ رشک کیا فائدہ
 چاہے گر نائکے لگائے زخمِ تیغ یا ر میں
 ملکِ دل میں ہر گھڑی فریاد کا اک شور ہے
 جن میں اپنے اپنے نزع کا ہنگام ہے
 تم غزل گوئی پہ مائل ہو یہ کیا ہو لے حید
 تم کو بیمارِ محبت کی عیادت چاہیئے
 لے غمِ فرقت ہمیں نئے مصیبت چاہیئے
 روح کو تن سے نکل جانے کی ہمت چاہیئے
 تاگریاں ہاتھ لے جانے کو رت چاہیئے
 غیر کو میری طرح مرنے کی حسرت چاہیئے
 شرم کی جا ہے دلِ غیبِ غیرت چاہیئے
 نام اس سب کا میدانِ قیامت چاہیئے
 دو گھڑی سکوا ملے تم کو بھی زحمت چاہیئے
 شعر کہنے کے لیے اچھی طبیعت چاہیئے

— ﴿۵۰﴾ —

اپنے لیے ہزون میں سلسلِ بنائیں گے
 چھوٹا سا ایک اس طرح پہلے دل بنائیں گے

کس ناز سے وہ کہہ رہی ہیں کر کے لختِ لوت
لے شوقِ در پہ یار کے نقشِ قدم ہیں لاکھ
جل جل کے مر گئے ہیں ہمارے دلِ دجگو
مقتل ہم اپنے سینے کو کہتے ہیں اس لیے
دل کا رہو گانا نام شہیدوں میں حشر تک
ٹھہریں گے دل جگر نہ کہیں لے دیا رِ عشق
ہم آج ایک دل کے کئی دل بنائیں گے
کس کس مقام پر لحدِ دل بنائیں گے
دندوں کی ترتیبیں سرِ جل بنائیں گے
مقتلِ دل کو، آپ کو قاتل بنائیں گے
تربت میان کو چھت تل بنائیں گے
یہ حلقہ ہائے زلف کو منزل بنائیں گے

— (۵۱) —

ہوئی یہ کیفیت شب کو تھکائے روتے نشون سے
پریشاں ہیں گلا مجھ سخت جاں کا کٹ نہیں سکتا
تھکائے وحشیوں نے عشق کا باقی رکھا پردہ
ترے وحشی سے سارے اہل صحرا رکھتے ہی نفعت
ترا سوزاں گیا جس روزے دستور ہے بہنگ
وہ اپنی بزم سے اٹھو لے بھولے اس طرح ہم کو
ہیں کیا کام ہے ہم کشتہ تیغ تو نفل ہیں
سمجھ کر صبح سب اُتر نکل کے لٹین سے
وہ ماتھے کا پتہ پوچھتے جاتے ہیں امن سے
سمجھوں نے جان دی ننھ ڈھانپ کے کھوکھوں سے
جدھر جاتے ہیں ہم کانٹے لپٹ جاتے ہیں دہن سے
سحر کو نفل سر میں دیواں اُتھاتے گلشن سے
کوئی کاٹا اٹھا کر پھینک دے جس طرح گلشن سے
قیامت آئی سب نکلے ہیں اپنے اپنے دفن سے

— (۵۲) —

جو لوگ تھے ترے کوچ میں کل سے اُسے ہوئے
نہ کھولنا دمِ تلقین ہمارے بسندِ کفن
وہ میری قبر کو پہچانتے تو ہیں بارے
ہماری خاک سے بھی احتیاط ہے ان کو
پڑے ہیں آج وہ تیرنگاہ کھائے ہوئے
چلے ہیں گلشنِ ہستی سے ننھ چھپائے ہوئے
کہ اس طرف سے گزرتے ہیں سر جھکائے ہوئے
لحدِ سپہ آئے ہیں دامن کو وہ اُٹھائے ہوئے
کہ لوگ سب ہیں فرستے دیکھنے کو اُسے ہوئے

جدید اس کی گلی میں ذرا ٹھہر جائیں چلیں جو دستِ جنازہ مرا اٹھائے ہوئے

— پیڑ (۵۳) —

آؤ اب کون یہاں باعثِ رسوائی ہے کس سے شرماتے ہو ہیں شبِ تنہائی ہے
 بلبلیں دودھ میں گلشن سے ہمارا آئی ہے صاف ہر شاخِ جگر لالہ صحرائی ہے
 غیر پامال کریں چاہتے ہیں میں دیکھوں در پہ اس واسطے تربت مری بنوائی ہے
 دل مرا لے گئے ہیں کہتے ہیں مجھ سے ہنس کر ہم نے آج ایک نئی چیز پڑی پائی ہے
 اتنا ہو گئی اندری نراکت لے دوست گرمی جن سے رنگت تری مانو لائی ہے
 موت کے نام سے ہوتی ہے خوشی بھگو جائے اب یہ جینے سے طبیعت مری گھبرائی ہے

— پیڑ (۵۴) —

عجب اندیشہ ہوا صبح کے ہوجانے سے شمعِ رونی ہوئی نصرت ہوئی دیوانے سے
 دوستِ چپ رہو کیا فائدہ رولوانے سے دل بھر آتا ہے مرا ادب بھی سمجھانے سے
 عشقِ کامل نے مسجاکا دکھایا اعجاز نامِ اُلفت کا ہے زندہ مہرِ مرجانے سے
 قلیں فر باد نے دیکھی نہیں ایسی وحشت منزلوں بھاگ گئے آپ کے دیوانے سے
 کوئی بھی بات ہو رونے سے غرض ہے اس کو حال کیونکر کوئی پوچھے ترے دیوانے سے

— پیڑ (۵۵) —

کیا بتائیں لے غمِ فرقت وہ کیا کیا لے گئے چلتے چلتے جان لے لی دل ہمارا لے گئے
 روح کا داں کام کیا تھا تخلیقِ متطور تھا وصل کے ارماں لحد میں بھگو تنہا لے گئے
 ہم یہاں آئے عدم سے لے کے ارماں بیکا گلشنِ فانی سے وصلت کی تمنا لے گئے
 بعدِ مردن بھی نہ سر کا ایک دم پہلو سے ہاتھ عاشق کیسوی کچھ ایسی دل پہ ایذا لے گئے
 رات دن رونے میں ساری عمر بچی کٹ گئی اے فراقِ یارِ ہنسنے کی تمنا لے گئے

روتے روتے مر گئے قلب جگر اپنے جدید
ایک دم رُک جائیں آنسو یہ منالے گئے

— پیر ۵۶ —

ایسے بے رحم ہیں غصہ سے ادھر دیکھیں گے
سرتوزانہ سے اٹھایا ہے پہنچی ہے نظر
یوں نہ شرائیں گے وہ اپنی دل آزار سی
امتحان کے لیے ہر سمت سے ابر آتے ہیں
اے اس دُنت کہ جب پھر لیں آنکھیں انیس
جاتے ہیں خوش ترے عاشقِ عدم کی جانب
باغِ جنت تجھے مل جائے گا پہننے کو جدید
جب ذرا خشک مرے دیدہ تر دیکھیں گے
دل ادھر کتا ہے نہ معلوم کدھر دیکھیں گے
کچھ نورِ تم آگے گا جب دارِ غم جگر دیکھیں گے
آج ہم بھی تجھے لے دیدہ تر دیکھیں گے
آرزو تھی کہ تمہیں ایک نظر دیکھیں گے
نئی بستی نئی صحبت نئے گھر دیکھیں گے
نظرِ لطف سے شپیر اگر دیکھیں گے

— پیر ۵۷ —

چارہ گر بچنے کی بس یہ آخری تدبیر ہے
مختصر ماحول میں لکھا ہے شبِ فرقت کا حال
دیکھے کچھ بد مرے دل میں جو زخم تیرے
ایک دم بھی اپنے پہلو سے جدا کرتا نہیں
اب وہی دل سے نکالے آئے ہیں کا تیرے
تین حرفوں میں شکایتِ درد کی تحریر ہے
کس حفاظت کے مرے دل میں تمہارا تیرے



حیات دانش

حکیم مرزا غلام عباس صاحب ایک دیندار بزرگ سرزمین مرشد آباد کے رہنے والے تھے۔ کسی وجہ سے وطن ترک کر کے گھنٹوں آ بسے تھے۔ مرحوم کے متعلق زیادہ حالات معلوم نہیں ہو سکے اور شاید گھنٹوں سکونت اختیار کرنے کے بعد ان کی زندگی نے زیادہ دفائین کی۔ ۱۳۵۶ء میں خدا نے ان کو ایک بڑا کاٹھن لکھا جس کا نام قدا احمد رکھا گیا۔ اور بڑے بچے کے پیدا ہونے حکیم مرزا قدا احمد دانش کے نام سے شہرت پھیل گئی۔

حکیم دانش مرحوم نے متعلق نہایت معتبر ذرائع سے معلوم ہوا ہے آپ کی علمی استعداد نہایت بلند پایہ تھی۔ اردو، فارسی کا کیا ذکر، آپ کو عربی میں بھی کافی دخل تھا عربی زبان میں نہایت مقبول تفسیر سے آپ نے نظم نرائے جو بڑے پاس بھی موجود ہیں لیکن ان کو ہم اپنے موجودہ موضوع سے غیر ربط ہونے کی وجہ سے بیان نہیں کرنا مناسب سمجھتے تاہم وہیں دور میں تھے اور اردو غزل کا اس زمانے میں جو معیار تھا اس کے پیش نظر دانش مرحوم کو شعرا کی خدمت، اول سے علیحدہ نہیں رکھا جاسکتا دنیا میں نام و نود کے لیے بہن مخصوص اسباب کی لازمی ضرورت ہو کر تھی یہ خدمت دانش مرحوم اب سے عروج تھے اور اسی وجہ سے ان کے مرجع کے بعد ان کے ہمعصروں کے دل سے بھی ان کی یاد محو ہوتی جا رہی تھی اب امید ہے کہ چند شفیق اور کچھ دن تک مرحوم کو روشتاں کرانے میں مدد کریں گے۔

لیکن دانش مرحوم نے علم ادب کی تحصیل و تکمیل کے لیے فاضل طبیب حکیم شہ آغا اعجازیہ مفتاح مرحوم سے پوری توجہ لے کر حکیم محمد جعفر صاحب مرحوم سے کی اور دیگر علوم مختلف

صاحبانِ کمال سے حاصل کیے۔ سنا ہے کہ سرکارِ ناصر الملّت اعلیٰ اللہ مقامہ کے والد مرحوم مولوی سید حامد حسین صاحب قبلہ اعلیٰ اللہ مقامہ سے بھی کچھ تحصیلِ علم کی تھی اور سرکارِ ناصر الملّت اعلیٰ اللہ مقامہ سے خاص طور سے عقیدت رکھتے تھے اور ان کی خدمت میں زیادہ تر حاضر رہنے سے خوش ہوتے تھے۔ ایک مرتبہ جناب مرحوم کے دہاں کسی مصل میں حکیم صاحب کے قصیدے میں ایک شعر تھا۔

خیالِ حشر نہیں ظلم کرنے والوں کو طویل روزِ حسنہ باز پرس دم بھر کی
اس شعر پر سرکارِ ناصر الملّت مرحوم نے بہت تعریف کی اور حکیم صاحب مرحوم اپنے اس شعراء اس کی مدح کو تمام عمر اپنے لئے باعثِ فخر سمجھتے رہے۔

حکیم صاحب مرحوم کی طبیعت کا خاصہ تھا کہ جس شاعرے میں بُلائے جلتے تھے شرکتِ حضور کرتے تھے۔ اپنے ہم عصروں میں اپنے کمالِ فن کی جہت سے ادا سمجھے جاتے تھے اور نہایتِ عزت کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے، نیز ان کے کلام کو لوگ بڑی توجہ سے سنتے تھے۔

مرحوم نے دو ضخیم دیوان چھپنے کے لئے جمع کیے تھے لیکن امتدادِ زیادہ سے تلف ہو گئے، صرف چند پریشانِ مذاق ہم کو دستیاب ہو سکے جن کو یہاں یکجا کر دیا گیا ہے اگر انشاء اللہ کسی وقت ہ کلام ہم کو مل سکا تو ہم اس کو بھی شائع کرنے کا شرف حاصل کریں گے۔

حکیم صاحب مرحوم کی ایک جہزادی تھیں جناب کی زندگی ہی میں انتقال کر گئی تھیں اور اب صاحبِ جناح حکیم مرزا ممدی نامی باپ کے بعد صرف چند سالِ نذرہ کر رہی لکن ہونگے اب صرف ایک پوتے باقی ہیں جو گردشِ زمانہ کا شکار ہیں شعر و سخن کی طرٹ توجہ کرنے تاکہ مجبور ہیں۔

حکیم دانش مرحوم کا ذاتی بھائی لکھنؤ کے ایک محلے میدانِ المیچ خاں میں تھا جس میں مرحوم کی عمر کا ایک بڑا حصہ گزر ا اور اسی مکان میں مشائخہ میں انتقال فرمایا۔



حکیم مرزا قدا احمد صاحب
دانش لکهنوی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

جناب حکیم مزافد احمد صاحب دانش لکھنوی

غزلیات

— (۱) —

سب ستریں نکلیں جو یہ ارمان برآیا
ہر شے نظر آئی کہ مجھے تو نظر آیا
کیا حال بنایا ہے مراد دروڑوں نے
روتا ہے مجھے دیکھ کے کیوں اپنا پرآیا
میتابی فرقت میں کہیں دم نہ نکل جائے
لنہ تھم لے درد کہ منہ کو جگر آیا
بہیش ہوئے دیکھ کے کیوں جلوہ جاننا
پوچھیں گے کبھی ہوش میں کوئی اگر آیا
بس بس نہیں اب ضبط کی مجوز طاقت
دم ہونٹوں پہ لے شدتِ درد جگر آیا

— (۲) —

دل مرا میری طرح جس وقت بسل ہو گیا
کھنچ کے ابرو بھی شریکِ ناز قاتل ہو گیا
کس ادا سے تیرا رہے مرے سفاک نے
زخم کھانے میں تماشائے جہاں دل ہو گیا
کیا کہوں مبرے سووم میں خوش تھی کبھی میری دل
بھول جو اس نے اٹھایا حسرتِ دل ہو گیا
ٹھک کے بیٹھا ضعف کے میں جب چلا دو گام بھی
ہر قدم بیمار غم کو ایک منزل ہو گیا
کیا شبِ فرقت کی ایندازے سکتی میری شمع
لیجے آسان یہ بھی دنتِ شکل ہو گیا

— (۳) —

حوصلہ اتنا ترپنے کا دل سبل میں تھا
زور سیر حمی جہاں تک بازوئے قاتل میں تھا
غم کی ایذا رشک کی تکلیف فرقت کی کھٹک
ہر طرح کا درد ڈرپانے کو میرے دل میں تھا
خاک میں ہم کو ملنا تھا خرام ناز سے
اعتقاد فقہ محشر ہمارے دل میں تھا
ہاتھ کھینچا کہہ سکے یہ اپنا بقاء تہ نے قدم
کاسہ بے آب وئی پر کف سائل میں تھا
سہل سمجھے بیویر ہوا آرزوئے وصل کا
میری شکل کیونکر آسان ہو اسی شکل میں تھا

— (۴) —

راز چھپے سحر نہیں بھابھا کرنا تھا
مکان بنا کے خیالی مزار کرنا تھا
زیستِ فہر مرگ سن کے عاشق کی !
نہ بے دغا کو مرے اعتبار کرنا تھا
نمک سے پوچھ گئے آئے میں کوئے جہانناہیا
کہا کسی نہ پس وعدہ آ کے رست پر
عنا یوں کو حنفیہ کریم اے دانش

— (۵) —

شمع کیوں گریاں تھی کیوں فسرہ دل پر تھا
تندرہ کس درد کا کس سوز کا انسانہ تھا
سم آئینہ سال میں تو عجب جلوہ جانا نہ تھا
اور دل ہر بہرا اے یار کا دیوانہ تھا
قابلِ اندوس تھی آبادی اہلِ شہر
جس طرف میں دیکھتا تھا اس طرف دیر تھا
گو برا آغاز ہو انجم اچھا چاہیے
کعبہ کہتے ہیں جے پہلے ہی بُت خانہ تھا
آج تک ہم نے کسی دلسزد کو دیکھا نہیں
جس قدم متا زرم ضبط میں پروانہ تھا
اعتبار وعدہ معشوق پھر بہر وصال
و حقیقت اے دنور رشق میں دیوانہ تھا
ابتدا سے انتہائے عشق نامعلوم ہے
عاشقوں میں ایک غنچوں تھا لاوہ دیکھتے

دل مرا ہوگا اُسی سفاک کا بیا ر عشق جس کی آنکھوں میں فریبِ ز گیس تانہ تھا

— (۶) —

دم گیا جس میں بُرا نہ ہوا دل مگر دردِ آشتِ نمانہ ہوا
کیا کہیں تجھ سے تیری اُفت میں کیا ہوا اہم پر اور کیا نہ ہوا
کون سا دل ہے زیرِ گردوں جو تودہِ نادک جھٹا نہ ہوا
سب سے کرنے لگے بُرائی مسم جب جلالی سے بھی بھلا نہ ہوا
پردہ در ہے نگاہِ شوقِ مری یہ نہ کہنا کہ سامنا نہ ہوا
یاد رکھیں گے ہم قیامت تک نہ عہدہ پورا کوئی ترانہ ہوا
پاسِ پندارِ یار کی حد ہے خونِ دل کا ہوا گلانا نہ ہوا
تیر تھا وہ تری نگاہ نہ تھی دلِ لبیل سے جو جدا نہ ہوا

— (۷) —

دہشت نہ باغباں کی نہ کھٹکا ہے خار کا ہے چشمیوں کے ہاتھ میں من بہار کا
کیوں دم بھروں نہ وعدہ فراموشِ یار کا میں لطف اٹھا چکا ہوں شبِ انتظار کا
یاد آتی ہے زمانِ ولادت کی سرِ نوشت خط و کھینتا ہوں شب کی لوحِ مزار کا
مٹھ کو کلیجا آتا ہے لے ہجر کیا کہوں جو حالِ رات سے ہے دلِ بقرار کا
دل مٹھو دو گھڑی جو زمانہ وفا کرے کیا اعتبارِ زندگی ستار کا
بے ساختہ تھا رہے بھی آنسو یکِ پیرِ بی تم نے میرے سامنے میرے عدد سے بات
ہے انتہاِ غفلتِ دنیا کی غافلہ کیوں دیکھتے ہو اب مجھے نیچی نظر سے تم

دشمن ضراط سے جو گز رہا ہے مثل برق چھوٹے نہ زمین ہاتھ سے دلیل سوار کا

— (۸) —

الزام یار نے عوض خون بہا دیا دہن چھپا کے دست حنائی دکھا دیا
 ترپا کے دل کو درد کا ایسا ہے یار سے تیر نظر کو تیرے نشانہ دکھا دیا
 وعدہ خلاف یار کے آنے کا انتظار میرے اس اعتبار نے مجھ کو مٹا دیا
 بولیں نہ کب تک لے دل انڈیا پسند ہم درد فراق نے تو کلیجا پکا دیا
 دشمن طلب نہیں کسی شے کی غنی ہیں ہم سب کچھ ہمارے گھر میں ہے اللہ کا دیا

— (۹) —

رضن ہو جائے گا یا درخ جاناں کرنا حفظ منظور اگر ہے ہیں قراں کرنا
 عالم نزع میں بھی میری زباں پر ہے یہی آپ کو سہل ہو مشکل مری آساں کرنا
 میت عاشق ناشاد کے ہمراہ چلو تم کو لازم ہے کوئی کار نہایاں کرنا
 آپ کا تیر ہو یا ناک ناز و انداز چاہیے دل سے ہمیں خاطر مہاں کرنا
 رات بھر صورت شبنم نہیں تھمتے آنسو اس آیانہ فلک کو ہمیں گریاں کرنا
 عمر اظہار غم و درد میں گزری دشمنی مگر اب تک نہ چھپا ناہ و افغان کرنا

— (۱۰) —

نوح سے بھی کچھ نغزوں نیما میں طوفان دیکھنا جوش پرے گئی حسن چشم گریاں دیکھنا
 ڈر ہو خجرتھپ نہ جانے ہاتھ سے سفاک کے تو نہ قابل کی طرف لے چشم حیراں دیکھنا
 گود بانی ہو مگر تم کو تو لواتر اصول پاؤں پھیلاتے ہیں کیا کیامل میں ماراں دیکھنا
 بارگاہیں دیکھ کر شاہوں کی آنکھوں نے کہا یاد ہے ویرانی گور غریباں دیکھنا
 صدق نیت پر ہے لے دشمن مارا یا دیار و غنفل کا چاہیے خلوت میں ایساں دیکھنا

﴿ (۱۱) ﴾

دکھائے عاشق و معشوق میں تکرار ہو جانا
 کلیم اللہ نے جلوے نہ برق طور کے دیکھے
 لجا جیت کہا کرتا ہے حتم لطف کا طالب
 تعجب ہے کھٹکتا ہے زمانے کی نگاہوں میں
 مرے دل کا تھکاری آنکھ کا بیمار ہو جانا
 کبھی یہوش ہو جانا کبھی ہشیار ہو جانا
 ترے یہوش نے سیکھا انہیں ہشیار ہو جانا
 ترے بخود می عشق کی لذت نہ جانے گی

﴿ (۱۲) ﴾

شب وعدہ تو نہ آتا مجھے اضطراب ہوتا
 مجھے لطف زندگی ترے بحر میں کہاں ہے
 شب وصل یہ تنہا مرے دل کو کیا ہوا ہے
 شب ہجر کی دوازی اسی حال میں گزاری
 یہ کہاں مرا مقدر کہ میں ٹھخے سے ٹھخے ملاتا
 نہ شریک درد ہوتی جو تھکاری بیوفائی
 یہ مکر ہوئی خمیدہ کہ ملا ہے سر قدم سے
 وہی خوف بیوفائی و ہجرت آنکھ موڑ لینا
 ہے کس آنکھ میں یہ قدرت کہ جمال یا زکھے

﴿ (۱۳) ﴾

تیرا ارادہ ادا تھا کچھ اور اس کے دل میں تھا
 نکل کبھی بارہ گیا مانسہ رخسار جاں گزرا
 تیرا ارادہ ادا تھا کچھ اور اس کے دل میں تھا
 نکل کبھی بارہ گیا مانسہ رخسار جاں گزرا

شمع رُخِ ضرور بار پر پردہ اندھے شام و سحر
یہ بات ہے مانی ہوئی ذات اس کی لاثانی ہوئی
انسانہ غم سُن چکے غصہ سے سر بھی جھین چکے
دیکھانہ مڑ کے پھلادھر بیتاب ہے قلبِ جگر
اے سماں یہ واقعہ پھر دور میں تیرے ہوا
لیکن کہاں اس کی خبر کوں آپ کی محفل میں تھا
کہہ کے پشیمانی ہوئی فکر حق و باطل میں تھا
مضمون کے گل چُن چکے ہم کھوکھلے جو کچھ دل میں تھا
بسمل بنانے کو مگر دمِ خنجر قاتل میں تھا
محشر یہاں تھا جا بجا دانش تری محفل میں تھا

— (۱۴) —

قصدِ مایوسان و صلت کیا کریں فریاد کا
ہے زبانِ تیغ پر کیوں غلِ مبارک باد کا
ہوں قفس میں گاہ گھسیا دے گھر میں اسیر
لے دل شیدائے عاشقِ مرحبا صدرِ مرحبا
کیوں چھپائیں عاشقِ معشوق کا راز و نیاز
کب تک لے جوشِ محبت تو لے لے گا مجھے
داورِ محشر سے میں کیا طالبِ انصاف ہوں
سُن کے دہش کی غزلِ کتا ہو نہیں سکے ڈیرِ غل
آسمان پر جائے گانا لہ دلِ ناشاد کا
پاؤں سینے پر کی سہل کے ہے جلاؤ کا
پوچھتے ہو کیا شینِ خانہ بر باد کا
بھولنے والوں میں بھی چراچاہے تیری یاد کا
تہمتے پھولوں کے شادیوں طبلِ ناشاد کا
ایک دن دامن نہ سوکھا مائلِ فریاد کا
سامنا ہے قاتلِ عالم کا دن ہے داد کا
دل دکھانے پر بھی یہ ظالم ہے خوابِ یاد کا

— (۱۵) —

شبِ فرقت زیادہ حد سے لے دردِ جگر ہونا
تریا بے ہمتانی سے فلاک کی کج ادائی سے
ہوائے میں بہت آنکھوں سے آنسو سرمِ عصیا میں
پریشاں ہوئے گلشن میں ورق پھولوں کے پھیلے ہیں
ابھی تو رات باقی ہے کہاں جاتے ہو ہلو سے
دکھا آپ ادھر کی آج دنیا کا ادھر ہونا
بلائے جاں ہے اس عمر و دروزہ کا بسجونا
مخلِ تو ابرِ رحمت سے نہ لے دامانِ تر ہونا
مبارک ہو تمہیں اے بلبلِ بے بال و پر ہونا
مرے چاکِ گریباں کو دکھا دیتے سحر ہونا

تہ عرش بریں جو ہے اُسے دُشِ تجب ہے دل عاشق میں اُن سے بے وفا کا جلوہ گر ہوا

—*(۱۶)*—

بیاں پروانہ جانسوز سے ہے شمع محفل کا نہ لازم تھا جلانا تجھ سے عاشق کو مرے مل کا
خدا کا شکر نکلام کے ساتھ ارمانِ بسمل کا میں سمجھا تھا کہ پھر ادھپاڑے کا ہاتھ قاتل کا
نہ اُٹھانہ ادیں دیکھ کر بھی اُس تنگ کی ! اگر دردِ جگر کچھ پاس کرتا حسرتِ دل کا
جگو کو دیکھنے والوں کے منہ تک کھینچے لاتا ہے جدائی کی گھڑی ملِ مل کے رونادِ دردِ دل کا
دکھا کے جگو بولے تم اسے بھی پیار کرتے ہو جو آئینہ میں دیکھا دوسرا اپنے مقابل کا
بجز اس قاتلِ بیرحم کے دیکھے گا کیا کوئی تڑپنا قلبِ سنہرے کا پھر کنا مرغِ بسمل کا
رُلا یا شمعِ سالِ سب کو بیانِ درد نے تیرے بس اے دُشِ کد اب کچھ اور ہی ہے رنگِ محفل کا

—*(۱۷)*—

وہ دل کون سا ہے جو محزروں نہ ہوگا کسی کا کوئی مثلِ گردِ دہاں نہ ہوگا
وفا میں رقیبوں سے مجھ پر جفا میں اہو دل نہ ہوگا جگو خوں نہ ہوگا
جفا سے زیادہ ہے کہنا کسی کا لباسِ وفا مجھ پہ موزوں نہ ہوگا
گزار و شبِ وصل آرائشوں میں تمنائے دل کا مرے خوں نہ ہوگا
کیا مر کے منشاءے رازِ محبت ترا کشتہ عشقِ مہ فوں نہ ہوگا
ستائے نہ اتنا کہ میں آہ کھینچوں زینِ یہ نہ ہوگی یہ گروں نہ ہوگا

—*(۱۸)*—

ناقصِ حورِ الفتِ مہِ کامل میں رہ گیا تھک کے وہی تر عشق کی منزل میں رہ گیا
ناؤں لگا بلِ اہوئے قاتل میں رہ گیا پھر مرغِ درد کی نفیسِ فل میں رہ گیا
باقی ہی نقشِ قدمِ دل میں رہ گیا ہمراہ جو کوئی کسی مشکل میں رہ گیا

موت کے بعد کا ہش درجہ بگر گئی
 موی نے آگ مانگ کے سب کو کھا دیا
 خاموش شمع ہو چکی پروانے تل چپکے
 بسل سے کچھ ٹڑپنے میں شاید کمی ہوئی
 پیکان شیریار ہو یا در دشت ہو
 انیسویں عمر بھر کے ہر آرام سے چھٹا
 اس بات کے شاردن اس نصیب کے

— (۱۹) —

پھر تاروں کو بچو میں عبت ڈھونڈتا ہوا
 اتنا تو ہوا لیس مرگ غرق عشق
 طول شب فراق کی بے چینیاں بڑھیں
 حسرت پسند دل سے گزرتا ہے خوش ہوں میں
 پروانہ تل کے شمع سے کتنا ہے وقت سوز
 محض میں غم کی بادہ نہیں خونِ دل سے کم
 کوتاہ قسمی سے زلیخا کی خوف ہے
 لے وقت بزرع تو ہی بتا کیا کریں گے ہم
 اب تو بتوں کے ظلم سلاتے ہیں قبریں
 بجایا ہے قیاسِ دہق و فریاد کا خیال

— (۲۰) —

خیال کر کے تھائل شعرا ستار تل کا
 شب فراق تڑپنا نظر میں ہے دل کا

زباں سے روز جزا نام لے کے قاتل کا
شب فراق تو کچھ ایسی سخت رہا نہ تھی
خدا گواہ ہے جو حال ہے مرے دل کا
تجھے پکاریں گے وقت آئے گا جو شکل کا
سراج بزم طرب تھا چراغِ جنسِ دل کا
خدا نگ بیٹھ کے کرتے ہیں فیصلہ دل کا
ہمارے موت مرافق ہو کر دیکھیں کس دن
تمام عمر تڑپے رہو گے اسے دانش
پڑا نہ آج بھی پورا جو ہاتھ قاتل کا

— (۲۱) —

نامہ تجھ کو بھیج کے میں درحقیقت شہاد تھا
کیوں نہ ہوتا خوف تجھ سے سخت جاں کو و نشہ
چاک کرنا کام تیرا اے ستم ایسا د تھا
شکوہ کس کا تم کیا کرتے ہو اے سناں یاد تو
دست نازک میں تمھارے خنجر فر لاد تھا
کس زباں سے میں بیاں کرتا نہیں روز جزا
آسمان کیسا اسی کا ہر ستم ایسا د تھا
آشیاں میں بھی تڑپنے کا زمانہ تھا وہی
نواں بھولا ہوا ہر واقعہ کچھ یاد تھا
جن دفوں سیری طرف سے بے خبر سیاد تھا
کیوں قلیوں میں نہ ہوئی عید مرنے کی مرے
آپ خوش تھے ہر طرف شور مبارک باد تھا
ہش مکیش کی محفل میں ہمیشہ شغل سے
زیرِ مود اُچی چرخ بے نبیاد تھا

— (۲۲) —

جانِ حزی سے ہونٹوں تک آیا نہ چلے گا
آدم کا وصلہ تھا کہ چھوڑا بہشت کو
آئی تو پھر کے ضعف کا جایا نہ جائے گا
ابو جبر تھا کہ دیکھ ہی لیں گے وہ اک نظر
کو چہ سے تیرے عاشق شیدا نہ چلے گا
قاصر رہ گوزباںِ مری اظہارِ حال میں
تیران سے کیا کہاں میں آیا یا نہ جائے گا
کیا زخمِ دل بھی اس کو دکھایا نہ چلے گا
لبو بگو کہ کہیں کہ خاکِ بے ہوشی کی بوند
تم سے اگر خزاں سپہ آئیا نہ جاسکے گا

اے دل سمجھ نکلتے ہیں یہ کس کی یاد میں نظروں سے اسنو نہ کو گرایا نہ جائے گا
ہر دم ہے یہ اشارہ تیغ نگاہ یار! دہش سے دار اس کا بچا یا نہ جاے گا

— (۲۳) —

تخت باقی ہے سکندر کا نہ منسر رہ گیا ٹھوکریں کھانے کو لیکن کا سہ سر رہ گیا
میرے گھر میں شب کو آتے آتے دلبر رہ گیا داکے ناکامی رسا ہو کر مقتدر رہ گیا
چال قاتل کی اُسے یا کوئی شایدقت فوج چلتے چلتے گردوں بسل پہ خنجر رہ گیا
نالے دواک دل سے کھینچے تھے کہ رکھا ضبط کوچہ جانوں میں برپا ہو کے محشر رہ گیا
ذبح قاتل نے کیا غیر دل کو اپنے ہاتھ سے دل ہمارا صورت بسل تڑپ کر رہ گیا
لے تپ غم چشم دشمن میں کھٹکنے کے لیے خار صحرابن کے میرا جسم لاغر رہ گیا
نامہ برکوت آئی کس جگہ پر دیکھنا جب مکان یار اے دل دو قدم بڑھ گیا
فوق ہے سب پر تجھے لے تیغ ابروئے صنم جب ہلال چرخ تجھ سے دلیں کٹ کر رہ گیا
آج پھر رم گیا قاتل کو میرے حال پر کہنیوں تانا آستینوں کو چڑھا کر رہ گیا
یلمی و معبود کی صورت قصہ افست مرا مثل افسانے کے لوگوں کی زباں پر رہ گیا
دل نہ نکلا گیسوئے جانوں سے کوش کا بھی کوچہ ظلمت پسند آیا سکندر رہ گیا

— (۲۴) —

ہو مبارک شجکلو آئینہ مری جاں دیکھنا اور ہم کو ہر سحر یہ روئے تاباں دیکھنا
نوح سے بھی کچھ فزوں دنیا میں طوفان دیکھنا جوش پر آئے گی جس دن چشم گریاں دیکھنا
ڈوبے خنجر تھپٹ نہ جائے ہاتھ سے سفاک کے تو نہ قاتل کی طرف لے چشم حیراں دیکھنا
و گئے ارمان بن بے سیکڑوں تیر نگاہ فرض کیا تھا تم کو زخمی دلیں پیکانی دیکھنا
گوزبانی ہو مگر تم کہ تو لو اقرار وصل یادوں پھیلانے میں کیا دلیں ارمان دیکھنا

بارگاہیں دیکھ کر شاہوں کی آنکھوں نے کہا
لے زلیخا ان نگہبانوں سے تو نے کیا کہا
لے جنوں تازہ زندگی وہ کہیں نہ زنداں میں ہے
صدقِ نیت پر ہے لے دیش ہمارا یادِ بار
یاد ہے میرانی گورِ غربیاں دیکھنا!
روئے یوسف دیکھنا یا قفلِ زنداں دیکھنا
جس کی قسمت میں نہ ہو سیرِ گشتِ دنیا دیکھنا
و غفلوں کا چاہیے خلوتِ مِلّا یا نہ دیکھنا

— (۲۵) —

گو ہوس دنیا کی تھی شاہوں کے سامانِ بیکار
ہے جنوں عشق میں ایذا کو راحت پر فروغ
منید گہری تھی کچھ ایسی خفتگانِ مستبر کی
لے دودرنگی جہاں مجھ کو خیال آیا ترا
کھینچے کئے تھے جو ناک وہی رونے لگے
مجھ کو کیا کہتے ہو تم اپنی خبر پہلے تو لو
سورہ یوسف میں ہے تصویرِ حسنِ عشق کی
اُن سے کیوں کرتے ہو تم لے و غفلو ذکرِ جنات
لے زلیخا تو نگہبانوں کو بھی تغیر دے
اتماسِ دیش گمراہ ہے لے سا لکو
مر گیا دلِ غربت گورِ غربیاں دیکھ کر
خارِ صحرَا کا خیال آیا گلستاں دیکھ کر
پھر نہ چونکے موت کا خواب پریشان دیکھ کر
گل کو خنداں دیکھ کر شبنم کو گریاں دیکھ کر
دل کے گہرے زخم میں پیوست پیکانِ بیکار
زلف کو دیکھا مرا حالِ پریشان دیکھ کر
روزِ پڑھنا چاہیے عاشق کو قرآن دیکھ کر
جو ابھی آئے ہیں رنگ کئے جاناں دیکھ کر
شکلِ یوسف دیکھتے ہیں قفلِ زنداں دیکھ کر
راہ چلنا چاہیے تاحِ امکان دیکھ کر

— (۲۶) —

خوف ہے چاک نہ ہوں راز کے داناں قاتل
خونچکاں ہاتھ میں تلوار ہے سرِ سجّ انکھیں پہ
نفسِ مقتول کوئی آکے اٹھالے جاوے
ہم سے کیا عہد یہی تھا یہی پیاں قاتل
سینہ زین گاہ ہو گہ چاک گریاں قاتل
ہم کشتِ حسرت نے رُلا یا سب کو

آرزو ہے نہ خنجر بھی تعجب کی ہے جا
دل بسل کا نکالے کوئی ارماں قاتل
پار ہو جاتی ہیں ہر دل سے کل کے ہیں
کھینچتا ہے مرے سینے سے جو پیکاں قاتل
دست نازک نے نکالے ہیں جو دو ایک کیا
دل بسل میں بہت ہیں ابھی پیکاں قاتل
دم مذبح بہ تعجیل نکلتا نہیں کیسا
حال بسل سے زیادہ ہے پریشان قاتل

— (۲۷) —

کیا ترکایت آسماں کی لے دل نالاں کریں
حسرتیں کس کی نکلتی ہیں جو ہم اماں کریں
آسماں نے متصل جامِ مئے فرقت دیئے
نقد تھا دل میں کہ تیرے پیل کا سلاں کریں
عاشقِ موشوق میں ہے فرقِ حزن و نبطا
گل کو وہ خنداں کریں شبنم کو ہم گراں کریں
سر جھکا کے ہائے کس حسرت سے کہتے ہیں اسیر
دیکھے صیاد کس دن دادِ درنداں کریں
مل چکی ہیں خاک میں جتنی امیدیں ملیں تھیں
آرزو کس چیز کی کس چیز کا ارماں کریں
طے تو ہو بھرائے غم اس آسماں کے دور میں
سیر گلزارِ طرب کیا لے دل نالاں کریں

— (۲۸) —

آہ بھی کرنے سکوں ہشاک بہا بھی نہ سکوں
غم نہ دے لے فلک اتنا کہ میں کھا بھی نہ سکوں
قابلِ گریہ ہے مضبوط کے ہاتھوں مرا حال
چار آنسو غمِ فرقت میں بہا بھی نہ سکوں
گوشِ زد کیا نہیں افسانہ حسد و آدم
اپنے کوچے سے نکالو تو پھر آ بھی نہ سکوں
شمعِ دل کو تو بنایا ہے بتوں کے غم نے
لو لگاؤں میں خدا سے تو لگا بھی نہ سکوں
دانش اس آئینہ دل کی صفا کے صدقے
میں کوئی بات بناؤں تو بنا بھی نہ سکوں

— (۲۹) —

یہ ہم سب کے میان کعبہِ بت خانہ کہتے ہیں
نہ جن کا سر میں سودا ہے میں یوں کہتے ہیں
سنو لے دے غطر جو پاک باطن میں لٹانے میں
روشنِ ستارہ ان کی ہے سخنِ زندانہ کہتے ہیں

دوم آنرہ کیا ہے آنکھ سے ڈھلنا ہے آنکھ کا
 کی فقر پہ پہنتے ہو کی جلے پر روتے ہو
 چمکتا جام دے کے دست ذہن میں کہا میں نے
 پریشانی کی حد ہے انتہا برادری دل کی
 وہ گونا گوار کھڑکے بھڑکے اس کا اور یہ کسنا
 حقیقت میں بڑی تاثیر ہے عشق حقیقی میں
 سمجھ کے کعبہ سجدے کو جھکے تھے تم تو لے دانش

جسے لبر زیاپی عمر کا پیانا کہتے ہیں
 بیان کرتے ہیں حال دل کہ ہم فنا نہ کہتے ہیں
 جہاں آج آپ بیٹھے ہیں اے میخانہ کہتے ہیں
 کہ اس معمورہ دنیا کو ہم ویرانہ کہتے ہیں
 ہماری اس ادا کو لغزش متانہ کہتے ہیں
 زبان شمع کو سوز دل پروانہ کہتے ہیں
 بھلے کو کہہ یاد دل نے اسے بت خانہ کہتے ہیں

— (۳۰) —

سنبھالے سے کہیں باغِ فرقت بھی بھلے ہیں
 نفس میں جب لے صیاد ہوں یا دشمن میں
 کہاں ہم سے سیر غم کہاں محفل حسینوں کی
 شباب لے نوجوانو حاصل عمر دور وزہ تھا
 یہ مجبوری نہیں جانتے ہیں آج ہم دانش

مریضان محبت کے مشکل دم نکلتے ہیں
 دوتا ہوں اگر ایک آنکھ سوتا سوتا نکلتے ہیں
 خوشی تیری ترے کہنے سے لے دل خیر چلے ہیں
 بہت مدت سے ہم میٹھے کف انوس قتر میں
 سحر سے شام تک جو رنگ دنیا کے ملتے ہیں!

— (۳۱) —

جب معلوم ہو پھر عشق میں مشکل کہاں
 سوچا آئی تیرے کو چے میں ہے قاتل کہاں
 رتِ فرقت میں گزاری دم نہ نکلا کیا کہیں
 ہے زمین و آسمان کا فرق حسن و عشق میں
 وصل کھا بزم میں بھی اس کی جاسکتے نہیں
 ہائے کیوں پوچھا نہ ہم نے مرتے دم فرما دے

کون ہے عشق آیا ہے ہمارا دل کہاں
 یہ تو کہہ دل کھول کے تڑپیں تے بل کہاں
 اب کسی کو منہ دکھانے کے میں ہم قابل کہاں
 شہرتِ قاتل کہاں آوازہ لے بل کہاں
 ہم سے سرگشتہ کہاں معشوق کی محفل کہاں
 پیش آئی عشق میں اسے آخر محفل مشکل کہاں

لعج جاتی ہے برائے سیر یا سوتے ہیں ہم بند رہتا ہے در زندان آب و گل کہاں

— (۳۲) —

یہ جانابِ مردن پاؤں پھیلائے سے تربت میں
نقاب اُٹھے رخِ روشن سے میرا رنگِ یوسف بھی
نہ مجھ سے پوچھ میں کیا چن رہا ہوں تیرے کچھ میں
مسافرنے گزاری راتِ آہ سرد بھر بھر کے
بنایا کس لیے تھا کیوں بگاڑا جو آپس کیوں یں
لودے اٹھ کے سوت دیکھئے صحرائے محشر کی
عیاں کرتے ہیں اس کو پنے سر پر بکدے لے نہیں
کمی تھی تنگی زنداں سے بھی دنیا کی سوت میں
گراں تر جنسِ دل لایا ہوں بازارِ محبت میں
مجھے کچھ دل کے کڑے پیش کرنا ہیں شہناز میں
ہو آج وطن کی جیب نہ پائی شامِ غربت میں
کسی مخلوق کا کیا دخل خالق کی مشیت میں
چلا ہے ہرج و مرج ویرانہ تھا راجوشِ حشمت میں
نہاں تھی جو بانیِ بندگی تختوں کی پائے منت میں

— (۳۳) —

سُن تو لو گو اسے نہ انور تھیں فرصت نہیں
جان دے دینا بہت آسان پہلے دردِ عشق
اُٹھتے ہی ساتی کی چشمِ ست کے وہ بھی اٹھا
کیا نہ رکایتِ طول کی لے جُرعہِ نشانِ بھال
جان کیا نکلی کہ نسکے دل سے اومانِ جوال
لے لے شبِ غم وہ اٹھائے ازِ فرقت کس طرح
بزمِ آرا کے کرم جو تھے یہ ان کا حال ہے
حضرتِ یوسف خدا کی شان ہے حُسنِ طبع
کامِ مئی کچھ بات ہے ہنساے فرقت نہیں
میں گزرا دل راتِ فرقت کی مری بہت نہیں
دردِ دل کو اب میں روکوں یہ مری طقت نہیں
حقِ تغیرِ محبت ہے شبِ فرقت نہیں
مرنے والے کو کوئی خواہش کوئی حسرت نہیں
سانس لینے کی بھی جس جبارِ طانت نہیں
لوگ کیسے شمعِ گریاں تک سترِ سبت نہیں
نام رکھوں یا کسی کو یہ مری عادت نہیں

— (۳۴) —

مرے حال پریشاں پر کہاں تم غور کرتے ہو مجھے تسکین دیتے ہو کہ بتیاب اور کرتے ہو

تھیں ہر زخم خداں کا دکھانا ہنس کے زیبا تھا؟ اُسے لے حضرت دل تم سگر اور کرتے ہو
ہلکے سامنے رکھتے ہو سوزا نو پہ دشمن کا کسی پر رحم کرتے ہو کسی پر جور کرتے ہو
غریب بھر جیت ہوں نہ کیونکہ سامنے میرے کبھی کچھ فکر کرتے ہو کبھی کچھ غور کرتے ہو
مجھے ڈر ہے کہیں بجلی نہ میری آہ سوزاں ہو اشارے نرم میں غیزل سے تم بے طوطہ کرتے ہو

— (۳۵) —

آزاد دل سے کوئی ایسا تو نا تو اں ہو ہر بات ناصحوں کی جس کو بہت گراں ہو
مائل کیا ہے ایسا کس کی ادا نے دل کو جو دیکھتا ہے جھکو کہتا ہے تم کہاں ہو
لا انتہا تم ہیں پیری میں آساں کے پھر تم تو لے مری جاں نام خدا جواں ہو
آئے ہو وقت آخر میٹھے ہو منہ پھیرا کے اس سے بد التفاتی جو دم کا یہاں ہو
کیونکہ نکلتی دیش اسیا وصل جاناں آخر مکان دل کا کوئی تو پاسبان ہو

— (۳۶) —

لے جنوں تیری بدولت ہو یہ حاصل مجھ کو وادی عشق میں پہنچائے مراد دل مجھ کو
آپ کے قلم و ذخار کرم کا دم حشر کسی جانب نظر آتا نہیں حاصل مجھ کو
پھیرنا تم کو نظر کا مجھے آئے دل کا جو ہے آسان تھیں ہے وہی شکل مجھ کو
تھا متادور کے میں حشر میں دین کس کا منہ چھپاتا نہ اگر دیکھ کے قاتل مجھ کو
ہائے دیدار طلب تھیں کی بربادی سے گرد حشر نظر آئی پس محل مجھ کو

— (۳۷) —

آہیں بھی کھینچنا لے بھی کر آشکارا ہو لے دل پر اس نظر سے کہ وہ بے قرار ہو
دل لے کے داغ بھی نہیں دیتے اس کے ساتھ معلوم ہو گیا مجھے مطلب کے پار ہو
بجلی کو آنکھ بھرنے نہ دیکھ اس قسم فقار ایسا نہ ہو کسی کا دل بے سترار ہو

تنگ اکے داغ دل سے کہا ہجر بار میں بہتر ہے اب اسی میں کہ شمع مزار ہو
پھر دیکھ لوں میں فتنہ گری چشم یار کی میری طرف جو گردش لیل و نہار ہو

— (۳۸) —

بڑھ کے کیوں ان کو بتاتی نہیں حسرت میری پوچھتے پھرتے ہیں غیروں سے وہ زبیر میری
یاد آئے گی تجھیں دیکھ کے ہر عاشق کو ، آرزو میری ، وفا میری ، محبت میری
سُن کے تم نوحہ و گدگد حال مراد نے لگے دشمنوں نے ابھی دیکھی نہیں صورت میری
ہنس کے وہ دیتے ہیں ہر بار مجھے ساغرے گردش جام ہے یا پھرتی ہے نکت میری
ہر ادا اس کی مرے دل کو ہے پیکانِ قضا ہائے کس شوخ پہ آئی ہے طبیعت میری
اس قدر حُسن ادا نے مجھے حیران کیا آمینہ دیکھتے ہیں دیکھ کے صورت میری

— (۳۹) —

کہیں کیا جھیلے ہیں سختیاں جو جو زمانے کی نہ دہ لینے کی فرصت ہے نہ ہمت لڑھکانے کی
کہاں تک اتنا غم بڑھ گیا کہ نہیں سکتا شروعِ عشق سے ہے ابتدا میرے فانی کی
بجائے لہ زانی تیری بیا ربخت سے کہاں طاقت ہے مجھ سے ناتواں میں اکھٹا کی
مجھے گھیرا ہے کن کن تلکیوں میں دور گردن نے ادھر ہے پیرِ نکت کا ادھر گردش زمانے کی
کمی دن تاک کے سینے کو تم جھوٹو تو چٹکی سے امیدیں ہیں تمھارے تیر کو دل میں چھپانے کی
چھوٹا تک بھی نہ غارت گرنے خوفِ آہ سوزاں سے نگہبانی کیا کی برق میرے آشیانے کی
سجافوں سے تری ہرقت اب اتنا ہی روتا ہوں خوشی پہلے تھی محکوم جس قدر تجھ پر دل آنے کی
پن اہل عالم دیکھتے ہیں کون ہوتی ہے ہے کیونگی ہماری اور نہ مری زمانے کی
کبھی تو بہت پہنا شاہدوں کی تم بھی آ کے رولینا اجازت ہے وفائی دے جو دوسرے نہاں کی
تھارے گلیوں کے شکبے کھلے کیا میرے ماتم میں خبر پھیلی ہے عالم میں مرے دنیا سے جانے کی

قدم چوے مرے میں کیا کہوں کس گئے آگے لگی تھی جو جبین پر خاک تیرے آستانے کی
وہ اپنے گھر سدھارے کروفر سے صبحِ فرقت کو مری تیاریاں ہونے لگیں دنیا سے جانے کی
فراقِ روحِ دین کا مرحلہ شوارقِ قادش دمِ آخر مدِ میری مرے شکل کشا نے کی

— (۴۰) —

وہ بھی شاید گیسوئے یلی کی سودائی ہوئی روح نکلی قیس کی قالبِ گھبرائی ہوئی
کیا ہوائے سوزِ پردہ اندھ میانِ بزم ہے شمع کی تو بن گئی ہے آنکھِ شرابی ہوئی
شکلِ میخواری میں ہوں سرگرم تم سے بادہ نوش ہر طرف ہے اس کی جست گھٹا چھائی ہوئی
کہہ کے یہ تمثیل لگا یا فرقِ پُرسر ہاؤ نے کیوں نفیب دشناں ہوتی مری آئی ہوئی
پوچھتا کس سے تریبِ نزعِ حالِ پیل کوئی آئی پھلکی بھی دمِ آخر تو گھبرائی ہوئی

— (۴۱) —

جو کلاٹے خجرتِ تلِ رگِ بگلو میسری لو کے ساتھ نکل جائے آرزو میسری
بدل گئی شبِ وصلِ منعمِ خدا کی شان مری صدا مری آوازِ گنستگو میسری
گھرا ہوا ہوں زمانے کے انقلابوں میں خبر لے لے مرے پروردگار تو میسری
خطاب ہے فلکِ کینہ و در سے شبنم کا ملا دی خاک میں موتی سی آبرو میسری
قیامت آئے یہ دونوں اگر بدل جائیں جفا کی عادتِ ظالم و فاکِ نحو میسری
تلاشِ محکو جوانی کی میسری میری کو مجھے کسی کی کسی کو ہے جستجو میسری
لحد میں جلے بدل جائے شاید لے دانش ابھی تو قابلِ نفرت نہیں ہے بدسیری

— (۴۲) —

ایسے دم میں سر کرنے کی طاقت اگر ہوگی ہمارے ہی پھر دیوانہ نماں شکلِ درد ہوگی
جوابِ طویلِ فرقتِ خداتِ دردِ حسرتِ ہوگی نہ موت آنے کی عاشق کو نہ شبِ انشعب کی خبر ہوگی

کلمہ شہید بنیں طہر پر میں کہے جاناں میں
 نہ ہو گا حسن کو بھرا عیار عشق و دنیا میں
 مریض عشق طول ہجر سے گھبرا کے کہتا ہے
 میں ہر حسرت میں جیتا ہوں کہ بچوں جھٹکائی
 نہیں یہ رات وہ تھا مجھ کو جس کی صبح کا وحشر کا
 دکھاؤ اس لیے سال پیشانی بے وفائوں کو
 سدھاتا رہے گھر سے کہ سکونہ بالین عاشق سے
 ابھی تو وہ مری بالین پہ بیٹھے ہیں بتاؤں گا
 نہیں فرماؤ وہ شہزادوں کو کہ ہمیشہ

مہی دیکھے گا جلوہ یا رکا جس کی نظر ہوگی
 زلیخا دوست بن کر دشمن دیسٹ اگر ہوگی
 کب آئے گی قیامت کب شب غم کی سحر ہوگی
 بھلا سیدھی اڑکھالے بے وفائیری نظر ہوگی
 بلند اب کیوں تری آواز لے رہی سحر ہوگی
 کہ اندھیرے پچھیں گے نہ ان کی تہم زہر ہوگی
 اب آئیں گے ترے مرنے کی جب ہم کو خبر ہوگی
 ضرورت جب ترے اٹھنے کی لے دو جب گر ہوگی
 ہم ان مریعات عشق کی کس طرح سر ہوگی

— (۴۳) —

زمانہ ہو گیا نالوں سے التجا کرتے
 کسی طرح نہیں کتنی شب فراق لے دل
 او میر جگہ ہوا بسل اُدھر نگاہ پھری
 چلے تو آئے ہو ہاتھوں سے دل کو تھامے تم
 وہ بار بار کیا مجھ سے کہتے ہیں شب وصل
 ستا نہ اس قید کے درد ہجر یا رہ مجھے
 نکل چلا تھا تمہیں دیکھ کے یہ آہ کے ساتھ
 اُدھر تو مدد دیا دیکھ اُدھر ہونی کنشش

یہ کاش دل میں کمی سنگدل کے جا کرتے
 اگرچہ مجھ کو زمانہ ہوا دھاک کرتے
 نہیں تو اور اشارے ابھی ہوا کرتے
 بتاؤ ناگہ دیکھش اب اُدھ کیا کرتے
 نہ کہ تھوڑے کا وعدہ ، تو آپ کیا کرتے
 ابھی تو رات کئی ہے خدا خدا کرتے
 نہ دل کو تھاتے ہاتھوں سے ہم تو کیا کرتے
 اب اور اشک نہ دہشت کسی کے کیا کرتے

— (۴۴) —

حسب مبارک باد دے گی دل کی بربادی مجھے
 تو سن نہ آئے گی زمانے کی کوئی ہمدادی مجھے

شاکلی انشاے غم ہو کر کے منہ ریادی مجھے درود دل کا پھینے کر تاتھا تھیں غامی مجھے
لے جنون دل دکھا الیا کوئی داوی مجھے جس سے ویرانہ نظر آئے غم آ بادوی مجھے
کو کچھ معنوق میں پہنچا کہیں نے شوق دل منزل مخصوصہ تک درکار ہے باوی مجھے
قبر میں میں بجائے دنیا کی کشاکش سے چٹھا اس کھری ٹھہرے پہلی جاہل میرا زادی مجھے
مجھ کو پائے کجا شریک حال ہر ہر درد میں جب کبھی آواز دے گا کوئی فریادی مجھے

— (۴۵) —

رنگ سے پھرتے ہیں لے آئے چھوٹے مجھے شب کو رنج پر نہ کچھ کر گئی تیرے سچوٹے مجھے
شیرینی درد دیدہ نگاہوں سے بیگ کی جان کیا یہ دہری رہنمائی میں جو ہیں قافلے لوٹے مجھے
عاشقوں کو وقتی مشقوں کا ہت اقرار صل گئے ہزاروں بار وندے کر کے دہ چھوٹے مجھے

— (۴۶) —

دولت جو ملی تھیں نہیں دلیاے دنی سے سرستہ ہی غموں کی زلیت اُسی سے
نگلی یہ چٹکنے میں صدا نگل کی کلی سے کٹانہ کبھی راز ٹھٹھٹ کو کسی سے
ہم کس سے کہیں کون سنے شیون بلبل فرصت نہیں پھللی کوئی وقت منہی سے
جو آپ کو منظور ہے مجھ کو بھی ہے منظور میں رنج سے کٹا نہیں کٹا ہوں خوشی سے
کب آئے قیامت نہیں معلوم کسی کو ، لیکن رہیں ہم منتظر وقت ابھی سے
بیشک وہ تھیں ہو وہ تھیں ہونہ تھیں ہو قربان ہوں پر کوئی سوجان سے جی سے
دن دور ہے گود صدف ویدار حسبہ کا برپا ہے قیامت کرے کو چہ میں ابھی سے
گل جو تگی شب ہجر سر شام ہی شمعیں تشبیہ نہ دول دل کی چراغ سحری سے
پوری ہے تندر دل دانش کی غم زنی جب لاش اٹھائیں مری حجاب خوشی سے

— (۴۷) —

کہتے ہیں عاشقوں سے جو دل میں مئے ہوئے
دیکھے تھمارے سبزہ خط پر مرے ہوئے
نیکے میں ہم بھی گلشنِ خلوت سے یار کے
چھیرے ہزار فرطِ لب لاکھ گدگدائے
سب دیکھتے ہیں وادِ محشر کے سامنے
اٹھنے دولاں میری جو ہونا تھا ہو چکا!
کھوئی نہ آنکھ ہم نے اسی سے میانِ قبر
رینے لگی فزارِ زمیں بھی میانِ قبر
خارِ ستم سے اپنے چھیرے بھی گھر تو کیا
اس آسمانِ دِل کو کوئی تہنیت تو دے
دُش کو گئے تم انہیں کیا وہ سنیں گے کیا

— (۴۸) —

گاہ سینے میں بول پر کبھی دم ہوتا ہے
ہر سرت سے فردِ گوہے سروِ شب و صبح
ایک قصہ ہوتا میں اس کو شاوَد میں کہوں
بند کہلتے ہیں آنکھوں کو اسیرانِ نفس
دل مرا مضطربِ لبِ لبِ شبِ غم ہوتا ہے
مگر اس سے بھی سدا صبح کو غم ہوتا ہے
تم جو باتے ہو بول پر دم ہوتا ہے
سنگِ ریت پر اگر نقشِ قدم ہوتا ہے
جب کشتہ در زندانِ ستم ہوتا ہے

— (۴۹) —

بہلِ بھولِ وقت دیدِ جو دردِ جگر اٹھے
میری نظر کے ساتھ کسی کی نظر اٹھے

کچھ اپنے دل کا حال کہا تھا مریض نے
کچھ ہو دروغِ مصلحت آئینہ ہی سہی
تم کو پکارنے نہ دیا دقتِ مرگ بھی
اک شعل ہو گیا ہے تڑپنا سراق میں
لازم ہے خوفِ آہ سے بکیں کی اے فلک
میٹھے تو اُس کی بزم میں تصویر ہو گئے
آخر نہ دیکھا جا سکا دم توڑ نامہ
دل جلوہ گاہِ یار ہے آنکھیں ہیں محدودید

— (۵۰) —

کیا ہزاروں سر سے پاتک زخمِ خنداں لے چلے
زارِ بھرا شلِ خس ہوتا ہوا ہمسرا ہے
طوقِ دہرے دہری زنجیریں تھیں دہری ٹیریاں
شمعِ روشن گل ہوئی پردانے ٹھنڈے ہو گئے
مر کے بھی ہونگے یہی چاروں عناصر ایک جا
دیکھئے ہوتا ہے افشا رازِ الفت آپ کا
عید سے بڑھ کے نہ ہو کیوں دوج پہنے کی خوشی
یاد آئے گا مجھے یہ دوست ہے میرا بہت

— (۵۱) —

اب انبی جان دے کے اٹھیں گے اگر اُٹھے
بیارِ غم کا اور اہو خشک ہو گیا
یوں تو محال ہے کہ ترے در سے سر اُٹھے
حبیبِ ہرے اُس کے پاس سے جب جاؤ گراٹھے

ہاتھوں سے دل سنبھال کے پھر بھینا پڑا
دیراں سر لے دہر کی اندر سی کشش
وہ اس طرح سے دیکھ کے زخم جگر اٹھے
دل تو نہ چاہتا تھا کہ اُنھیں مگر اٹھے
بہوصلت اگر تو حجاب نظر اٹھے
بستر جو رکھ کے دوش پہ شوریدہ سر اٹھے
اب ہم بھی دیکھیں حضرت موسیٰ نظر اٹھے
میت مریض ہجر کی دقت سحر اٹھے
قدموں کو چومنے لگی بڑھ کر رہ مراد
کیا ہو گئی وہ حسرت دید جمال دوست
حسرت تھی اس کو ختم شب انتظار کی

— (۵۲) —

یہی کہنا سوے بت خانہ سے آشام آتا ہے
کبھی اُن سے جو عرضِ حال کا ہنگام آتا ہے
خیال تو بجا آتا ہے نظر جب جام آتا ہے
خیال نامرادی لے دلِ ناکام آتا ہے
زباں پر بے قراری میں خدا کا نام آتا ہے
ترس قائل کو آتا ہے ہمیں اگر ام آتا ہے
وہ ہم سے بڑھ کے ملنے کو اگر دو گام آتا ہے
نراکت روکتی ہے ناز کی گرتی ہے قدموں پر

حیاتِ رضا

عالمِ جناب مولوی برکت اللہ صاحب التخصیہ رضا اہلایان فرنگی محل سے گذرے ہیں آپ کے پدر بزرگوار کا نام نامی مولوی احمد اللہ صاحب ابن مولوی نعمت اللہ صاحب سیرہ ملاسد ابن مولوی قطب الدین شہید بہاولوی تھا۔

مولوی صاحب موصوف اہل شہان ۱۲۹۳ھ میں پیدا ہوئے۔ صغریٰ کا ذکر ہے کہ آشوبِ چشم میں مبتلا ہوئے۔ علاج سے فائدہ نہ ہوا آپ کے علم محترم مآئید اللہ صاحب نے مشورہ دیا کہ اگر انگریزی تعلیم موقوف کر کے قرآن مجید حفظ کرایا جائے تو صحت ممکن ہے چنانچہ اس نصیحت پر عمل کیا گیا اور مولوی صاحب موصوف کو صحت حاصل ہو گئی۔ سنا ہے کہ چار سال کی مدت میں کلام پاک حفظ ہو گیا تھا۔

مولوی صاحب موصوف نے درسیات مآئید اللہ صاحب ابن مآئید اللہ صاحب سے اور بعض کتب اپنے بڑے بھائی ملا غلط اللہ صاحب سے پڑھے تھے۔ تحصیل علم سے فراغت کے بعد مدرسہ نظامیہ (فرنگی محل) میں عربی فارسی پڑھانے کا سلسلہ جاری ہو گیا۔

مولوی صاحب موصوف کو ابتدائی سے شاعری کا بہت شوق تھا طبیعت بھی خدا نے مناسب بنائی تھی۔ ایک عرصہ تک عربی فارسی زبانوں میں شعر کہتے رہے۔ فارسی شاعری میں خواجہ عزیز الدین ناس نے جو اس زمانے کے مستند شعراء میں تھے اسلحہ کیلئے منتخب فرمایا اور اردو شاعری میں منشی امیر احمد امیر مینالی کی شاگردی سے بہرہ اندوز ہوئے۔ مولوی صاحب موصوف کا ایک اُردو دیوان جو دیوانِ رضا کے نام سے موسوم ہے

طبع ہو چکا ہے اور دوسرا دیوانِ مکمل قابلِ طبع موجود ہے جس میں سے یہ چند غزلیں گنجائش
منفحات کے کھانے سے ہم یہاں پیش کر رہے ہیں۔

مولوی صاحب موصوف کے تصنیفات و الیفات بکثرت موجود ہیں منجملہ ان کے
چند حسبِ ذیل ہیں:- حاشہ قطبی، حاشہ شرحِ سلم، حاشہ شرحِ ملا جامی، بکارِ العین
فی شہادتِ احنین، ترجمہ شرحِ میبذی ترجمہ درۃ الانصاف وغیرہ۔

پہلی جنگِ عظیم کے دوران میں حکومت نے مولوی صاحب موصوف کو کسی شہر یا
اندیشہ کی بنا پر ایک سال کے لئے براہِ کج میں نظر بند کر دیا تھا لیکن شہادتِ رنج
ہو جانے کے بعد پھر حالاتِ حب و دستور ہو گئے

مولوی صاحب موصوف کی حیات بھران کے متقدمین کو ان سے کمالِ خلوص
و عقیدت رہی اور عوام و خواص کی طرف سے جو رحمت آپ کو حاصل تھی وہ آپ کے بھرپور علمی
کی واضح دلیل ہے۔ اپنے زمانے کے اطباء میں آپ ایک نہایت ممتاز اور قابلِ قدر
ہستی تھے اور آپ کی ذات اہلِ لکھنؤ کے لئے انتہائی باعثِ فخر تھی، آپ کے محاسن و محامد
کا اثر آج تک لوگوں کے دلوں پر باقی ہے۔

مولوی صاحب موصوف نے ۱۲ ذی الحجہ ۱۳۳۲ھ میں اپنا مختصر و مدِ حیات پورا کر کے
اس عالمِ فانی سے انتقال فرمایا اور دو صاحبزادیاں اور ایک خلیفہ، الرشیدِ خباب مولوی
فرحت اللہ صاحب دامتِ افادہ اتم چھوڑے جو آج ادن کی سند کی زینت ہیں، اور
اپنے پڑا بھائی کی طرح اپنے ہمصوروں میں ایک مخصوص مرتبہ کے مالک ہیں۔ آپ ہی نے
اپنے کمزور و ناتوان سے ہماری اس دعا پر ہم کو یہ کلام مرحمت فرمایا جو نہایت فخر و نساہت
کے ساتھ ہم یہاں شائع کر رہے ہیں۔ مولوی صاحب موصوف کی کوئی تصویر موجود ہی نہیں ہے اور جب
ہم ان کا بلاگ شائع کرنے کا شرف حاصل نہ کر سکے جس کا ہمیں سخت افسوس ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

جنابِ لوی برکت اللہ صاحبِ رضا لکھنوی (فرنگی محلی)

غزلیات

— ۱ —

ہم تیرے دل نہ دیکھیں تو کیا قصور تیرا	پردوں میں آنکھ کے ہے بے پردہ نور تیرا
اوشان بے نیازی کا ہے طور تیرا	موسیٰ کو آگیا غش سنتے ہی لن ترانی
دھڑکا نہیں رہا کچھ اوشور صور تیرا	یوں قبر میں سلایا جست نے اُس کی ہم کو
پھیلایا دین جس نے نزدیک دود تیرا	یارب زیارت اُس کی ہو خواب میں میسر
جب ذکر سن لیا ہے اد برق طود تیرا	کیا کیا ٹپ گئے ہیں روشن دِلانِ عالم
بے پردہ جلوہ دیکھے مدد نشور تیرا	ہو خاتمہ رضا کا ایمان پر الٰہی

— ۲ —

دل بہل جائے گا یاں قیس سے دیوانے کا	دشتِ آبادِ لقب ہے مرے دیرانے کا
ہر ورق لوٹ رہا ہے مرے فسانے کا	مر جاوے دلِ بیتاب تر اکیا کمنا
وقت ہے اب یہ سمجھنے کا نہ سمجھانے کا	مرنے سے پاس سے اللہ مرے اٹھنا صبح
واقوید تھا گزرا ہوا بُت خانے کا	میں نے کعبہ میں بھی ڈرتے ہوئے رکھا ہر قدم

ان کو رکھنا ہی پڑا پاؤں مری تربت پر
دل مرا پھینک کے کہتا ہے وہ مخمور شباب
ابھی ہو جائے گی موت تڑپ بسل کی
دل سے لے تیر دہی اس کے نکالے تجھ کو
دل ہے ممنونِ غسلی رُخِ زیارِ رضا
رہتے جہنم ملا دیکے نکل جانے کا
قدر داں کون ہو ٹوٹے ہوئے پیانے کا
اکپ سماں تو کریں لاش کے ٹھوانے کا
رہتے جس نے بتایا تھا یہاں آنے کا
ہے لقبِ ادبی امین مرے دیرانے کا

— (۳) —

کھڑی ہے سر پہ اہل سامان ہے قاتل کا
پتہ نہیں مرے کجرام کے ساحل کا
سفر پہ کچھ حرمِ دہریہ کے نہیں موقوف
کہا ہنسی سے جو قاتل تو کھینچ لی تلوار
مقامِ امن سمجھ کر جہاں میں بھیج گیا
غریبِ بحرِ فاعسِ مری ہوئی کشتی
نئی ادا سے نزا تیر اس طرف آیا
وہاں زخمِ کجراتِ دلارہا ہے تیر
تضا بھی جس کو نہ پوچھے ترا مریض ہو وہ
ملا وہی کہ جو لکھا ہوا تھا قسمت میں
وہ مست ناز تو کیفِ نیاز ہے مجھ کو
یہ کس کی ترچھی نگاہوں کا زخم کھایا ہے
اٹھو وہ سامنے سے اک جنازہ آتا ہے
اسیرِ دمِ بلا کیوں رہیں نہ اہلِ کمال
اسی دو علم میں ہونے ہے فیصلہ دل کا
پھر کج ٹوٹ گیا کوئی اکملہ دل کا
جدھر چلا میں اُدھر سامنا تھا شکل کا
ذرا سی بات تھی اور خون ہو گیا دل کا
کہا نصیب نے کو چہ یہی ہے قاتل کا
پتہ ملا مجھے نہ پر پونج کے ساحل کا
جگر میں تیس اٹھی درد مٹ گیا دل کا
مجھے یہ ڈر ہے نہ اب رازِ فاش ہو دل کا
جے نہ کوئی سُنئے حال ہے مرے دل کا
نگاہ دیکھ کے بدلا سوالِ سائل کا
گماں ہر ایک کو ہے دوسرے پر غافل کا
رگوں سے کھینچ کے نکلتا ہے خونِ بسل کا
تھیں پہ در نہ گماں ہو گا سب کو قاتل کا
گنِ مقابلہ کرتا ہے ماہِ کامل کا

ہو میاؔ دُوب کے نیکے گا تیر پہلو سے حضور نہیں تو کبھی امتحانِ مرے دل کا
 دُئی کو بھر محبت سمجھتے ہیں عاشق پتہ ملے نہ زمانے میں جس کے ساحل کا
 وہ گالیاں بھی اگر دیں تھیں رضا سن لو لحاظ چاہیے محفل میں صدرِ محفل کا

— (۴) —

مری آنکھوں سے پوشیدہ ہے عالمِ قلبِ مضطرب کا نہیں ان پاسبانوں کو خبر کیا حال ہے گھر کا
 نہ کہو نہ بخود بخود غری طاری ہو ہنگامہ ہے محشر کا وہ باہر آ رہا ہے کوئی وہ پردہ اٹھا در کا
 نہ آنا تھا اگلے مقصد کی صورت نہ ہاتھ آیا یہ گلزارِ جہاں ہے یا جن طائوس کے پر کا
 کریں گے آہ کو جب ضبطِ ہم آئو نہ نکلیں گے لے گی حبِ ہمارے بجائے گا طوفاںِ سندر کا
 پڑے گا تہلکہ جب چار دیواری عناصر میں نہ ہوگا روکنے والا کوئی کرتے ہوئے گھر کا
 یہ کچھ اچھا نہیں معلوم ہوتا بزم میں زاہد پیسے ہم اور تم ٹھیکے ہوئے منہ دیکھو سامنے کا
 نظر آتے ہیں ٹکڑے ہر طرف ٹوٹے ہوئے دل کے مرقع سامنے آنکھوں کے ہے پھوٹے مقدر کا
 چھڑاتی ہے رفاقت موت اگر ایک دت کی لپٹ کر رو رہا ہے جسم سے ہر تارِ بستر کا

— (۵) —

شکستہ خاطرِ منین ہوں تیری عنایت کا ہوا صد پارہ بعد مرگ پتھر میری تربت کا
 زمانہ کیوں نہ قائل ہو ہمارے دل کی سوت کا اسی منزل میں آ کر قافلہ ٹھہرا ہے حسرت کا
 کلیجہ اٹھا کر ہر اٹھنے والا میری بالیں سے مرقع کھینچ کر عالم کو دکھلاتا ہے عبرت کا
 یہ سچ ہے دل لگانا حضرتِ ناصح نہیں اچھا مگر کیا کیجے جب سامنا ہوا اچھی صورت کا
 مری کشتیِ رگوں کو میرے اس بہتے ہوئوں کو پتہ تیری گلی سے پوچھ لینا تھا قیامت کا
 دو عالم سے ہوں مستثنیٰ وہ عالم ہے نگاہوں میں نہ دنیا کی مجھے پردا نہ کھٹکا ہے قیامت کا
 ہماری روح نکلی، لوگ یہ کہتے ہوئے اٹھے چراغِ اک سرج ٹھنڈا ہو گیا بزمِ محبت کا

رضا آنکھیں کھلیں اگر لحد میں ہو گیا ظاہر جے سمجھا تھا میں دنیا وہی پردہ تھا غفلت کا

— (۶) —

صحرا نہیں دیکھا ہے کہ زنداں نہیں دیکھا
 رنج پر رنجی زلفوں کو پریشاں نہیں دیکھا
 دیوانے کے بھانے کو روزِ آسا ہے ناصح
 رہ رہ سنے کوئی ہاتھ اٹھا کر مجھے کو سے
 وہ عاشق و معشوق کا ہے راز جہاں میں
 کس یاس سے کتنا بدل میں بکھا ہے سہی کچھ
 جاکر تجھیں سب کچھ سنا ہے میں حضرت و عطا
 ٹٹھ پھیر کے بیٹھو کوئی دم توڑ رہا ہے
 شکوہ نہیں کچھ آپ کا اس عہد میں ہم نے
 کل کھا کے قسم جس نے اٹھائی تھی بڑی چیز
 ہم کہتے ہیں کہنے دو مگر حضرت موسیٰ
 ادنیٰ کو رضا رتیہ اے انہیں ملتا
 کیا چھو کے تجھے زلف پریشاں نہیں دیکھا
 قرآن کا ہندو کو نگہاں نہیں دیکھا
 اس عقل کا ہم نے کوئی دن اں نہیں دیکھا
 ہنس ہنس کے کہے جاؤں میں ہاں ہاں نہیں دیکھا
 ہوتے جے عالم پر نمایاں نہیں دیکھا
 اک دل سے نکلتے ہوئے ارواں نہیں دیکھا
 پی کر بھی انھیں ہم نے پشیمان نہیں دیکھا
 کہنے کو تو ہو جائے کہ ہاں ہاں نہیں دیکھا
 پورا کوئی ہوتے ہوئے پیراں نہیں دیکھا
 کو آج وہ کہتا ہے کہ قرآن نہیں دیکھا
 تم تو نہ کہو جلوہ جاناں نہیں دیکھا
 ہوتے ہوئے دامن کو گریباں نہیں دیکھا

— (۷) —

کچھ بھی جو اثر تجھ میں لے غبط فغاں ہوتا
 فقر سے نہ کبھی کہتے اس طرح حرم والے
 دنیا سے اُسے نفرت عقبی سے پہلی کجھن
 تصویرِ تصور نے کھینچی ہے رضا دل پر
 ہر رازِ مرے دل کا خود اُن پہ عیاں ہوتا
 گرشخ مرا رہبر تا کوئے تباں ہوتا
 خلوت کا فرا حاصل ہوتا تو کہاں ہوتا
 یہ راز کسی صورت ان پر بھی عیاں ہوتا

— (۸) —

نہیچہ مقتل میں جب گردن پہ چل کر رہ گیا جوش کھا کر خونِ رگِ رگ میں اچھل کر رہ گیا
منزلِ الفت نے دونوں کو تھکایا ایک ساتھ میرا سایہ بھی مرے ہمراہ چل کر رہ گیا
بزم میں اوشنِ عاشق سوز تیری فدا کے شمعِ مہنتی ہی رہی پردہِ اس جہل کر رہ گیا
یوں نکلتا تھا نہ مٹھنی سے دلِ بیتاب کو لوقیامت ہو گئی وہ ہاتھ مل کر رہ گیا
وقتِ زمانے کی طرح سے مرے والا زرع میں اس طرف سے اس طرف کروٹ بدل کر رہ گیا
تھیں بہت کچھ جس سے وابستہ امیدیں آؤنا اُن وہ دنیا کی طرح آنکھیں بدل کر رہ گیا

— (۹) —

بام پر کربا نے رہ بے نقاب آیا نہ تھا یاں سوا نیرے پر کس دن آفتاب آیا نہ تھا
طالبِ دیدار کو موت آگئی اچھا ہوا حشر تک سوسہ گاب وہ جس کو خواب آیا نہ تھا
کچھ نہیں کھلا ایسی بقی بقی عام سوز کیوں دل سے میرے لب پہ ذکرِ منظرِ آب آیا نہ تھا
بامِ ساقی پر نہ تھا کب دہریں جامِ شراب رشک سے چکر میں کس دن آفتاب آیا نہ تھا
جس طرح آیا ہے میری آنکھ میں آنورِ رضا یوں فنا ہونے کو ساحل پر حباب آیا نہ تھا

— (۱۰) —

خوب رہ کر تجھے لے عالمِ امکاں دیکھا نہ کسی کو بھی غمِ دور و کا پرِ ساں دیکھا
واہ لے ہستی موہوم تر اکہیا کہنا جس کو دیکھا تر اثرِ مندہ جہاں دیکھا
دیکھنے کو تو زمانے میں سبھی کچھ دیکھا نہ مگر دل سے نکلتے ہوئے اراں دیکھا
لے رضا لاشِ کدھر لے کے چلے ہیں حباب مر کے دیکھا بھی تو کیا کوچہِ جانان دیکھا

— (۱۱) —

کیا بتاؤں کل کسی کی بزم سے کیونکر اٹھا دونوں ہاتھوں سے سنبھالے میں دلِ مضطرب اٹھا

ذات سے زائد ہوا کرتا ہے صناعی سے نام
 رہ گیا آئینہ اس دنیا سے اس سکنہ راٹھا
 حکم دشمن کا بھی کوئی حکم ہے جو مان لوں
 آپ خود کیئے مرے کوچے سے تو بستر اٹھ
 مر کے بھی یہ اپنا اپنا ہے مقدر لے رضا
 پھول دشمن کے لیے میرے لیے پتھر اٹھ

— (۱۲) —

عالم ہی ہے اب بھی تری جلوہ گاہ کا
 کچھ ہے اگر قصور تو اپنی نگاہ کا
 ادب بچا ہو کیوں دماغ نہ اب گدراہ کا
 خاکہ اڑا لیا مرے حال تباہ کا
 مجھ کو پتہ ملا نہ تری بارگاہ کا
 قسمت کا کچھ قصور ہے کچھ پھیراہ کا
 چھوٹا گرفتِ حشر سے یہ کہہ کے میں رضا
 خادم ہوں خادمانِ رسالت پناہ کا

— (۱۳) —

آنسو کے تو درجہ گراٹھ کھڑا ہوا
 آفت ملی جو ایک تو غم دو سرا ہوا
 افسردگی کا بعد فنا بھی رہے نشان
 رکھ دو چراغ کوئی لحد پر کھجبا ہوا
 جس پر نگاہ پڑتی ہے عالم کی یہ لہو
 کس کا کیا ہوا ہے، تنہا کیا ہوا
 یوں بھی تو سب حضور کو پہچان جائیں گے
 اٹھا اگر نہ حشر کے دن سر جھکا ہوا
 لے دل نہ عرض حال میں سے طول اس قدر
 پھر اٹھ کھڑا نہ ہو کوئی جھکڑا چکا ہوا
 رو کو زبان رو کو بہت گالیاں نہ دو
 آخر ہمارا منہ بھی نہیں ہے سیا ہوا
 انسان ہی سے ہوتی ہے دنیا میں کھل چوک
 شرم رہے ہو کیوں چونکا نہ خطا ہوا
 کہتے تھے لٹ کے آؤ گے اس بزم سے رضا
 اب تو جو اس ٹھیک ہوئے دل بجا ہوا

— (۱۴) —

ہمارا خط پڑھے وہ دلربا کیا
 مٹے تقدیر کا لکھا ہوا کیا
 نہ آئے آپ تڑپے رات بھر ہم
 مثل سچ ہے کمی کا آسرا کیا

تیری رحمت کے آگے حشر کے دن میں کیا اور یہ مرے جرم و خطا کیا
 کسی کا دل دکھانا اور بے شرم بکھرا اس پر پوچھنا آخر ہوا کیا
 سرِ محفل میں تم سے دور بیٹھوں مگر یہ بھی تو سن لوں ہے خطا کیا
 مرا خط دیکھ کر بگڑا ہے وہ بت رضا و اللہ اعلم لکھ دیا کیا

— (۱۵) —

چار کے ہاتھوں سے جب تک نہ نکالا نہ گیا تیرے کو چہ سے ترا چاہنے والا نہ گیا
 آگے زب سے ہر مری رونے سے حاصل حساب جیتے جی جب کوئی ارمان نکالا نہ گیا
 میرے مرنے کی خبر بھوٹ بھی سُن لی جو کبھی اپنے جاے میں قیوں سے سما یا نہ گیا
 انھیں باتوں سے تو جلتا ہے کلیمہ سیرا لے کے دل کتے ہو کیوں تم سے بچا یا نہ گیا
 دل بیتاب کو کس طرح سنبھالیں گے حضور آپ سے اپنا ڈھوپٹہ تو سنبھالا نہ گیا

— (۱۶) —

سرِ خاک دربار سے روٹا ٹھہرا دیکھ لو آج یہ ہوتا ہوا اور پھٹہرا
 جس طرح دل تری سُٹھی میں ہمارا ٹھہرا یوں نہ سینے میں کسی روز کلیجا ٹھہرا
 چمکیاں آپ لیے جاؤں مرے سینے میں میں کے جاؤں کہاں ہاں دلِ شیدا ٹھہرا
 انقلابِ فلکی تیرا تلون دیکھا ایک حالت پہ کسی وقت نہ سایا ٹھہرا
 ہوں وہ غم دوست کہ پھر درد کی سلی پھر کی میری آنکھوں کا جو ہوتا ہوا دریا ٹھہرا
 منتیں مان کے کاٹیں گے رضا کا لی رات صبح کے آنے کا گر شام کو وعدا ٹھہرا

— (۱۷) —

اس کو دریا ہے لقبِ دہریں دیوانے کا رستہ خضر تبا میں جسے دیوانے کا
 شوقِ مجنوں کو نہ کیوں ہو مرے افسانے کا پاس دیوانہ کیا کرتا ہے دیوانے کا

اپنی حد سے نہ بڑھائے کوئی دنیا میں قہم
 ہے یہی قول تھپکتے ہیں پیمانے کا
 شمع یہ کہہ کے جلائی نہ مری تربت پر
 مجھ کو منظور نہیں خون ہو پروانے کا
 ہوں پریشان میں خیالات پریشان کی طرح
 جمع ہونا نہیں ممکن مرے افسانے کا
 پاؤں تک گھل کے ہوئی شب کو فاش و غنا
 سرِ چڑھا خونِ عجب رنگ سے پرانے کا

— (۱۸) —

و انفس میں نہ تجھے لے لے بس نہ یاد کیا
 یہی وہ چیز تھی جس نے سب کچھ آزار دیا
 تو نے ادھولے داسے نہ کبھی یاد کیا
 مرجانِ خوب علاجِ دلِ ناشاد کیا
 پھر تصور کسی رُخ کا دلِ ناشاد کیا
 جو سبق بھول چکا تھا اُسے کیوں یاد کیا
 کھل گیا بابِ اثرِ خوابِ رہ چو بند پڑے
 دل پر درد نے منہ یاد کو فریاد کیا
 یہ مری بھول تھی بھولا ہوا تھا میں اُس پر
 جس نے بھولے سے بھی کچھ کو نہ کبھی یاد کیا
 کم نہیں عالمِ ایجاد سے دل کی دنیا
 حشر ہو گا جو اُسے آپ نے برباد کیا
 تیرا اندازِ ترحم بھی ہے صیتِ دنیا
 اور پابند ہوا وہ جسے آزار دیا
 آسمان بھی اُسے آباد نہیں کر سکتا
 تو نے ٹھوکر سے جہاں میں جسے برباد کیا
 مجھ پہ صیادِ ذرا بھی نہیں احسان ترا
 میرے آدابِ دفانے مجھے آزار دیا
 وہ بُت آنے بھی نہ پایا تھا کہ موت پہنچی
 ہائے کس وقت خدانے بھی مجھے یاد کیا
 اور بھی لاکھ بہانے تھیں مل سکتے ہیں
 اس خطا پر نہ سزا دو کہ تھیں یاد کیا
 ہر طرح ہم ہیں رضا اس کی رضا پر راہی
 اس پہ بھی شاد ہیں اُس نے ہمیں ناشاد کیا

— (۱۹) —

داماں نہیں دیکھا کہ گریباں نہیں دیکھا
 کیا دیکھنے والے نے مری جاں نہیں دیکھ
 مُستے ہیں خطا تیرِ قضا ہو نہیں سکتا
 آنکھوں سے پرانے گردشِ وراں نہیں بچھ

بُت خانہ دنیا میں بتوں سے رہے کھنچ کر
اک کھوئے ہوئے دل کی خبر کچھ نہیں ملتی
یہ مجھ سے نہ کہنا کوئی مر جائے تو جانیں
یہ کس کا لیا نام کہ اکبھر یہ مرغی نہیں
کرتے ہو باعلانِ رضا سجدے بتوں کو
یوں کھوتے کئی کو کبھی ایسا نہیں دیکھا

— (۲۰) —

مٹے خاک میں کہ ٹرپے دل بے قرار اپنا
نہ مٹائے سے مٹے گا نہ چھپائے سے چھپے گا
کہیں کس سے پھر چھپائیں جو تھیں دل کی تپا
وہ گھڑی گھڑی کہیں یہ کوئی ادرد کہ چھیرو
یہ محال ہے رضا ہے نہ عیاں ہو سوز دل کا
کبھی سنگ کے چھپائے نہ چھپا شہر اپنا

— (۲۱) —

نگو و مگر بنے گی نہ ہرگز بنائے بات
کیا یہ حکم ہے نہ ترے لب آئے بات
ہاں قتل کر کے لاش کے ٹکڑے اڑیں ضرور
کیا ان بتوں کو رام کہانی سنا میں ہم
دستور ہے ہی اگر اچھے نصیب ہوں
کہا بھی ہے عدو سے نہیں حالِ دل ضرور

— (۲۲) —

نیر کیوں ٹھپتے نہ دل میں مرے نشتر بوکر
دم دیا تھا تری پلکوں نے فسوں گر ہو کر

آئینہ ٹوٹ گیا ٹوٹ گیا جانے دو
سنگوں بیٹھنے لے جان مگر ہو کر
ہم نہ چھوڑیں گے کبھی شعلہ رُخوں کی لہفت
زندگی آگ میں کانیں گے سمندر ہو کر
خانہ غیر کے دھوکے میں وہ آئے مرے گھر
بخت جاگا بھی تو غیروں کا مقدر ہو کر
کبھی پورا نہ ہوا جو وہ ترا وعدہ ہے
جو کہا ہم نے رہا ہے وہ برابر ہو کر
نکلتی بازو کے پرچھائیں کو دیکھا نہ کرو
نہ ڈرا دیں کہیں گیسو نقیص اثر ہو کر
آتشیں رُخ کی محبت نے اثر دکھلایا
بکھتی ہے دھوپ مری قبر پہ چادر ہو کر
ہم نہ کہتے تھے کہ سیاب ہے اب دیکھ لیا
دل نہ ٹھہراتی تھی میں بھی مضطر ہو کر
کون کہتا ہے کہ ہے ترک وطن میں رحمت
مل گئے خاک میں اشک نکھسے باہر ہو کر
گزرے جو عشق میں روزانہ لکھے جاؤ رضا
پُر اثر ہو گا یہ قصہ کبھی دفتر ہو کر

— (۲۳) —

ہٹ جائے نہ کوئی یہ رہا ڈرتے خنجر
تڑپا نہ ہمارا دل مضطر تہ خنجر
دبتے جفا جو سے زمانے میں جفا جو
جنش نہیں کرتا کبھی خنجر تہ خنجر
حاسد کی زباں زخم رساں ہوتی ہو ہر
رہتے ہیں زمانے کے سخنور تہ خنجر
یہ سن کے کہ بے موت کوئی مر نہیں سکتا
آگے جان بازوؤں کو چکرتے خنجر
چھٹتے ہیں رضا خون کے فوارے رگوں سے
کس موجزنی پر ہے سمندر تہ خنجر

— (۲۴) —

دکھایا موت نے منہ خاک کوئے قافل پر
چراغ عمر ہوا گل پہنچ کے منزل پر
کیا وہ کمرنگا ہوں نے تیری محفل پر
کہ سر جھکے ہوئے ہیں سب ہاتھ میں ل پر
چھپا ہے تیر جگر میں تو کھینچنے کے لیے
دباؤ ڈال رہا ہے کوئی مرے دل پر
علاج خوب کیا مر حاجر اک اللہ
جگر میں درد تھا اور ہاتھ رکھ دیا دل پر

اُمّی کے در پہ ہے سرجو خبر نہیں لیتا اُمّی کی یاد ہے جس کی نظر نہیں دلی پر
امیر ہوں، غائب لے رضا کجیں کیونکر حسد سے ہوتے ہی ہیں عترِ ارضِ کامل پر

— (۲۵) —

صور کی طرح خدا کے لیے فریاد نہ کر حشرِ عالم میں بپائے دلِ ناشاد نہ کر
ظلمِ عشاق پہ لے عالمِ ایجاد نہ کر قیس کا نام نہ لے ماتم فریاد نہ کر
دل کے زخموں پہ نہ کما پش نہ ہو لے ظالم باغ کا ذکر مے سانے ستیاد نہ کر
حلقہ چشم سے باہر ہوئے جلّے ہیں اشک مجھ کو رسولے جہاں لے لب فریاد نہ کر
زندگی بھر جے صورت نہ دکھائی تو نے یاد اب اس کی وفا بھی ستمِ ایجاد نہ کر

— (۲۶) —

اشکِ رواں ہیں چشم سے رونے نگار دیکھ کر ارب بنے ہوئے ہیں ہم لطف بہار دیکھ کر
پھولوں پہ اوس پُر گئی سُرخ کی بہار دیکھ کر سرور میں میں گر گیا قامتِ یار دیکھ کر
نکلے تھے اپنے گھر سے ہم دل کو پکارتے ہوئے جادوہ راہ بن گئے کوچہ یار دیکھ کر
کچھ دنوں اور کر صافِ شیخ حرمِ خفا نہ ہو تو بہ کا قصد ہے گر اب کے بہار دیکھ کر
عشقِ مرزہ میں لے رضا ناپی ہر دست کی زیا پھوٹ کے آبلے بے رہ گئے خار دیکھ کر

— (۲۷) —

کیوں تعجب ہے جو سجد ہو گئے ہم دیکھ کر سکتے ہیں ہی تیری صورت اہل عالم دیکھ کر
ڈر رہے کچھ کو کہیں لینے کے دینے پڑ نہ جائیں زخم پر رکھنا مے جو آج مرہم دیکھ کر
پوچھتے ہیں اپنے بیگانے بھی کیا دیر ہے اٹھنے والی لاش کا ساماں فراہم دیکھ کر
کس سے باتیں کر رہے ہیں اک کچھ معلوم ہے اوردل میں ہورہے ہیں خوش کے ہم دیکھ کر
اس کو موت کے تو کو بچو وہ بچے تو کس طرح دم بخود بیٹھے ہوں جس کو ابنِ مرہم دیکھ کر

ہونے والی بات ہو ہی کر رہے گی لے رضا روئیں گے میت ہماری اہل عالم دیکھ کر

— ۲۸ —

کہیں بیچ گرنہ پھیر و حشر میں ہنشم گیں ہو کر نکالے تھے تمہیں نے تقرتے پردہ نشیں ہو کر
یہ بیچ ہے ہوتی ہے راجِ ہر کشتِ اہل کی جفا ہمیں رہنا پڑا دنیا میں پابند زمیں ہو کر
عبث الزام ہے ہم جیسوں کی محبت کا خدا خود مائل صورتِ صورتِ آفریں ہو کر
ہماری بے گناہی نے سرِ قتلِ ستم ڈھایا کلائی میں کمی کی تیغ لپٹی آستیں ہو کر
رضا ہوتی ہے اکثر قابلیت باعثِ نخوت صدف کو چھوڑ کر آتا ہے باہر درخیں ہو کر

— (۲۹) —

دل ہے سودائی زلف اور میں دیوانہ دل بیچ در بیچ ہو کس طرح نہ انسانہ دل
چشمِ ساقی تری فریاد کریں گے سرِ حشر لے کے ہم ہاتھ میں ٹوٹا ہوا بیاناہ دل
کھا کے موتیرنگا ہوں کے دہی تیور میں قابلِ قدر ہے یہ ہمتِ مردانہ دل
یاس دار ماں کو مرے ساتھ ہوا ہے سودا میں بیاباں کو چلا یہ سوئے ویرانہ دل
یادِ رخسار میں اتنی تو جھک پیدا ہو نحوِ کلیمہ مرے سینے میں ہو پروانہ دل
اُن کی اُنھی ہوئی زلفوں میں جگہ پائی ہے طوقِ منت کے بڑھاتا ہے وندا شانہ دل

— (۳۰) —

شانے کی طرح لکھیں گے زلفِ رسا سے ہم ڈرتے نہیں جہان میں کالی بلا سے ہم
اب حشر کتنی دُور ہے دیکھیں گے ایک دن ہونچے ہیں قبر تک تو تمھاری دعا سے ہم
کچھ ہو مگر جہان میں مشہور ہو گئے اپنی جفا سے آپ تو اپنی وفا سے ہم
چلتے ہیں اُٹھ کے قبر سے جب حشر کی طر پاتے ہیں راہِ داغِ جگر کی ضیا سے ہم
کہنا یہ ان کا اور ستم پر ستم ہوا دیکھا کہ دل کو چھینتے ہیں کس ادا سے ہم

دنیا سے باتھ کھینچ لیا ہے تو ہٹو تو نزع میں لگتے ہوئے ہی خدا سے ہم
کہنا ہے کس غرور سے وہ بُت کہ خشر میں مانگو گے بھی توئی نہ مکس گے خدا سے ہم
جو کچھ دکھا رہا ہے رستا چرخ کیسہ جو وہ دیکھتے ہیں دیدہ عبرت نما سے ہم

— (۳۱) —

قتل عشاق کو ظالم لب جو کرتے ہیں کیا قیامت ہے کہ پانی کو لہو کرتے ہیں
چیلوؤں خشک سر بزم ابو کرتے ہیں کیا کریں حکم ہے تعظیم عدد کرتے ہیں
اُن قیامت ہے جو بی میں کسی کا مرنا آگے ماتم مرے لاشے پہ عدد کرتے ہیں
سعی بے سود یہ کوئی نہ بنے ہوش جزوں بجیہ گر چاک گریں کو رنو کرتے ہیں
زادوں کو جو دکھاوا نہیں منظورے دل کیوں سازوں سے زیادہ یہ دستور کرتے ہیں
پان جن ہاتھوں سے ملے ہیں قیوں کو رضا یہی بے تیغ ہزاروں کا لہو کرتے ہیں

— (۳۲) —

ادول وہ آئے ہیں تجھے کچھ بھی خبر نہیں اچھی ہے بخودی بھی مگر اس قدر نہیں
سینے میں دل ہے سرفراز کو خبر نہیں مردہ چڑا ہے گھر میں کوئی نو خبر نہیں
دنیا نے بے ثبات کو مطلق نہیں ثابت سچ پوچھے تو رہنے کے قابل یہ گھر نہیں
میں اور قریب دونوں کا تھا ایک ہی آل ظالم یہ کیا غضب ہے اُدھر ہاں ادھر نہیں
تیج بلا کے سامنے دنیا میں لے رضا جز کا رخصت کوئی بھی ہوتا سپر نہیں

— (۳۳) —

خواب دیکھا ہے گھرے میٹھے ہیں تلواروں میں زندگی اپنی بسر ہوگی ستم گاروں میں
تیرے رخساروں کی محفل میں بلائیں لیں گے کو دنے والے دہکتے ہوئے انکاروں میں
کس نے مارا ہے مجھے یہ نہیں کہتا کوئی حشر کے روز یہ ایک ہے ستم گاروں میں

مختب شکو میں جھوٹا کموں یہ میری کمال تو بہ کی ہو گی مگر کیا کروں اب یاد نہیں

— پ (۳۷) —

کیا سحر ہے ظالم یہ تو ہے تیر نظر میں چھتا ہے کبھی دل میں کبھی میرے جگر میں
کیا یاد کریں گے تجھے اے گردشِ گردوں ہم شیخے پاسے نہ کبھی چین سے گھر میں
میں نوکِ مژہ کو تو رضا کہہ نہیں سکتا لیکن کوئی شے ہے جو کھٹکتی ہے جگر میں

— پ (۳۸) —

ہوئی شامل جماعتِ صوفیوں کی بارہ خواروں اے تو بہ یہ بد پرستِ بیاں پرستِ کاروں میں
مرا دہ سرِ محفل نہ سمجھے گا ذرا کوئی تمہیں کہنا ہے جو کچھ مجھ سے کہہ دلوانا دینا
زمین کا بنی فلکِ دہلا ہوا عالم تہ دبالا یہ کس نے بجلیوں کا ذکر چھیڑا بقراروں میں
ذرا سمجھ کسی کے کہنے سُننے میں نہ آ جاؤ یہ ممکن بھی ہے میں تجھوں تھیں بے اعتباروں میں
زیادہ کون ہے ان میں یہ نہ خود کھل جائے کا تم پر تماشہ دیکھ لو سیاب رکھ کر بقراروں میں
کھڑے ہو جاؤ دم بھر اس کے بالین پر تو کیوں تھے ہمیں کیا آپ بیٹھے بھی جو اگر سو گواروں میں
رضائیں خالق سے شیخ کی یہ کہہ کہ ٹھہرایا مری ہے زندگی جو ہمیں کے گزرے گلزاروں میں

— پ (۳۹) —

اتنا تو ہو گر شیوہ تسلیمِ رضا ہو ہم یہ نہیں کہتے کبھی اب دیکھئے کیا ہو
اتنا ہی کہا تھا مرے دشمن کو نہ چاہو کچھ ایسی نہ تھی بات یہ تم جس پہ خفا ہو
دیتا نہیں تو قبر میں بھی داغِ حسرت کا یوں بھی نہ چراغِ آہ کی گھر کا بکھا ہو
اترائے ہوئے پھرتے ہیں وہ چھین کے دل کو مٹھی سے نکل جائے تڑپ کر تو مزا ہو
جھک جائے پئے سجدہ مرا سر نہیں ممکن در پر تو ہے جب غیر کا نقشِ کف پا ہو
بن ٹھن کے ٹھٹھیں آئے تھے پیارا گیا مجھ کو تعزیر کے قابل ہے وہی جس کی خطا ہو

دنیا کے بکھیروں سے مری جان پھیرا دی اللہ مرمت کو سننے والے کا ٹیلا ہو

— (۴۰) —

دو ذوں تھے مرغوباً و ظالم ترے بکھیر کو دی جاگہ خنجر کو گردن پر جگر میں تیر کو
مل نہیں سکتی کمی سے کتبہ شہادت ہے یہ ستوں میں رکھ کر تم ملا دیکھو مری بکھیر کو
کس کو روکیں کس کو بکھائیں کسے بہلا میں ہم جان بھی روتی ہے مثل دل جگر تھک دیر کو
مرتے مرتے بھی رہا حفظ مراتب کا خیال موت کو دی جان میں نے دم دیا شمشیر کو
دو ذوں بچے دھن کے ہیں برآ ہی جائے گی مراد آپٹے ہونڈھیں لی کہ اور دل آپ کی بکھیر کو
لطف کی باتیں ہوں اب عدہ خلائی ہو چکی میں تھیں الزام دوں اور تم مری نقدیر کو
کوئی اب مجرم نہیں دو ذوں برابر ہو گئے تم ہیں گھوڑا کسے اور ہم تھارے تیر کو
لے رہنا یہ عیش و غم سب میں کشتے درج کے روئے ہنسنے سے غرض چشم و لب تصوریر کو

— (۴۱) —

بارہا پگھلا ہے اس نے عاشقان زار کو کچھ تھیں سمجھاؤ اپنے سایہ دیوار کو
بسکوں پر کیا گزرتی ہے نہ اس کو پوچھیں سب دعا میں سے رہتے ہیں آپ کی تلوار کو
نزع کے عالم میں کام آجاتے ہیں ضعیف و درد مٹھینا اٹھنا سکھاتے ہیں ترے بیمار کو
داد خواہی کا سر محشر نیا انداز ہے چپ کھڑے ہیں تھام کر ہم میں لدار کو
سچ تو یہ ہے بات میرے منہ کی تم تھیں لی موت ہی کھوئے تو کھوئے عشق کے آزار کو
ہم نے اس ڈور سے ناپا ہے قدر بہر ضیاء کیوں نہ آنکھوں میں پھیپھار کھیں نگہ کے تار کو

— (۴۲) —

مگر نظر ہے کوئی تیرے سوا نہ ہو ممکن نہیں وہ آنکھ حقیقت نما نہ ہو
ذکر شراب کر کے زباں دھو رہا ہے شیخ ہو لیکن اس قدر بھی کوئی پارسانہ ہو

اچھی کجی کہ جانے بھی دو دل گیا گیک
 ایمان میرے دل میں حرم کا چراغ ہے
 جامِ شراب ہاتھ میں لے کر جنابِ شیخ
 ہاں بے علاج چھوڑ دیں اب بھکھو چارہ ساز
 عالم ہے سوزِ دل کا چراغِ فراہ میں
 پکھتاؤ گے کبھی نہ کبھی لے کے دلِ ضرور
 اُن ترغ میں نہ ایک کی بھی روح نے سُنی
 اُن کے کہیں یہ بیٹھ گیا تینِ شست میں
 چٹکی میں جو پھرنے سکے تیرے ترا
 باد رکے گا کون خود انصاف سے کہو
 بروہم اگر بی بُت تو مہیں غم نہیں رضا
 ممکن نہیں غم اپنی گئی حسیں نہ کا نہ ہو
 ادب کیں یہ تیرے بھجائے بھجانہ ہو
 ہر سمت دیکھتے ہیں کوئی دیکھتا نہ ہو
 یہ بھی تو اک دوا ہے کہ کوئی دوا نہ ہو
 بادِ صبا یہ تیرے بھجائے بھجانہ ہو
 میرا نہ جو ہوا دہ تختارا ہوا نہ ہو
 رگ رگ پکارتی رہی ہم سے جدا نہ ہو
 دیکھو تو کوئی پاؤں میں کاٹا چبانا نہ ہو
 وہ میری آرزو ہے جو دل سے جدا نہ ہو
 تم چاہو اور دید کا وعدہ وفا نہ ہو
 اُس کا خدا ہے جس کا کوئی آسرا نہ ہو

— پیڑ (۴۳) پیڑ —

رات دن دل کو تصورِ ابرو سے قاتل کا ہے
 ناز و انداز و ادا شوخی کرشمہ بانگین
 دفن بھی کر دے یہیں، مقتل بنے مرثیہ مرا
 کیوں نہ ایذا پائے دنیا میں تو نگہ سے غریب
 خیر ہو ہم آہ کرتے ہیں نہیں یار کے ضبط
 تیرے وہ آپ کا جس کا پھر ناہے حال
 جو نہ ہو یہ پیش خمیہ گور کی منتر ل کا ہے
 چورِ بغین دو چار میں کوئی ہمارے دل کا ہے
 مضطرب ہونے سے یہ مقصد تیرے بس کا ہے
 ہر قیصرِ اموج کا دشمن لبِ ساحل کا ہے
 سامناے عشق آج نشانے رازِ دل کا ہے
 جو کل سکتا نہیں ارماں وہ میرے دل کا ہے

— پیڑ (۴۴) پیڑ —

شوخی ہو اس میں یا کہ ادا ہو حضور کی
 چوری ہمارے دل کی کسی نے ضرور کی

یہ سب سہی کہ موت نہ تھی سخت جاں تھا میں
چلنے میں تیغ نے بھی کمی کچھ ضرور کی
پوچھیں نہ آپ مجھ سے جفا و وفا کا راز
عادت یہ میری اور وہ خوب حضور کی
جو چاہو دوسرے تمہیں گھوڑا ہے بزم میں
ہاں ہاں ہو مقصود خطا تو ضرور کی
کیوں ہے جناب خلد میں جاتا نہ میں رضا
فرد گنہ پہ مہر تھی رب غفور کی

— پیڑ (۴۵) —

تیغ سے جب آشنائی ہو گئی
سارے جھگڑوں سے رہائی ہو گئی
بات بھی ہوتی ہے اچھی کس قدر
منہ سے نکلی اور پرانی ہو گئی
حشر کے دن جس طرف تو ہو گیا
اُس طرف ساری خدائی ہو گئی
کچھ کہا تھا اٹھ گئے پہلو سے وہ
باتوں باتوں میں جدائی ہو گئی
مرحبا اے خیر ابروئے یار
جس طرف دیکھا صفائی ہو گئی
کیوں رہا کرتے ہو چپ چاپ اُٹھنا
کیا کسی سے آسٹھائی ہو گئی

— پیڑ (۴۶) —

مرحبا شمع تصور تری تو دست دیکھی
جس طرف آنکھ اٹھائی نہی صورت دیکھی
پہلے دینا مجھے اُن غیر کے گھر سے آواز
پھر خود اُس شوخ کا کہنا کہ شرارت دیکھی
دختِ زند پر ہے وہ جو بن کہ آئی تو بہ
ہم نے زاہد کی بدلتے ہوئے نیت دیکھی
میری منت سے ہے قاصد کا مقصد اچھا
خط مرا لے کے گیا یار کی صورت دیکھی
آئینہ توڑ کے کتا ہے وہ کم سن میرا
اس نے بے پوچھے ہوئے کیوں مری صورت دیکھی
اپنے مرنے کا نہیں رنج یہ ہے رشکِ رضا
میں نے دشمن کی نکتے ہوئے حسرت دیکھی

— پیڑ (۴۷) —

حالِ دل کی اُنھیں خبر نہ ہوئی
اتنی سی باتِ عمر بھر نہ ہوئی

تہنے کا جل چسپا آ نکھوں کا
لے لیا دں مجھے خبر نہ ہوئی
الجزر اے درازیٰ شعبِ نسیم
آگئی موت اور سحر نہ ہوئی
جو مقدر میں تھا ضرور ہوا
بات جو چاہی عمر بھر نہ ہوئی
اے رضا اٹھ کے حشر میں پہنچا
قبر میں حب مری بسر نہ ہوئی

— پ (۴۸) —

اُن نہ آئے وہ مرے گھر تک کسی تدبیر سے
یہ مثلِ بیج ہے بشرِ مجبور ہے تقدیر سے
مرنے والے قتل گرمیں اپنی صورت دیکھ کر
آئینہ کا کام لیتے ہیں تری شمشیر سے
سانس اکھڑی، اس ٹوٹی مرتبہ دمِ حبا
کام دو نکلے مرے اک آپ کی تاخیر سے
کچھ نگاہِ شوق کرتی ہے ضرور اُن سے سوال
پھیر لیتے ہیں وہ کٹھن اپنا مری تصویر سے
بھول کر وہ اُس طرف کی راہ آئے اس طرف
میں نے جب بدلا مقدر غیر کی تقدیر سے
دل سنبھالے دونوں ہاتھوں سے دکائے میرے گھر
منفعل خود ہیں رضا میں آہ کی تاثیر سے

— پ (۴۹) —

یاں ابھی ہے کرب میں جاں مودِ بیدار کی
داں ادا ہوئے لگیں رسیں مبارک باد کی
نواب میں پائی ہیں کلیاں گلشنِ شاد کی
آرزو اب خاک نیکے گی دلِ ناشاد کی
نیل پڑ جائیں گے پڑ جائیں مگر کو چٹکیاں
آرزو کچھ تو نکالو کس دلِ ناشاد کی
اپنے سر پر جس کو رکھا ہے بگولوں نے رضا
خاک ہوگی وہ ہمارے خانہٴ برباد کی

— پ (۵۰) —

یہ مانا میں نہیں مظلومِ بجا ہے نغاں میری
کسی دن گوشِ دل سے سُن توئے اے آسمانی
حیا خلوت میں ہوگی ساتھ وہ کہتے ہیں اُن مجھ سے
یہی اک ساتھ کی کھیلی ہوئی ہے رازِ دلِ میری
بھی تو چھیر کی باتیں ہیں اور ظالمِ سرِ محفل
عدد کے ذکر میں آئی کہانی درمیاں میری

چیلگی غیر پر بھی تیغ میرے ساتھ سُتا ہوں الٹی آبرور کھنا بوقتِ امتحاں میری
تو سے زانو پہ مرتے دیکھ کر مجھ کو خضر بولے کہ اس مرنے پہ صد تھے حیاتِ جاوید میری
بھرے گچ میں سرمانگیا گیا تھا، میری ہمت کے نہ تھکتی کس طرح گردن بوقتِ امتحاں میری
چلوں کس طرح میں اُٹھ کر تہہ بہت تو ہی تباد نظر بھی جا نہیں سکتی ہے سوئے کا رواں میری
رضا یہ لکھو کہ آخر کچھ بے جا نہیں ہرگز کہ اچھی ہے کہیں اب دلی والوں نے اب میری

— (۵۱) —

چُھبھ چُھبھ گئے ہیں کانٹے جب سیر کی ہے بن کی رہ رہ کے یاد آئی رحمت مجھے وطن کی
سلس سلس کے آج باتیں کرتا ہے کون کس سے جل جل کے کچھ رہی ہیں کیوں شمعیں انجمن کی
ادبیرِ فی عالم تجھ سے وہ کیا ڈرے گا دیکھی ہے شان جس نے قاتل کے بانکپن کی
پیش سے حشر کے دن دیوانے بن کے جھوٹے باغوں میں لے کے پونچھے ہم دہجیاں کنن کی
آنکھوں سے دھل کے آنسوؤں میں مل سے ہیں اب کیوں نہ یاد آئیں آسائشیں وطن کی
کیوں سر کے بھل چلا ہے کلک رہنا ٹھہر جا طے کس سے ہو سکی ہیں یہ منتر لیں سخن کی

— (۵۲) —

موتِ محلِ خیالی میں رکھا کرے کوئی چوری چھپے بھی مگر آیا کرے کوئی
بالیں پہ میری بیٹھ کے رونے سے فائدہ مرنا اگر بُرا ہے تو اچھا کرے کوئی
آخر کو بے نقاب وہ یہ کہہ کے ہو گیا کس کس سے آج حشر میں پردا کرے کوئی
انسان ہی سے ہوتی ہے دنیا میں بھول چوک یوں بات بات پر تو نہ کو سا کرے کوئی
محفل میں مجھ کو دیکھ کے کہتے ہیں وہ رضا دروازے پر ان ایبوں کو روکا کرے کوئی

— (۵۳) —

ہم عشقِ بانداز ز لینا نہیں کرتے معشوق کی ایذا کو گوارا نہیں کرتے

بناوٹ سے بالیں پہ اُوروں والے
 ادا ہاتھ اٹھا کر دعا دے رہا ہے
 تھکے پاس سے چشم تر دیکھتی ہے
 کسے تیری تر بھی نظر دیکھتی ہے
 تر از سہ عسمر بھر دیکھتی ہے
 مری بغض آٹھوں پر دیکھتی ہے
 کسی کی چٹیلی نظر سر دیکھتی ہے
 کسی کو ہمارے نظر دیکھتی ہے
 تر پتے ہیں لاکھوں جدھر دیکھتی ہے
 تماشائیم سحر دیکھتی ہے
 وہ گلی کر رہے ہیں رضا شمع تر بت

— (۵۶) —

وہ دل جو مصیبت کا مارا نہیں ہے
 رُکاوٹ تری دیکھ لی اسے مفت تر
 کسی کا ہو لیکن ہمارا نہیں ہے
 جو ہم چاہتے ہیں وہ ہوتا نہیں ہے
 کچھ اس میں کسی کا اجارا نہیں ہے
 سنبھالے سے کیوں دل سنبھلتا نہیں ہے
 بُرا وقت ہے یہ تماشا نہیں ہے
 حسینوں سے ملنا کچھ اچھا نہیں ہے
 وہ دل جو مصیبت کا مارا نہیں ہے
 رُکاوٹ تری دیکھ لی اسے مفت تر
 مراد ہے ناصح جے چاہوں دے دوں
 تھیں ہاتھ سینے پہ رکھ کر بتا دوں
 تم اٹھ جاؤ بالیں سے میں نزع میں ہوں
 رخصتا جان جائے گی اک دن سمجھ لو

— (۵۷) —

یہ کہہ کے دفن قبر میں ہم مرے ہو گئے
 عاشق جو دل سے ساقی کو ترے ہو گئے
 جھگڑے تمام آج مفاد کے ہو گئے
 سیراب جامِ خلد سے وہ مرے ہو گئے
 ہم تیرے در پہ مٹی کے پتھر کے ہو گئے
 دونوں طرف سے وار برابر کے ہو گئے
 کیونکر اب اٹھ کے جاؤں کہیں اوسنم بتا
 کی ہم نے آہِ بزم میں وہ سُکرا دیے

دولت کمال کی انھیں ہاتھ آگئی رضا شاگرد جو تیسرے سخنور کے ہو گئے

(۵۸)

یہ سن کے غمِ اُن کی نظر سے اُتر گئے تھے تجھے زخمِ میرے کلیجے کے بھر گئے
اس پوچھنے سے فائدہ کیوں آئے تھے یہاں عشاق اب تو آپ کے کوچ میں مر گئے
جانے دد ایک تیر جو ہم نے چھپا لیا تم بھی تو دل ہزاروں کے لئے کر مار گئے
ہم سے بھی راہِ و رسم کبھی تھی اگر کہا منس کر دیا جواب کہ وہ دن گزر گئے
اب منتیں بڑھائیے غیروں میں بٹھ کر ہم ایسے جتنے چاہتے والے تھے مر گئے
کیا پوچھتے ہو آمد و رفتِ جہاں کا حال روتے ہوئے ہم آئے تھے باجیم تر گئے
دل دینے میں تو عذر نہیں سوچ ہے یہی پھر کیا کریں گے لے کے اگر تم ملے گئے
نکلا جو دم حضور کے زانو پہ عنبر کا عشاق ایسی موت پہ بے موت مر گئے
نکلے جو دیر سے تو حرم کی طرف چلے مایوس جب ادھر سے ہوئے ہم ادھر گئے
پانی نمودِ نقشِ قدم بھی نہ ایک دن دنیا سے خاک بھانکتے اہل ہنر گئے
جب انتظار دید میں ہم مر گئے رضا نرگس کے پھول لاکھ ترست پڑھ گئے

﴿۵۹﴾

ہر سنگِ لالہ ٹھوکر کہتی ہے ناتواں سے زندہ نہ جا سکے گا تو کوئی تباہ سے
تیرا تو مرتبہ ہے برقِ جمالِ اعلیٰ غش آ رہا ہے ہم کو موسیٰ کی دستاں سے
میں اس ادا کے صدمے اس کمینے کے قبراں کیا صاف کہہ رہے ہو اٹھ جاؤ تم یہاں سے
لے پریش قیامت دیکھا کمال تیرا کچھ کھینچ کے آ رہے ہیں مجرم کہاں کہاں سے
تنگوں میں آگ دے کر عیاد پہنچیاں تو بجلیاں ٹپ کر نکلی ہیں آشاں سے
مجرم وطن کی خبریں مل جاتی ہیں نفس میں اڑ اڑ کے تنکے اکثر آتے ہیں آشاں سے

اشدری تیری ہمت اے تیرا ہ عاشق
لو ہو گئے تماشا میدانِ حشر میں بھی
اتنے سے قدر پہ دعویٰ لڑنے کا اسماء سے
ہم اپنے زخمِ دل سے وہ تیغِ خوشکال سے
آنکھیں پھری ہوئی ہیں منکا ڈھلا ہوا ہے
جالتے ہیں مرنے والے یوں لے قہرِ جہاں سے

— (۴۰) —

بھڑک کر خود دامنِ تقدیر اپنے ہاتھ سے
غیر ممکن ہے وہ نازاں ہونے اپنے جرم پر
انہی حالت ہم نے کی تغیر اپنے ہاتھ سے
جس کو دو تم بزم میں تعزیر اپنے ہاتھ سے
ہاتھ اٹھا کر ایک بیکے سانسے اس عشق میں
کھینچا ہے کوئی اپنا تیرا اپنے ہاتھ سے
ایک دن ہو جائیں گے تقدیر کے پابند ہم
ہم دعا کی کھوتے ہیں تاثیر اپنے ہاتھ سے
جان ہم نے نذرِ نسیم کر دی رضا اچھا کیا
توڑ کر ہر رشتہ تدبیر اپنے ہاتھ سے
جاتی یہ اک دن بہر تقدیر اپنے ہاتھ سے

— (۴۱) —

پیسر ساقی مجھے محروم نہ میخانے سے
دھن کا پتکا اسے کہتے ہیں اثر ہو کہ نہ ہو
گر پڑے سے نہ اُبل کر ترسے میخانے سے
باز آتا نہیں ناصح کبھی سمجھانے سے
کیا یہ اُمید کروں میں کبھی پھر آئے گا؟
منہ کرتا نہیں میں آپ کو گھر جانے سے
آج سب بیٹھ گئے پیر طریقت بن کر
کل وہ صوفی جو نکالے گئے میخانے سے
تیری باتیں ہیں کہ مجاز و ب کی بڑے ناصح
آج تک کوئی نہ سمجھاتے سمجھانے سے
لوگ سچ کہتے ہیں یہ، بد سے ہے بدنام بُرا
وہ تھکتے ہیں اکیلے مے گھر آنے سے

پوچھا کرتے ہیں سرِ رضا ہم دلِ گم گشتہ کو
کبھی گیسو سے کبھی شانے کے دندانے سے

حیات عشق

سید حسین میرزا صاحب عشق خلعت سید محمد میرزا صاحب انس مرحوم لکھنؤ کے باشندے تھے۔ آپ کے چار بھائی اور تھے عشق، عاشق، صبر اور صابر۔ آپ نے تحصیلِ زن اپنے والد ہی سے فرمائی اور کلام پر اصلاح بھی صرت انھیں سے لی۔ جناب انس مرحوم شیخِ ناسخ کے ممتاز ترین شاگردوں میں تھے اور صاحبِ دیوان تھے جناب عشق کی دلی خواہش تھی کہ مرثیہ کے علاوہ کبھی قسم کا کلام طبع نہ کرایا جائے چنانچہ ان کے ورثا نے اس خواہش پر عمل کیا، لیکن اس کا انجام یہ ہوا کہ وہ سب سکلام رفتہ رفتہ کم ہوتا گیا اور اب تو کاملہم ہی کا مصداق ہے۔

میر انیس اور مرزا دہیر کے سے صاحبانِ کمال کی موجودگی میں جناب عشق ہی کی وہ ذات تھی جس نے لکھنؤ میں ایک تیسرے مرثیہ گو خاندان کی بنیاد رکھی۔ قدرتی مائید کی زلزلے نے سنبھالا اور کم سے کم اتنا موقع ضرور دیا کہ اس خاندان کے افراد یکے بعد دیگرے درجِ اہلیتِ علیمِ اسلام اور خدمتِ زبان و ادب برابر کرتے رہے۔ آج بھی ان کی محاطِ اردو کی اشاعتیں جو خدمتِ دین اور اشاعتِ ادب دونوں پر مشتمل ہیں، حضرت مہذب لکھنؤ کے ذوقِ صحیح کا نتیجہ ہیں جو ہمارے سے دعویٰ کی واضح دلیل ہے۔

حضرت عشق مرحوم نے سیکڑا دلِ مرثیہ اور بیزاروں رباعیاء اور سلام کے اور ساتھ ہی ساتھ ہزینہ طبع پر حقیقت کی غرض سے مرثیہ کے علاوہ غزل گوئی کا سلا بھی جاری کیا لیکن یہ سب کلام اول تو کافی عرصہ تک طبع نہ ہو سکے کی وجہ سے ضائع ہو گیا اور جو کچھ بے وہ کُل شائع

کرنا بھی مقصود نہیں ہے۔ صرف مختصر سا کلام یہاں شائع کیا جا رہا ہے تاکہ اس صنفِ سخن بھی جو کچھ آزمائی کی گئی ہے اُس کا کسی تند نمونہ عوام کے سامنے پہنچ جائے اور جب تک وہ سکے باقی رہ جائے۔

جنابِ عشق مرحوم نے مشقِ فن کی غرض سے پورے چھوڑہ سال تک اپنے کو ایک مکان میں خود گویا محصور کر رکھا تھا اور جو کچھ نظم کرتے تھے اس کو پھاڑ کر پھینک دیتے تھے۔ سطح کی مشق کے بعد جب کمال پر اطمینان حاصل ہو گیا تو میدان میں سکے اور زبان کے متعلق کچھ خاص اصول اور معتقدات بھی اپنے ہمراہ لائے جس پر خود تاحیات پابند رہے اور ان کے بعد ان کی اولاد نے اس کی پابندی جاری رکھی۔ ان اصطلاحات و مترکات کے بیان سے اس وقت خوفِ طوالت ہے لہذا اس کا ذکر انشا اللہ آئندہ کسی مناسب موقع پر کیا جائے گا۔

میرِ عشق مرحوم کے مرثیوں کی دو جلدیں مسٹی بگلو غم و برہان غم آپ کی زندگی میں طبع ہوئی تھیں اس کے بعد دوبارہ طبع ہونے کی نوبت نہیں آئی، صاحبانِ ذوق حضرات کی طرف سے ان جلدوں کی کافی طلب ہے لیکن وہ اب بازار سے مفقود ہو گئی ہیں اور انشا اللہ انجمنِ محافظ اُردو اُن کو کسی مناسب موقع پر طبع کرائے گی۔ فی الحال موجودہ ماہوار سلسلے میں مرحوم کے مرثیوں کی ایک جلد آئندہ کسی مہینے میں شائع کی جائے گی جس میں جو کچھ مرثیے غیر مطبوعہ موجود ہیں وہ بھی شامل ہوں گے اور بقیہ مطبوعہ کلام سے بہترین انتخاب بھی شامل ہوگا جو انشا اللہ زبانِ دواہ میں قابلِ قدر اضافہ ہوگا۔

میرِ عشق مرحوم کے والد سید محمد میرزا صاحبِ انس ایک مستطیع اور صاحبِ حیثیت بزرگ تھے لیکن میرِ عشق خود ایسے تنک مزاج، خود دار اور غیور واقع ہوتے تھے کہ اپنا اور اپنے اہل و عیال کا بارہا پپر ڈانگوارہ نہ کیا جس کے نتیجے میں ابتدائی

حصہ عمر بہت پریشانیوں اور دشواریوں میں بسر ہوا لیکن اس کے بعد سے تمام عمر نہایت اطمینان اور فارغ البالی کے ساتھ بسر ہوئی۔ گنگا جمنی ہوا دار پر سوار ہو سکیے، خوش پوشاکی کا بہت شوق تھا، روزانہ آجلا لباس بدل لیا جاتا تھا، خود بھی وجہ اور جائزہ زیب تھے لیکن شوق لباس و آرائش دنیائے بے ثباتی عالم کی طرف سے بے پردہ نہیں ہونے دیا۔ انجام کی تصویر ہر وقت پیش نظر تھی، اپنی ایک رباعی میں بھی اس طرف اشارہ کیا ہے جس کے آخری دو مصرع یہ ہیں۔ ۵

کیا عشق اگر روز بھی بدلی پوشاک تربت میں کفن کون بدلائے گا
میرِ عشق مرحوم کو لڑکیوں کے علاوہ خدائے دُور زندگراست فرمائے تھے۔ ان میں چھوٹے بھائی سید خورشید میرزا صاحب نے جو طبعی تک پہنچنے کے بہت قبل انتقال کر گئے تھے اور بڑے بھائی سید حمید میرزا صاحب نے اپنے والد کے جائزہ نشین ہوئے جو اپنے اس اتھاق کے ہر حلیے اہل بھی تھے، ان کا مفصل ذکر انشاء اللہ جب ان کی جلد شائع ہوگی تو اس میں کیا جائے گا۔

میرِ عشق مرحوم کے شاگردوں کی فہرست اگرچہ بہت طویل ہے لیکن اُن میں بعض تو ایسے تھے کہ اپنے وقت کے خود استاد ہو کر رہے۔ تعلق و رشید بھی آپ ہی کے فیضِ اصلاح سے دنیا کے سامنے استادانِ فن کی فہرست میں متاوا جگہ کے اکاٹھے۔ اور حمید میرزا صاحب ادب اگرچہ پچیس سال کی عمر ہی میں انتقال فرما گئے لیکن جتنے دن بھی زندہ رہے ان کو ہماری مرحبت حاصل رہی جو اُن کے والد مرحوم کو تھی۔

حمید میرزا صاحب ادب کے انتقال کے وقت ادن کے بڑے فرزند سید عسکری میرزا صاحب مودب کی عمر بہت کم تھی اور میرِ عشق کے گھرنے سے خلوص رکھنے والے اور علم و کمال کی قدر کرنے والے حضرات کو انتہائی فکر پیدا ہو گئی کہ خاندانِ عشق کے کمالات کا چراغ اپنی پرانی

چمک و نمک کے ساتھ کیونکر جس سکے کا لیکن مسبب الاسباب نے ثوابِ فرائض پیدا کر دیے۔ وحید عصر حضرت رشیدؒ سا چچا موجود تھا، فنِ شاعری کی تکمیل جا نہیں کی تو جبر و مشقت سے بار آدھ ہو کر رہی اور بہت زمانہ گزرنے میں پایا تھا کہ حضرت مؤدب مظہرؒ کی ذاکری قابلِ ذکر نظر آنے لگی۔ عہدِ ح کے مخصوص رنگِ کلام اور پُرِ خلوص مدحِ امامِ انام نے ایک تہ تک دنیا سے مرثیہ گوئی میں اپنا سکہ چائے رکھا اور آج اگرچہ بدھ پیرانہ سالی ہوئی خواندگی کی رحمت برداشت کرنے سے مستدر ہو چلے ہیں لیکن ادن کا کلام ابھی اسی طرح جو ان ہے جیسا کہ خود ادن کی جوانی کے وقت تھا۔ اور انشا اللہ اس منتخب کلام کی ایک قابلِ دید جلد آئندہ مینہ کی اشاعت میں ہم اپنے اسی ماہوارِ زیریں سلسلے میں شائع کرنے والے ہیں جو امید ہے کہ بے حد پسند کی جائے گی۔ اس جلد کا نام بہارِ مؤدب رکھا گیا ہے۔

اسی خاندان کی ہونہار فرد سید محمد میرزا صاحبِ مہذب ہیں جن کی سچا و صدارت میں انجمنِ محافظِ اردو آج زبانِ وادب کی ناقابلِ انکار خدمت کر رہی ہے۔ میر عشق کے خصوصیاتِ کلام میں ان کے وہ شروکاتِ زبان ہیں جن کا استعمال انہوں نے اپنے لیے میوہ سمجھ لیا تھا اور ان کی اولاد میں آج بھی ان اہلِ لب و لہجہ کی پابندی چلی آتی ہے جس کا مفصل تذکرہ آئندہ کسی موقع پر کیا جائے گا۔

حضرت عشق نے ۴۲ شعبان ۱۳۳۷ھ کو انتقال فرمایا اور اپنے سکونہ مکانات میں سے ایک مکان کی شہ نشین پر دفن ہوئے۔ ان کی قبر کے ایک پہلو میں ان کے ایک عزیز ترین شاگرد میاں جو دت مرحوم کی قبر ہے جنہوں نے وصیت کی تھی کہ ان کو ان کے اُستاد کے پہلو میں دفن کیا جائے۔



استخاب ان کلام حضرت عشق لکھنوی

غزلیات

—(۱)—

دل آپ خون ہے جام شراب کیا ہوگا مزا ہے دوزخگر میں کباب کیا ہوگا
 فنا ہو کسی غم گیس نے لی جو کشمندی راس مقابل دلیا نازک سباب کیا ہوگا
 نہیں ہے کھیل تھیں کچھ سوائے خوں ریزی یہ بچھے کھٹے عالم شباب کیا ہوگا
 یہ کہہ کے ہم سے شب بھر دل ہوا رخت ہیں نہ ہوں گے تو پھر اضطراب کیا ہوگا
 ہوا پر اڑ گئی درد آدروں کی مٹی تک نشان تربت افرا سیاب کیا ہوگا
 ہوا ہمارے دل حاضدار کا شہر فروغ اب تجھے اے ماہتاب کیا ہوگا
 دیا جو سیر کو دل لے کے عشق سے حاصل کسی کا مال کوئی ہے ثواب کیا ہوگا

—(۲)—

عشق میں اپنے کو ہر ایک جو کاہل سمجھا دل کو سمجھا نہ کبھی میں نہ تجھے دل سمجھا
 قد ریتاب کی بیتاب کو ہو یا کہ نہ ہو رتبہ ماہی بے آب مرا دل سمجھا
 کوئی غم دوست نہیں وارِ سخن میں مجھ سا جو ملا درد ریدہ میں اسے دل سمجھا
 کیوں نہ دل نازک مرگاں کو جگہ پہلو میں جس سے ایذا مجھے پہنچی میں اُسے دل سمجھا
 بے لگان آئینہ روئے حقیقت ہے مجاز میں نہ سمجھا کبھی جو بات اُسے دل سمجھا
 ہے ترے ہاتھ میں یہ دوزخِ جہنم کا جلوہ میں چراغ کف نوبی کے مقابل سمجھا

اللہ اللہ مرے قاتل کی نزاکت کا اثر دم بکھنے کو تن زار سے مشکل سمجھا
تا دمِ نزع حینوں کی محبت نہ گئی جان کی قدر نہ لے عشق کبھی دل سمجھا

— (۳) —

لٹا کے کوچہ جاناں میں نقدِ جاں اٹھا اٹھا کے بارِ محبت میں ناتواں اٹھا
ہوئی جو آمدِ غم دل میں کی قضا میں نے جہاں سے پئے تفسیم یہاں اٹھا
گلی سے یار کی تابوت لے چلے میرا چمن سے بلبلِ شید کا آشاں اٹھا
گلی میں آپ کی دم بھر ضرور بیٹھ گیا ستم کو پہلے پہل جب کوئی جواں اٹھا
یہ اس کے نقشِ قدم کا جو رنگ گلشن میں سمجھ کے بھول اٹھانے کو باغباں اٹھا
ہوا ہے عشقِ کمرہم کو عشقِ ابرو میں فادیتِ مقدس کے درمیاں اٹھا
مٹا نہ آنسوؤں سے غم تو آہ کی میں نے جرس کا شور پس گردِ کارواں اٹھا
ہلا کے خاک میں ہم کو عبثِ پشیاں ہو گلو جو آنکھ سے آنسو وہ پھر کہاں اٹھا
کہا یہ قیس نے ہم مر گئے جو صحرا میں جہاں سے آج غریبوں کا قدرداں اٹھا
وہ قیس ہوں جو بٹھایا مجھے پئے تعزیر اڑا کے دامنِ معشر کی دھجیاں اٹھا

— (۴) —

اُس حور کے گھر سے کہیں جایا نہیں جاتا جنت سے قدم آگے بڑھایا نہیں جاتا
کیوں سوئے لحدِ ناز سے آیا نہیں جاتا عیسیٰ ہمیں مارا ہے جلا یا نہیں جاتا
کہتے ہیں یہی پارہ دل ہاتھ میں لے کر وہ آئینہ توڑا کہ بسا یا نہیں جاتا
خط پھینکے یا یار نے پڑھتے ہی مرا نام تقدیر کے لکھے کو مٹایا نہیں جاتا
بچھتاؤ گے دیراں نہ کرد خانہ دل کو یہ گھر جو جڑتا ہو بسا یا نہیں جاتا
کیونکر دلِ ناشاد کے داغوں کو مٹاؤں کہنے کے چراغوں کو بجھایا نہیں جاتا

اُلٹی ہے نقاب اپنے تلوار لگا کے ہوتا ہے زخمی کو بچا یا نہیں جانا
اے نزع کرے کون تباہ کی شکایت وہ پوچھتے ہیں حال بنایا نہیں جانا
مگر صنفِ ہیست کو میں لاغر نہ مروت کا اب سوئے عدم روج سے جایا نہیں جانا
لاکھوں گئے گلے نامِ خدا کاٹ پکے ہو منت کا ابھی طوق بڑھایا نہیں جانا
سرکا مرے لاشے سے یہ کہہ کر وہ میا سو یا ہے ابھی عشق جگایا نہیں جانا

— (۵) —

نہ وہ مگر نظر آئی نہ وہ دہاں دیکھا سنا ہے نام کسی نے انھیں کہاں دیکھا
گل آئے اڑ کے رہے جذبِ الفتِ طبل قفس کے چاک جب سے بوتیاں دیکھا
کسی حسین سے کیونکر وفا کے طالب ہوں یہ نہ وہ نہس سیشہ جیسے گمراہ دیکھا
یہ سینہ ان کی نگہ سے جلے گا، طائرِ دل خدا بچائے کہ بجلی نے آشیاں دیکھا
نہ بلبلیں میں نہ گلی جو غبار اڑتا ہے چین کا رنگ بھی کچھ تو نے باغباں دیکھا
نہیں ہو عرش سے رہتے میں کم ہمارا دل کبھی یہاں تھیں پایا کبھی وہاں دیکھا
چلی نہ تیغ کسی پر ہمارے قتل کے بعد حضور نے اثرِ خونِ ناتواں دیکھا
نہ پوچھو ہم نفسِ سالِ گوشہٴ مروت ہوا بہت سختیاں جب نیا مکاں دیکھا
نکل کے روح نے کی سیرِ عالم بالا گئے جو زیرِ زمیں لطفِ آسماں دیکھا
رہا جو عشق کو سوداے نشترِ مڑگاں رگوں سے بعدِ فنا بھی لہو رواں دیکھا

— (۶) —

دلِ خون ہو کے دیدہ تر سے ٹپک گیا ساقی ہمارے عمر کا ساغر چھٹک گیا
تبدِ سا ہو کون در درِ سیدہ جہان میں جب آہ کی کن نے کیجہ و طرک گیا
آگے بڑھے جو روزِ جزا ہم سے دلِ جلے پیچھے ہزاروں کوں جہنم سرک گیا

اندھی مصیبت ، اثر بار مصیبت جس نے ہماری لاش اٹھائی وہ تھک گیا
 اے گل تمھارے عاشق کامل ہوئے جو دفن ہوئے دفناے شہر خوشاں تھک گیا
 اٹھا مشاعرے سے جہاں شہر پڑھ کے عشق رہے کہا کہ باغ میں بلبل چمک گیا

— (۷) —

برہم ذرا جو ساقی پیاں شکن ہوا ٹکڑے مثال شیشہ دلِ افغن ہوا
 دریا ہمارے آنسوؤں کا موجزن ہوا شکلِ حباب گنبدِ چرخِ کہن ہوا
 پیرو ہمارے سیکڑوں ہیں دشتِ کوہ میں کوئی غریب قیس ، کوئی کوہ کن ہوا
 زخموں میں نورِ عارضِ جاناں سے چمک چھٹکی جو چاندنی تو شگفتہ چمن ہوا
 یکرنگ تھے جو دستِ افنی وہ کیا ہوئے ہیماں پائمال چمن کا چسمن ہوا
 آتے ہیں لکھنؤ میں نظر کیسے مرد و زن گلزارِ آشیانہ زاغ و زغن ہوا
 سب تاجدارِ نظم سدھارے تہِ زمیں ملو سند کلاہوں سے ملکِ سخن ہوا
 اے عشق جی لگے تو کو اور چند شعر گو کچھ مزا نہیں کہ ذیل اب یہ فن ہوا

— (۸) —

ہوتے ہیں دلِ تباہ تری انجمن کے پاس لٹا ہو کا روانِ خدا دلِ چمن کے پاس
 وہ کشتہ فراق ہوں میں پھر گئی ہوا میرا غبارِ اڑ کے جب یا وطن کے پاس
 تاثیرِ سوزِ دل نے بچایا مزار میں مارِ عذابِ محل گئے آکے کفن کے پاس
 جھون نہ پوچھ عالمِ غربت میں عالِ دل ہم چھوڑ آئے ہیں اسے اہلِ وطن کے پاس
 کیونکر نہ ردوں دیکھ کے شیشہ کا ٹوٹنا ہو دل کا آئینہ کسی پیاں شکن کے پاس
 بلبل تھے نصیب گلوں سے چمن میں رہا ہم بھی وطن میں تھے کبھی اہلِ وطن کے پاس
 کھاتے ہیں دماغ کو چہ جاناں سے دور ہیں ملاؤں ہیں مگر نہیں جاتے چمن کے پاس

اے عشقِ چل کے دشت میں چندے بسر کرو گر ہو سکے تو آؤ نہ اہلِ وطن کے پاس

— (۹) —

مکاب رشکِ بستر ہو غبار کے قابل نہ مخا عروج یہ مجھ خاکسار کے قابل
کلامِ شیخ و برہنِ ننا کیے اکشر کسی کی بات نہیں اعتبار کے قابل
پس فنا بھی تکلف ہے اپنی طینت میں جگہ کیس نہیں ملتی مزار کے قابل
نثارِ داغِ غم و داغِ حسرتِ حراماں بھی چراغ ہیں اپنے مزار کے قابل
دمِ حساب یہ میرے گنہ پکاریں گے ہم اے رحیم نہیں ہیں شمار کے قابل
نہ باغ سے ہیں امید ہو نہ صحرا سے نہ ہم ہیں بھول کے قابل نہ خار کے قابل
بہت نفیس کفنِ ہم کو دوست و دینا لباسِ سپاہیے دربارِ یار کے قابل

— (۱۰) —

غنم کیوں دلوں میں در آتے ہوئے ہیں یہ گھر تو خدا کے بنائے ہوئے ہیں
نیکرین پوچھو نہ کچھ حالِ ہم سے ابھی ہم نئے گھر میں آئے ہوئے ہیں
نہ بند کفنِ داگرد ہم نشینو ! گنہگار ہیں منہ بچپائے ہوئے ہیں
اُترتا ہو مدفن میں عاشقِ کالاشہ ابھی آپ تیوری پڑ بائے ہوئے ہیں
گئے کوہِ صحرا میں فر باد و جہنوں یہ رستے ہمارے بتائے ہوئے ہیں
کرے عشقِ سجدے نہ کہوں تیرے در پر یہاں سب سزوں کو بچکائے ہوئے ہیں

— (۱۱) —

یہی ہیں یاد کسی سہ کی بانیاں برسوں جگر کے داغ میں چکی ہیں جلیاں برسوں
سبیں قابلِ قاتل کی سختیاں برسوں قریبِ مرگ رہے آئیں پتکیاں برسوں
اڑی ہوئے داغِ دلافت میں ہمارے خاک چمن میں آئیں سرِ شام آئے بھیاں برسوں

خیال تھا کہ دم نزع آپ آئیں گے پھری رہیں مری آنکھوں کی پتلیاں برسوں
بیانِ حور و شرابِ طور کیا زاہد سنا کیا ہوں میں ایسی کمانیاں برسوں
کھلے حسینوں کے سرِ عشق میرے ماتم میں گنہیں نہ ماہِ جبینوں کی چوٹیاں برسوں

— — — (۱۲) — — —

پڑھی ہیں ان کی آنکھیں کی ہوئے تمار جلتے ہیں عجب صورت سے بل کھاتی ہیں زلفیں مار جلتے ہیں
ہوئے ہیں خشک آنسو دیدہ خونبار جلتے ہیں صدفِ بیاہرِ گرمی گوہرِ شہوار جلتے ہیں
نگاہِ گرم عاشق سے چٹھا ہو جھانکنا ان کا مثالِ چشمِ سوزناں روزِ دن دیوار جلتے ہیں
وہ کہتے ہیں کہ جادو ہم بھی کہتے ہیں خدا حافظ یہاں ہوتی ہیں کچھ باتیں ہاں غیار جلتے ہیں
ہمیں بھولوں کے نگاہِ کشش سے ہو گیا ظاہر ہمیشہ کششِ اسباب میں زردار جلتے ہیں
کوئی پوچھے میاں سے مگر یہ رات بھاری ہو پریشاں کیوں چراغِ خانہ بیار جلتے ہیں
گری ہو ہر طرف کبلی خریداروں کی آہوں سے وہ یوسف ہو کبھی گھر میں مگر بازار جلتے ہیں
نہ پوچھو عشق سے جادو جو غیروں کے گھر جانا جلانے میں ہو تم تھار ہم ناچار جلتے ہیں

— — — (۱۳) — — —

قتلِ سب عاشقِ ناشاد ہوئے جاتے ہیں آج گھر سیکڑوں برباد ہوئے جاتے ہیں
رہم کیا ہو اسیرانِ کمن پر ادون کو مدد اے ضعفِ ہم آزاد ہوئے جاتے ہیں
ہے عجب شوقِ اسیری ترے دیوانوں کو داخلِ خانہِ حداد ہوئے جاتے ہیں
الفنِ دیو و حرم رکھتے ہیں دل میں باہم موجدِ صنعتِ اعتداد ہوئے جاتے ہیں
عشق ہوتا ہو قلق کے قلق سے ہم کو کوئی ہنتا ہو تو ہم شاد ہو جاتے ہیں

— — — (۱۴) — — —

ادائے ناز سے شوخی سے بانچن سے چلو یہی ہیں چنے کی راہیں مگر چلن سے چلو

دلِ رقیبِ سیدِ دل سے چاہیے پر ہیزر بنے ہو چاند تو نہ چتے ہوئے گھن سے چلو
 کفن ہو جامہ ہستی سے بڑھ کے خانہ دل نئے مکاں میں نہ اس کہنہ پر ہن سے چلو
 ہوا ہوں پیر میں سوزاں اہل یہ کہتی ہو سحر جو شمع کی صورت اس انجمن سے چلو
 خرواں میں کچھ نہ بنے گی جو پھول مر جائے ہوا بگڑ گئی اسے بیلوں پسمن سے چلو
 اٹھائیں گے یہی کہہ کے گناہگاروں کو نخل ہو مند کو چھپاٹے ہوئے کفن سے چلو
 جو دم داغ ہو زخمت ہو کوئے جاں سے ہزاروں پھول ملے عشق میں تپن سے چلو

— (۱۵) —

بڑے گا جو داغِ حبسگر رفتہ رفتہ یہ تارا بنے گا قمر رفتہ رفتہ
 کھلے روزہ دل میں گل داغِ حسرت ریاضت کے پائے قمر رفتہ رفتہ
 بھروں کا جو رہ کے میں سرد آہیں چلے گی نسیم سحر رفتہ رفتہ
 کبھی دام میں گا ہ تر پے قفس میں شکستہ ہوئے بال و پر رفتہ رفتہ
 لوگے رقیبوں سے بگڑے گی عادت دکھائے گی صحبت اثر رفتہ رفتہ
 جو میں روکنا ہوں تو کہتا ہے یہ دل ٹھہر جائیں گے ہم مگر رفتہ رفتہ
 غنیمت ہو اس طرح میں عشق یہ بھی نہ ہو جائے بیکار اگر رفتہ رفتہ

— (۱۶) —

فلک نے صورتِ عیشِ دلِ تری بدلی غضب ہو انجم یا رہم جبین بدلی
 جہاں میں گوہِ غریباں مقامِ راحت ہو کہ سونے دالوں نے کر دے کبھی نہیں لی
 یہ آسمان کا عالم ہو میری آہوں سے کہیں کہیں ہیں تلتے کہیں بدلی
 لگوں میں جو نہ وہ خوشبو نہ رنگ باقی ہو ہوئے باغِ جہاں اسے دلِ تری بدلی
 ہماری آنکھ پڑی رُخ سے زلفت پر آخر جگہ مرہض نے ہنگام واپس بدلی

بنائی ہم نے عجب شکل جوشِ دشت میں گلے ہاتھ گریباں سے آستیں بدلی
بناؤ کعبہ پہلے کفن تو پہنا لو تمہارے عشق نے پوشاک بھی نہیں بدلی

— (۱۶) —

دل لینے آئے تھوڑی سی جب رات رہ گئی اندھیر ہو غرض کی ملاقات رہ گئی
سب آئے تم نہ آئے فقط بات رہ گئی ہم چل بے امید ملاقات رہ گئی
بارہ مہینے ہم کو جو رونے کا شغل ہے سب اور فصیلیں مٹ گئیں برسات رہ گئی
ہم مر گئے تو اس نے کہا ہم کو بادِ فنا اچھا ہوا کہ جان گئی بات رہ گئی
رندوں کو پہلے زاہدوں سے تو نے دی نجات دھامے رحیم حاصیوں کی بات رہ گئی
داغ بگر بھی کم ہوئے گھٹتے ہی یادِ زلف نبھنے لگے چرخ جو کچھ رات رہ گئی
ہوتا ہو ذکرِ وامتق و فرہاد و قیس کا دنیا میں اہل دل نہ رہے بات رہ گئی
میکش کہیں گے روزِ جزا جا کے خلد میں کیا آج زاہدانِ خوش اوقات رہ گئی
اے عشقِ دل بھی جان بھی ایساں بھی بے پیکے یہ تو کو گئی کہ ملاقات رہ گئی

— (۱۸) —

گرمِ نفاس جو دل سوزاں مرے پہلو میں ہے اے شبِ فرقت شرر کا طور ہر آنسو میں ہے
وہ ملائیں آنکھ تو آئے تین بیاں میں جان سچ ہی عجاوہ میاں ز گس جادو میں ہے
اگیا تھا باغ میں کیا شب کو وہ معجزِ ناز جویدِ بیضا کا عالم ہر گلی شیو میں ہے
میرے مرنے سے انھیں ایسی پریشانی ہوئی حلقہ ماتم کا عالم حلقہ گیسو میں ہے
موجِ حسنِ چشم ہے دلِ عشقِ مژگاں چھوڑ کر مسکنِ شیرِ نیشاں سائے آہو میں ہے
عشقِ مژگاں کر گیا ہو اسقہِ دل میں اثر جانتا ہوں تیر کا پیکان مرے پہلو میں ہے
کس نے خود زلف کیا کیا رنگ ہو کیا حال ہو عشقِ تم کو تو یہ دعویٰ تھا کہ دل قابو میں ہے

==== (۱۹) =====

ایمان مشک زار پریشاں میں رکھ لیے دل اے حبیبِ عنبر لڑاں میں رکھ لیے
ایو ہے ہے عاشقِ ابرو کو ہم سری غضبِ جراتِ تنِ طریاں میں رکھ لیے
قاتل کو تھا جو کشوں سے در پردہ التیام پچاسے بنامِ خنجر بُراں میں رکھ لیے
جز قیس و عشق اور سبھوں کو رہ کیا گلِ دو اسیر خانہ زنداں میں رکھ لیے

==== (۲۰) =====

ہم عاشقِ ابرو ہیں جفا سے نہیں ڈرتے تلواریں مرنے ہیں قضا سے نہیں ڈرتے
پردانہ ہو پیری میں بھی دل اُن کی اوپر وہ شمعِ سحر ہیں کہ ہوا سے نہیں ڈرتے
ہے زاہدوں کو یاد نمازوں میں بتوں کی ایسے بھی ہیں بندے کہ خدا سے نہیں ڈرتے
ہنستا ہو وہ گلِ سن کے فناں ببلِ دل کی صیاد اسیروں کی صدا سے نہیں ڈرتے
مر جانے میں ہو ددِ بٹی جاناں کا قصور ہم ہجر سے ڈرتے ہیں قضا سے نہیں ڈرتے
سر ہو درِ جاناں پہ نمازوں میں دعا ہے مسجدہ یا دا ہو تو قضا سے نہیں ڈرتے
ہے عشق و وسیلہ پسر شیرِ حسد اکا ہم معرکہٴ روزِ جزا سے نہیں ڈرتے

==== (۲۱) =====

بادشاہِ عشق کو ہم نام رسوا چاہیے اپنے خاتمِ پر نگین داغِ سودا چاہیے
چشمِ عبرتِ محو سیرا ہلِ دنیا چاہیے دیکھنے کا ماجرا ہو خوب دیکھا چاہیے
کشتہ دیدارِ جاناں کو یہ پہلی رات ہے آج تربت پر چراغِ دستِ موسا چاہیے
جو ہے خود رفته نہیں تکلیف اس پر زاہد گرم ہو بازارِ رحمتِ جنسِ سودا چاہیے
کچھ رقم کرنا ہے اُنکی شرنگیں نکھوٹ کا وصف ہم کو لے محبوں سودا چشمِ لیلیٰ چاہیے
رہ گئی ہو آنکھ کھل کے حسرتِ دیدار میں چل کے حالِ زنگبہار دیکھا چاہیے

اس دلِ مایوس میں آؤ نہ بے ناز و دادا گھر جو دیراں ہو گزرا میں نہ تنہا چاہیے
جس پر کیا دل دہی بیشلی ہے نایاب ہے عشقِ تسبیح ہو چاہنے کے واسطے کیا چاہیے

— (۲۲) —

خوبالفت گیسوئے سیہ نام نہیں ہے اچھا مرے آنا زکا انجام نہیں ہے
دشت میں خیالِ سحر و شام نہیں ہے ہم کو خبرِ گردشِ آیام نہیں ہے
بُزولِ تھکے کیا دوں کہ دیا نام نہ دلبر قاعدِ ترے قابِ کوئی انعام نہیں ہے
کتنے ہیں تھکے لیے دیکھو نہ دمِ نزع ہٹ جاؤ تملتے کا یہ ہنگام نہیں ہے
جلوہ کسی میکش کی جبین کا جو پڑا ہے کم خطِ شاعری سے خطِ جام نہیں ہے
ہاں ہے مگر بزم میں وہ قاتلِ عالم تلوار کا ڈورا ہے خطِ جام نہیں ہے
خود قبر میں ہے کاسۂ سرفر کے باہر ہشید کو بالکل خسبِ جام نہیں ہے
سمجھے ہوئے ہیں خاک سے عاشق کی بنا ہو اُن کو جو توجہِ طرفِ جام نہیں ہے
ہر دل میں ہو معشوقِ حقیقی کی محبت خالی مے عرفان سے کوئی جام نہیں ہے
بے تیرے جلاتی ہوئے سرخ کی رنگت اک آگ کا شعلہ ہو مرا جام نہیں ہے
رہتے تھے شبِ روز پر تارِ دلی دل میں جبے وہ نہیں پاس کوئی کام نہیں ہے
ہے وصل میں ڈر ہجر کا فرقت میں غم وصل دنیا میں بشر کو غرضِ آرام نہیں ہے
سفاک اثر ہے میرے جذبِ خوں کا کٹھن میں تر می تیغ کو آرام نہیں ہے
پہنے ہوں کفن ہے درِ قاتل مجھے کعبہ زاہد ہو بس جامۂ احرام نہیں ہے
ہم عشق میں رسوا ہوئے تو مکہ میں زاہد ہے کون زمانے میں جو بدنام نہیں ہے

— (۲۳) —

دل نہ رہتا ہے اکیلا نہ جگر رہتا ہے در در رہتا ہے ادھر در داغ ادھر رہتا ہے

کوئی ہو جائے گا رخصت کوئی مر جائے گا
کچھ عجب خون کی جا ہے یہ سرے غانی
دل کو ہم ڈھونڈتے پھرتے ہیں تے کوچے میں
آپ کی وسعت رحمت میں ماں کیا ہے
آبرو اہل قناعت کی نہ مٹے دیکھی
تیغ ابرو کی محبت میں نہ تھی شکل سپاہ
کیا ہوا امانت جو آنکھوں سے لگائے ہم نے
نہم سے کیونکو نہ رہے عشق کو چشم رحمت

— (۲۴) —

اڑے سینہ سے میرے جبرائیلے اس قس غم کے
بس اسے شور قیامت سر اٹھائے ہیں یہاں نالے
مدد کر جلد سے شوق شہادت فوج ہو جاؤں
یہ گھر جلنے کی جلدی تھی انہیں کتے رہو شب بھر
گل رخ کے تصور میں ہم کرتے ہیں سزا ہیں
تزلزل ہو بہت لگو خسر لیتا نہیں کوئی
ہوئے ہیں فوج نیکے میں بہشت کوئے جاناں سے
سلامت سچ دیاس دیکسی وحسرت و حراماں
کہاں ہو بزم کی زینت کہاں ہو دور اقی کا

جہنم سے بڑھے تعظیم کو شعلے جہنم کے
سرکائے آفتاب حشر میرے داغ دل چکے
اُدھر نام جھپکا چکے اُدھر نام و فاسا چکے
کہیں مربع سحر بولے کہیں نجم سحر چکے
ریاض ہر میں ٹھنڈی پھلتی ہو تھم تھم کے
الہی روکنے والے کہاں ہیں عرش اعظم کے
دیئے خالق نے تہہ ہم کو اسمعیل و آدم کے
نٹھائے کشتہ غفلت نہیں محتاج ماتم کے
کیفیت فلا پوچھے تو کوئی جام سے جم کے

— (۲۵) —

خیال حلقہ گیسو دلِ ناکام میں آئے
مبارک لے اسیری ہم بلا کے وام میں آئے

عہت ڈرتے ہوئے اہل جہاں فتنے آنے سے
 کبھی دھشت سرائے عاشقِ بیدام میں آئے
 پڑے بیچ تو عارضِ نگر اے ساتی ہوش
 کہاں سے آفتابِ صبح تیرے جام میں آئے
 جنابِ عشق مجنوں بھی ہو مہمنوں آپ کا ہم بھی
 ادھر آغازِ میرا آئے ادھر انجام میں آئے
 بیاں ہوتا ہو جبے ہاد کی دنیا پرستی کا
 دلِ کفرِ آشاکتا ہو کون اسلام میں آئے
 کیلجہا رات دن بچتا ہو راحت کس کو کہتے ہیں
 یہاں لے اہلِ دنیا کس خیالِ خام میں آئے
 کبھی فتنے آئے عشق میں اے عشق کیا ممکن
 گزربائے اگر آغاز تو انجام میں آئے

— (۲۶) —

اشکِ نعلِ رداں کھوئیے شبیوں میں رہے
 سیکڑوں موتی ہزاروں بچوں دامن میں رہے
 دہم ہو غیر کا ہاتھ ابروئے سفاک پر
 ڈریے اس تلواریں جو دستِ دشمن میں رہے
 زلفِ ادھر سرِ ہم، ادھر سارا گریبانِ اتارا
 وہ بھی لہجہ میں ہے کچھ ہم بھی لہجہ میں رہے
 عندلیبو! عشقِ زلفِ رخ میں ہم نے کی قضا
 رات دن ماتم ہمارا صحنِ گلشن میں رہے
 اولیٰ ہو تقدیر لے خدا وہ دیوانہ ہوں
 پاؤں میں طوقِ گراں زنجیرِ گردن میں رہے

— (۲۷) —

دوست کی دل کی طرح سے دلِ دشمن میں رہے
 ایک صورت سے ہم آئینہ و آہن میں رہے
 سرے دہلیں جگہ اور کسی کی کیوں کر
 کون تجھ سا ہے بھلا جو ترے مکن میں رہے
 اے جنوں سرِ بگریبان نہ پھریں ہم کیہ بھر
 اتنو پتھر نہ کسی طفل کے دامن میں رہے
 خوف کیا لکبِ دم میں بھی ہیں کے لگی ہیں
 ایک گلشن سے چلے دوسرے گلشن میں رہے
 آپ جو قید کی مدت نہ معینِ فسرائیں
 ایک دم بھی نہ کبھی روحِ رواں تن میں رہے



مولانا مولوی سبط حسن صاحب قہلہ فاطو

حیاتِ فاطمہ

لکھنؤ کے مشہور و ہر العزیز خطیبِ عظیم شمس العلماء مولانا سید سبط حسن صاحب قبلہ کی ذات گرامی بھی ان ذواتِ مقدسہ کی فہرست میں ایک ممتاز ترین جگہ کی مالک ہے جن کے وجودِ دیگر پر تمام قومِ تمام ملک اور بالخصوص شہرِ لکھنؤ جس قدر بھی فخر کرے وہ کم ہے اور جن کے دنیا سے اٹھ جانے کے بعد اس ناقابلِ کافی نقصان پر جس قدر بھی آد و فراری کرے ان کے حق سے ادا نہ ہو۔

مولانا سید موصوف قبیلہ نصیر آباد ضلع رائے بریلی میں ۱۳۱۲ھ میں پیدا ہوئے اور ابتدائی زندگی کے صرف چند سال آبائی وطن میں گزرے ہوں گے کہ تحصیلِ علم کی غرض سے لکھنؤ آگئے اور یہی ہے کہ پھر مکے بھی نہ گئے۔

مولانا سید موصوف نے مدرسہ عالیہ ناظمیہ کا آخری درجہ ممتاز الافاضل نہایت ممتاز نمبروں کے ساتھ پاس کیا۔ مدرسہ ناظمیہ کا یہ وہ دور تھا جبکہ نجم العلماء مولانا سید نجم الحسن صاحب قبلہ اعلیٰ مقامہ اوس کے صدر مدرس تھے اور مولوی قرآن علی صاحب قلم مولوی محمد اردن صاحب قبلہ مولوی محمد داؤد صاحب قبلہ اور ابوالشیر محمد تہم مدرسہ مذکور میں تحصیلِ علم کر رہے تھے اور مولانا سید موصوف کے ہم کتبہ ہمدس تھے۔ مولانا سید موصوف نے اپنے بڑے بہنوئی خورشید علی کے بخلِ خریکات سے مدرسہ سلطان المودت کے آخری درجہ ممتاز الافاضل کی سند بھی حاصل کر لی اور کچھ قلیل یا بعد ازاں آباد اور پنجاب کی ریونیوٹریں سے علومِ مشرقیہ کے امتحانات دیکر ان اسناد کا بھی اضافہ کر لیا۔

مولانا سید موصوف کے بحرِ علمی کے متعلق ہم اپنے ان مختصر صفحات میں کہاں ذکر کر سکتے

ہیں۔ اور حقیقت بھی یہ ہے کہ مرحوم کی ذات والا صفات ہماری تذکرے سے کہیں بالا تر ہے۔
 مرحوم کی قدان کے زمانے کے علماء و فضلاء نے کی اور اہل علم اُن کی یاد کو آج باعثِ برکت سمجھتے
 ہیں۔ مرحوم ہر گناہ دیکھنا جماعت میں ہر دلعزیز تھے جو گروہ دل میں اُن سے خلوص نہ بھی کھتا
 ہو لیکن اُن کے مواظبا میں شرکت کرنے کے بعد دوبارہ شرکت آرزو کیا اُٹھتا تھا۔ اہانتِ حضرات
 اُن کے مواظبا کی محفلوں میں بکثرت شرکت کرتے تھے۔ بعض ہندو خوش مذاق حضرات بھی ان کے
 موعظوں میں بلا ناغہ شرکت کے لطف حاصل کرتے تھے، ابھی وہ لوگ زندہ ہیں جنہوں نے لکھو کہ
 مشہور ڈاکٹر پکڑ کو شیخ علی عباس صاحبِ حرم کی کٹھی میں پڑے عشرہ محرم بھر حرم کی مجالوں میں شرکت
 کرتے دیکھا تھا اور ڈاکٹر صاحبِ موصوت کے علاوہ بھی متعدد حضرات تھے جن کو مرحوم کی خواندگی
 سے خاص طور پر غلط تھا لیکن یہ سب تذکرے بخیاں طولِ مدعا ترک کیے جاتے ہیں۔

متواتر ادویوں سے نہا ہے کہ مولانا موصوت نے اپنے پہلے سفرِ کربلا سے مُعلیٰ میں تشریف
 دعا کی تھی کہ خدا نے تعالیٰ بواسطہ شہید کربلا ان کی زبان میں تذکرہ امت فرمائے۔ یہ دعا تو ہم نے اپنے
 کا ذکر نہیں سنی تھی لیکن ادب کی قبولیت کے اثرات اپنی آنکھوں سے غور دیکھے۔ مولانا موصوت نے
 جس خدمت کو اپنا شغلِ حیات قرار دیا وہ ذکرِ فضائلِ اہلسنت بیانِ مصائبِ ایلہ شہداء
 تھا اور اس مخصوص کام میں اُن کی زبانِ گنج غیر معمولی اثر نے ہر خاص و عام کے دل پر اپنا سایہ جاکر
 نیابت کر دیا کہ یہ بات صرف اُسی کو نصیب ہو سکتی ہے جس کے لیے شہداءِ ایزدی کی تابعداری اہل
 حال ہو جو کہ اس مسئلہ میں کسی کو اختلاف نہیں ہے کہ ذاکری کا منبر مولانا موصوت کی زندگی میں
 بھی دیے ہی کسی دوسرے خوش بیان مقرر کی شہادت نہیں دے سکتا تھا اور ان کے اہتمام
 کے بعد کاج تک بھی اُس کے دوش پر کسی ایسے شیریں بیان کے قدم نہیں پہنچے جس کو شیریں کلامی
 خوش بیانی یا مرجعیتِ عوام میں وہ مرتبہ حاصل ہو جو مولانا موصوت کو تھا اور اس بنا پر اگر قوم
 پُر خلوص افراد نے اُن کو خطیبِ اعظم کے لقب سے خطاب کرنا شروع کر دیا تھا تو بیشک اس کے بجا

پر اہل بھی تھے۔ ہر حال، مولانا سے موصوف اپنے عہد کے ایسے پیشربیان و خوش بیاں و اعطاء، نوآکر، اور مقرر تھے کہ ابھی ایک کافی عرصے تک دن کی یاد اور اُن کے نقش کمال دل سے محو نہیں ہو سکتے۔ جاننے دے بخوبی جانتے ہیں کہ مولانا سے موصوف علمی کمالات میں خداداد جامعیت کے حامل تھے لیکن جن شعبہ علم پر طبیعت زیادہ مائل تھی وہ ادب تھا۔ بیچ ابلاغہ قین مرتبہ سرکلہ ناصر اعلیٰ علی اللہ تعالیٰ سے پڑھی اونٹوں و فرماتے تھے کہ ہر مرتبہ جدید تفصیل معافی و مزید تشریح مطالبہ کتاب بنی معلوم ہوتی تھی اور پڑھتے، والا ابتدائی نظر آتا تھا غرض مرحوم عربی زبان کے صرف میں اہل زبان معلوم ہوتے تھے اور ہی قدرت فارسی زبان پر بھی تھی، مختصر یہ کہ زبان میں خذنے ایسا اثر دیا تھا کہ کسی زبان کی قید نہ تھی، نظم و نثر کی پابندی نہ تھی، جو کچھ کہہ دیا وہ اثر سے خالی نہ ہوا۔ ادب کے دلی ذوق ہونے کی وجہ سے مرحوم کا فن تقریر و شاعری رہا لیکن جہاں تک پتہ چلتا ہے مرحوم نے جو کچھ نظم فرمایا وہ دوسروں کی خاطر سے چننا پڑا انھیں کے حوالہ بھی کر دیا، اسی وجہ سے آج اُن کا بہت کم کلام دستیاب ہوتا ہے جس پر نظر کر کے دل خوش تو بہت ہوتا ہے لیکن سیری ہرگز نہیں ہوتی۔

اردو میں بھی مولانا سے موصوف نے بہت کچھ کہا لیکن انوس ہے کہ وہ سب کہنا اٹھ جانے کہاں پہنچ چکا۔ مولانا مرحوم کا غزلیات کی قسم کا کلام بہت کافی ہوتا اگر وہ سب احباب کی خاطر واری میں نہ صرف ہو گیا ہوتا، مرحوم کے صاحبزادے جناب سید محمود صاحب مالک کے ہم بہت شکر گزار ہیں جنھوں نے مرحوم کا یہ کلام برائے اشاعت ہم کو تحفہ فرمایا اور امید ہے کہ غیر مقرر کلام بھی نہایت قدر کی نگاہ دیکھا جائے گا کیونکہ اب کوئی امید نہیں کہ مولانا سے مرحوم کی ایک غزل بھی کیس ایسی دستیاب ہو سکے جس کے متعلق یقین سے کہا جاسکے کہ نظم کے وقت سے ابتداء اپنے مصنف ہی کے اختیار کا نہ میں ہی اور کوئی غیر اس کا دعویدار نہیں ہے۔ شہر و سخن سے مولانا سے موصوف کی بے نیازی کا اندازہ اسلئے لگ سکتا ہے کہ مرحوم کے کلام میں قطع نظر نہیں آتا۔ اور اگر خیابانِ کتب ہم کو مطلع نہ کرتے تو ہم کو آج بھی علم نہ ہوتا کہ مرحوم کا تخلص فاطمہ تھا۔

مولانا موصوف نے مرحوم سے اللہ مطابق ۱۳۵۷ھ بروز پیر ۱۳ ذی الحجۃ انتقال فرمایا اور ابنا و غفران میں دفن ہوئے۔

کلام حضرت شمس العلماء مولانا سید طاهر حسین قادری

— ۱ —

خنجر کا ذکر کیا وہ گلے سے بید تھا بس ہاتھ ہی اٹھا تھا کہ بس نہیں تھا
آخروہی ہوا کہ وہ ناشاد مر گیا پہلے ہی اس مریض تھیں نا امید تھا
داں ختم ہو چکے تھے فنونِ تمگری یاں لبِ پیڑے نعرہٴ حل میں جا پیدا تھا
یہ کیا ہوا کہ شام کے ہوتے ہی بجھ گیا دل میں ابھی تو جلوہٴ نسجِ امید تھا

— ۲ —

تھا نقشِ ان کا جو پیلوں میں صورتِ دل تھا جسے سمجھتا تھا میں دلِ دی تو قاتل تھا
میں کیا بتاؤں کہاں داغ ہے کہاں لک جسے سمجھتے ہو تم داغ بس ہیں دل تھا
اُجاڑا ڈالاشمین بُرا کیسا صیاد یہی تو ایک مری عمر بھر کا حاصل تھا

— ۳ —

تضمین بر غزلِ غالب

ہنگامہ دارِ حسرتِ محفل نہیں رہا شکوہ طرازِ ناوکِ قاتل نہیں رہا
اب میں سکونِ محض ہوں بس نہیں رہا عرضِ نیازِ عشق کے قابل نہیں رہا
جس دلِ لہِ ناز تھا مجھے وہ دل نہیں رہا

پھبتا ہے ان گھٹاؤں میں کب آنقا ہیں خود ہے فریبِ نورِ فریبِ حجابِ حُسن
کچھ اضطرابِ عشق ہے کچھ اضطرابِ حُسن ذکرِ دیئے ہیں شوق نے بند تھا حُسن
غیر از نگاہِ اب کوئی حائل نہیں رہا

جو کہ کتابِ غمِ تھی وہ سب تیری یادگار گم گمشدہ فراق کی گم گم یاسِ انتظار
گم گم ماتمِ دل اور کبھی ماتمِ تہوار گم گمیں ربار میں تم ہائے روزگار
لیکن ترے خیال سے غافل نہیں ہا

— ❦ —

رہیں اضطرابِ غمکش شبِ فرقت ہوں میں وقف انتظارِ بلوہ صبحِ قیامت ہوں
مرے جلوے اور اگے دلِ مدت ہوئی گم ہے میں صیدِ بھیبی آج کل پابندِ حسرت ہوں
بھانا فرضِ مجھے غیر کا تو کیوں ٹھاتے ہو اس احسانِ نتیجہ میں ہیں ہونِ منت ہوں
نہ بگڑو اک ذرا سی بات پر گو آؤ جانے دو تمھاری عداوت میں بے وفائیتِ مروست ہوں
نہیں قدرِ محبت کچھ نہیں کر جھوٹ کتابوں تمھاری طبع میں غبی دشمنِ اربابِ الفت ہوں

— ❦ —

خاک اڑنے لگی آخر اپنے دلِ مضطرب میں گرتی ہوئی بجلی عقی رکتے ہوئے بخر میں
دم لینے بے مدت میں چھپا ہوں سیری سے صیاد ابھی طاقت اڑنے کی نہیں پیر میں
مجھ کو شبِ وصل نے دلِ فرقت کا بھی کھٹکا تھا بھولوں کے بوا کا شاہی تمھارے بسیر میں

— ❦ —

کسی ہونے لگی آخر کواشکوں کی روانی میں کسی کے جلوہ رُخ نے نگاہی آگ پانی میں
بڑی ہوتی ہے لے ہوئی گمراہِ جلوے کی نہیں تو سہل تھی موت اک شہدِ آسمانی میں
جفا و ظلم کے محضر کی یہ نہر میں نہ جاؤں گی میں اسے داغِ بزمی قبلے آسمانی میں

— ❦ —

بقا پر اتنا ہی سے بنائے واپس آکھدی جہاں کچھ بھی جگہ پائی آسائے غمِ و کھدی
سوائے اور دشتِ ہاتھیں طاقت کمان تھی اڑائی خاک جب ہم نے تو گردوں پر زمین کھدی

رُلا نا ابر کا منظور تھا کشتِ زمانہ بَر
جیھی تیری ترپ بجلی میں سلسلِ جویں دی
کوئی پھانہ ملتا تھا جو بے زخم دیتا ہو
جراحت ہو گئیں آنکھیں تو ہم نے ہستی کی دی
بقا کے پاتے ہی دل کا سفینہ ڈلگا اٹھا
بٹھلنے کے لیے فدا تے ان غم کی زمین کی دی
دورِ جوشِ گریہ تھم گزرنے والے کھول آنکھیں
کسی نے اس کے چشمِ غم پر تیسرے آستین کی دی
امانت اریں ان مرنے والوں کا ٹھکانا کیا
ذرا سی خاک ہے جس جگہ پانی دہریں کی دی
تسے دھوکے میں بند ہو گیاں اے زمانے کا
میں معلوم کن کن آستاروں پر چید کی دی

— ❦ ۸ ❦ —

جز ذاتِ حق جہاں میں پہلے گانہ کوئی
اں میری با دفائی اور تیری بدسلوکی
آگے پسینے چہروں پہ قاتلوں کے
عشر میں قدر دیکھی تم نے مرے لہو کی
اب کچھ نہیں ہے مجھ میں بعدِ سوالِ باقی
بچی ہے تیسرے آگے اک بوندِ آبرو کی

— ❦ ۹ ❦ —

میں تو اہلِ جہاں سے گزند ہوتی ہے
وہ کون ہیں جنھیں دُنیا پسند ہوتی ہے
ہے کربِ نزعِ الگ اُنکا انتظارِ الگ
نہ آنکھ کھلتی ہے میری نہ بند ہوتی ہے
ہوا پہ زلفِ اُڑا سی ہے خدا فلک کو سچا
جو پہلے دامِ حق اب وہ کند ہوتی ہے
ہوئے حکم کہ قیدی نہ آہِ سرد بھریں
ہوا بھی آج اسیروں پہ بند ہوتی ہے

— ❦ ۱۰ ❦ —

یہ شقِ نازِ کب تک دل میں کیا ہے
اب آخر ہے اس سب میں کیا ہے
اسیرِ کجِ غم! غرق ہو جا
لبِ خشیدہ ساحل میں کیا ہے
خوشی کیوں ہے عرضِ مدعا پر
کہو تو کچھ تمھارے دل میں کیا ہے
دلِ مجنوں ہے یا تماشا لیسے
تسلے سارِ باں محل میں کیا ہے

متفرق اشعار

شب ہجر کیا بنے گا کوئی دلنواز میرا ہے غنی تیسوں سے غم بے نیاز میرا
مری سیرِ مختصر تو دہتی قابلِ تغافل کبھی حتم ہو ہی جاتا گلہ دہاز میرا

مددِ دشمن نے کی جب ستوں کو بے خبر جانا دکھایا مدد نے ناؤں کو گردوں سے گزر جانا

حسرت نے نام ضبط کو آخر ڈبو دیا بیمار دیکھ دیکھ کے اک اک کو رو دیا

ہلپشِ دل میں سوا اور اشکِ انشائی نہ ہو اس سے چھو تھو تک گھر جلتا ہوا ربانی نہ ہو

تم یہ کہو دہلِ اسیرِ قید رہے تمام عمر میں یہ کہوں کہ عمر زلفِ شام جفا داز نہ ہو

تہِ مرتد بھی ساتھ آلی تھا! فیریں شبِ غم کی حری آنکھوں میں اب تک ہے یہاں ہی غلامِ غم کی
نکاح کے رہنے والے بھی بھائے ہجر تھے ہیں میسر و صل گر ہو جذبے نیست سے، شغف کی

لیا زہرِ چشم آسروں نے نکل کے کونیں دونوں اڑھے ہوئے ہیں اُبل کے
بھٹانے ابھارا نزاکت نے روکا کیے دارِ بھاری پڑے زخم پہلے
کشتیِ عسمرِ دہانِ شب و بکور میں ہے اتنا پانی حرسے دستے ہوئے ناموس میں ہے
اب کیا پھٹیں گے وہ جو گرفتار ہو گئے زئوال کے در نصیب سے دیوار ہو گئے



حیات مشاق

نواب محمد باقر علیخان عرف نواب بنے صاحب الغلص بہشتی کھنڈ کے بلاقتدار
 روسا میں تھے، اودھ کے نواب کے خاندان سے تھے اور اتنا ذہینہ لڑکا تھا کہ نہایت خوشحالی
 اور فارغ البالی کے ساتھ بسر کرتے تھے۔ اپنے زمانے کے روسا دشہر کی طرح علم و ادب کے شائق
 و لادہ تھے۔ عیش پرست اور فصول خرچ نہ تھے۔ عربی فارسی کی استعداد میں منتہی تھے۔
 ان کے زمانے میں مشرق اور مغرب دریاں انھیں سے پڑھتے تھے۔ اس شہر میں ان کی
 استعداد مستند مانی جاتی تھی۔ مسائل علمیہ میں ان کے فیصلے کو کافی سمجھا جاتا تھا۔ ان کو خود
 ذوق علم اس حد کا تھا کہ ایرانی سیاحوں کو مہمان رکھ کر ان سے ہضامات و محاورات
 اہل زبان حاصل کیا کرتے تھے۔ مذاق و ساد کے خلاف ایک بات ان کے لئے مخصوص
 یہ تھی کہ ناچ گلنے سے بالکل دلچسپی نہ رکھتے تھے۔ پیرنے کا اہلہ بہت شوق تھا اور اس فن
 میں کافی مہارت رکھتے تھے۔ صاحب جامہ ادبی تھے جامہ ادب کے صحیح حدود و اربعہ تو نہیں بتا جاسکتے
 لیکن اتنا بہت لگتا ہے کہ حملہ سرائے معالی خاں میں آج جس جگہ پر کالیچرن انٹر میڈیٹ
 کالج کی عمارت بنی ہوئی ہے وہیں ان کے ملوک مکانات واقع تھے۔ نواب صاحب مرحوم خود
 ایک مکان میں جو امام باڑہ میاں الماس علیخان کے متعلقہ مکانات میں سے تھا سکونت
 رکھتے تھے صحبت میں اہل غم کا ٹیج رہتا تھا اور شعرو و شاعری کے پرچے میں دقت گذرتا تھا۔
 شاگردوں کے نام کی طویل فہرست اس وقت بخوف غول مقصد نہیں پیش
 کی جا رہی ہے، ان میں سے صرف بعض حضرات کے نام حسب ذیل ہیں:-

نواب سید سجاد علی خاں صاحب عرف نواب صاحب مرحوم، حکیم مرزا علی محمد

مئے آغا صاحب فاضل مرحوم، الطاف حسین صاحب عالم مرحوم، مولوی ناظم حسین صاحب ناظم مرحوم مدرس سلطان المدارس، ان حضرات کے علاوہ مرزا محمد ہادی صاحب عزیز مرحوم کھنوسی کی شاگردی کے متعلق بھی کم و بیش روایات موجود ہیں لیکن ہم ان کا نام شارل نہیں کر سکتے اس لیے کہ ان کو خود صرف درسیات پڑھنے کا اقرار تھا لیکن شعر و سخن میں اب صاحب مرحوم کی شاگردی کا ذکر ان کی زبان سے نہیں سنا گیا۔

نواب صاحب صوفی کے کلام میں فخریہ مضامین کیاب بلکہ نایاب ہیں۔ اپنے متعلق زیادہ تر ائمہ معصومین علیہم السلام اور ان کے مشاہدہ مقدس سے اظہارِ خلوص و شتیاق زیارت کے مضامین نظم فرماتے تھے اور فنی انشراح کے سبب انکسار کی جھلک زیادہ پائی جاتی ہے۔ ایک شعر میں خود کہتا ہے :-

بچے بھی شرمیے ہیں غزل میں ادا چھ بھی خدمت بھی ہوتے ہیں مشاق موتی بھی ہند ہیں
زبانِ صاحب صوفی نے آخری حصہ عمر میں دالی ریاست امپور کے دربار میں انکی قدروانی
اور عزت افزائی کے پیش نظر ملازمت اختیار کر لی تھی۔ رفتہ رفتہ دالی ریاست عالیہ کی نگاہ
کرم ایسی امتیازی صورت اختیار کر گئی کہ دیگر عاملین دربار سے برداشت نہ ہو سکا، بہانہ کہ
حضرت مشاق کسی مرض میں مبتلا ہوئے اور علاج میں قصد کھانا تجویز ہوا اُس لیے کہ حلیہ پہننے
اس موقع سے فائدہ اٹھایا اور علاج ڈاکٹر کو کسی مقول یا غیر مقول صورت کے اپنا بخمال بنا کر انانوں
نکلوا دیا کہ حضرت مشاق رو بہ اصلاح ہونے کے بجائے رو بہ قبل کر دیے گئے۔

۱۶ خوال ۱۳۱۵ مطابق ۲۴ دسمبر ۱۹۰۰ء بروز شنبہ انتقال فرمایا اور اپنی ہی میں سپرد خاک
کر دیے گئے۔ مرحوم نے وقت انتقال دو لڑکیاں چھوٹیں اور ایک صاحبزادے کو بچہ مرضی خاں فیہ
منش تھے جن کا بھی چند سال ہوئے انتقال ہوا ہے۔ جناب شقی بھی اپنے والد مرحوم کی طرح ایک خوشنما و شاعر تھے
ابوض ترافض اور نگہ مرزا ج تھے اور اپنے احباب میں عزت و محبت کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

انتخاب کلام حضرت شاق لکھنوی

غزلیات

— ۱ —

ایک نقطہ مٹ نہیں سکتا خط تقدیر کا	کام کیا تحریر پیشانی میں ناخن گیر کا
قید میں بھی سوز غم سے ہوں میں آتش زیر پا	موم سے بھی نرم ہے لوہا مری زنجیر کا
کھا کے ناک میں جو دنیا سے گیا سوائے علم	فرق ہست و نیست میں کیا تھا قطعاً تیر کا
اس قدر لاغر ہوا ہوں فرقت دلدار میں	پڑھ لیا جاتا ہے سب کھٹا مری تقدیر کا
شمع نے کی گل فشانی آج شب کو اس قدر	بھر گیا پھولوں سے تحفل میں دہن لگا کر
فکر کرنے میں خموشی سے ہوئی گویا ذباں	رنگ آخر رنگیا جو ہر مری شمشیر کا
کیوں نہ اشک سرخ ٹپکے لباس ہزیر	دل سے ہے مشاق کو غم شیر و شیر کا

— ۲ —

اپنے جامہ میں چرخ نے طائفا	لے کے کٹھناترے گریباں کا
اشک بیتاب ہے مرا برباد	ذگریباں کا ہے نہ ذاماں کا
عشق گیسو میں بخت بد میرا	خواب ہے شخص دل پریشاں کا
خود فراموش ہوں ضعیفی میں	نم ہوں محراب طاق نیاں کا
ہے جو مشہور ارض پاک نجف	اتو مشاق قصد ہے وال کا

— ۳۵ —

سوز دل کا یہ اثر رونے میں پیدا ہو گیا
دقت آرائش اور لہجہ تپ بہت شائستگی
آنکھ میں جو اشک گرم آیا وہ چھلا ہو گیا
رخم کھاکھا کر ہوئے عاشق غریب بھر مرگ
بل کی لیتلبے تھرے گیسو کو سو دا ہو گیا
ہجر میں کی موت کی خواہش گئی لیکن جہاں
دم بھٹکنے میں مرے دل کی تمنا ہو گیا
نکھ سے جب تک دہواں آنکھوں کا ڈر ہو گیا
حدت سوز دروں نے کور مجھ کو کر دیا
اب زمینِ شعر پر اس کا اجارا ہو گیا
ہو گیا جاری عملِ مشاق کا اس ملک میں

— ۳۶ —

سکون ہو گا دل انگیز کو جب یہ سو ہو گا
نہیں ہو جیہ مجھ سے وہ سنگ مر مر پرائے ہے
تلاطم بحر کا کشتی کو میری ناکذا ہو گا
مرے رونے کی کیفیت نہ پوچھو مجھے ہنسنو
دل بیتاب یہ بھی کوئی انداز جفا ہو گا
سمجھ کر جس کو شیشہ آج توڑا تو نے پتھر سے
ابھی دہن چوڑو لگا تو اک طوفاں بیا ہو گا
جلا تا ہوں میں اپنی گرم رفتار سے محنوں کو
ارے ہیر جم وہ میرا دل درد آشا ہو گا
درِ بخانہ گر ہے بند ہم کہہ کو جانے ہیں
ایساں ہیں نہ مجھ سا کوئی آتش زیر پا ہو گا
ارے ہیر مضافا تو بہ کلا دروازہ تو دا ہو گا
دہن میں اپنے اسے مشاق طو پر قل ابکر ہے
کھلے گانٹھ ہمارا اگر کوئی حرف آتا ہو گا

— ۳۷ —

کبھی ہونا نہیں ہے ختم دنیا میں غم میرا
ہجوم یاس ہے کیا مجھ سے روئیں کوئی شخص
اگر میں بٹھتا ہوں تنہا تو پھر تپا ہے میرا
پتہ کیا پوچھتے ہو شہر کا دلا اندر رخ سے
بٹھا جاتا ہے خود دل صورتِ شمع سحر میرا
مرے اشکِ ندامت کھوئیں گے تدا منی میری
وطن ہے ہمدرد چاکِ گریباں سحر میرا
بنے گا ابر حمتِ حشر میں داماں ترمیرا

مری آوارگی کا بھی نہ آیا کچھ خیال میں کو
مٹایا گھر بنا لیکن نہ اس کے دل میں گھر میرا
متاعِ دل رہا الفت میں لٹی اسکی زلفوں نے
ٹھگڑ گئے بے لیا رستے میں بابِ غم میرا
کمالِ نظم اے مشتاقِ حاصل ہو بیغی میں
ثمر پیدا کرے فصلِ خزانہ میں شجر میرا

— ❦ —

مرضِ کرکے فنا عشق کی جفا نے کیا
وہ ابتدائے کیا تھا یہ انتہا نے کیا
جفا میں کرتے ہیں کیوں یہ بُتانِ ظلم پسند
نصو کو نہ اس بندہ خدا نے کیا
ہماری آہ سے بیتاب ہو کے وہ بوے
یہ نالہ کس کے دل دردِ آتش نے کیا
وہ بوے غیر سے عاشق کو دیکھ کر سہرا
مجھے سلام یہ کس صودتِ آتش نے کیا
طلب کے قبل عطا مقصداے کُشتش ہے
سوال کر کے سخی کو خجل گدا نے کیا

— ❦ —

میں جو بزمِ یار میں محو صدائے چنگ تھا
جو نفس تھا دیکھیں سازِ طرب بھنگ تھا
ظلم گردوں نے کیا ادنِ بادشاہوں کو بیک
کوہِ جن کے عدل کی میزان میں پانگ تھا
ضعف میں جب حیثیت بدی تو آئی موت بھی
مرغِ جاں نیک را ڈرا جو، وہ ہمارا رنگ تھا
کیا کہوں میں قافلے میں اپنی بیباکی کا حال
گاہ گرد کارواں تھا گمہ صمدِ آرزو تھا
آفریں صد آفریں مشتاق کیا کہنا تیرا
اس زمیں میں وہ کہا تو نے جو تیرا رنگ تھا

— ❦ —

ہر جگہ کشتن میں گلِ محو خرامِ ناز تھا
سبر و شاداب جس کا فرشِ پاؤں ناز تھا
آشیانِ تن سے اوڑھ کر پھر نہ آیا تابہ حشر
مرغِ جاں بھی کیا حرمِ لذتِ پرداز تھا
پند سب پیرِ مغاکِ دل میں تھی مجھ سے کچھ
تھا صدفِ کان میں دریا کا جو کچھ راز تھا
ہے، ہو اداریِ جنوں کی مجھ کو اب مدِ نظر
ورنہ پہلے کب رچا کب گریباں باز تھا

عیمید بھی محو زیانوں کا ہے دنیا میں تر
 اس جو نادک لگا پاؤ گیا دل میں میرے
 ہر خند گنگا زار تالاب تیرا انداز تھا
 عین راز عشق مزمع حاشی کا سا ز تھا
 بعد بھرے بزم میں کہتے ہیں اسے شاز سب
 یہ غزل خوں ہم صفیر بابل شیراز تھا

— ۹ —

دل محو دیدِ زگرستان ہو گیا
 گو میں بجائو اس سرے قدم میں اگر
 ساقی نے پی شراب بہ دیوانہ ہو گیا
 زنجیر کی صدا سے کہ دیوانہ ہو گیا
 کی اتنی عمر کی عت پیر مغال میں عمر
 قہر جگ کے حلقہ درخشاں ہو گیا
 دن رات جو کھلا ہوا رہتا ہے ساقیا
 توبہ کا باب کیا درخشاں ہو گیا
 مشاق میں نے جی بونیا کو دی طلاق
 عالم میں شور بہت مرزا نہ ہو گیا

— ۱۰ —

دل پسچا بھی نہ مریا کایس دیکھ لیا
 زم میں روتے ہوئے چند نفس دیکھ لیا
 گرم آہوں کو تری مرغ نفس دیکھ لیا
 شمع اک رات میں بنے تجھ میں دیکھ لیا
 آج تو جھڑے کو پونچا دیا ہنسنے گھر تک
 غیر کے گھر اٹھیں جاتے ہوئے بس دیکھ لیا
 آگ آہوں سے ایسوں کی لگ اٹھی صیاد
 نیکیا شعلہ بچو ال قفس دیکھ لیا
 جگہ مست نے شیشوں میں بھردی ساقی
 آج رندوں نے مری آکھ کار میں دیکھ لیا
 رحم آیا سرے رونے یہ تو کھیر امنہ کو
 اب تو ہنس سامنے میرے کہ نہ نہیں دیکھ لیا
 دوست انجام میں نکلا نہ کوئی لے ساق
 ہم کو جی پہ تھا بھروسہ اٹھیں بس دیکھ لیا

— ۱۱ —

سر کو کرا لایا کیا میں ہیں در ساری رات
 دے غفلت نہ ہوئی اس کو خبر ساری رات

قصہ گو عشق کے انسانے سے جاؤں گا زلف جانان کی قسم سوؤں اگر ساری رات
 وصل کی شب بھی نہ کھٹکے سے فراغت پائی خود بخود دل کو رہا خوت سحر ساری رات
 شب فرقت بھی نہ کچھ حوسا دل کا کھلا ہو گئی آنکھ چھپکنے میں اس ساری رات
 آفتاب بر شب مستاب میں ہولطت سے دہے آج ہوا ہے رشک مے ساری رات
 چند اشعار یہ تب نظم ہوئے وقت سے کھایا مشتاق نے جب خون جگر ساری رات

— ۱۲ —

ضعف میں وقت سے دم نکلاتن بسل سے آج ہچکیوں کا تار ٹوٹا بھی تو کس محل سے آج
 آزمائیں چل کے ہم چھوٹی بھوئی تقدیر کو فیصلہ ڈوٹے ہوئے دل کا کس تال سے آج
 راز داں اب ہو گئے دونوں تھکا کر ظلم کے کل جگر سے ترے سرگوشتیاں کیں سے آج
 ہے شب لیل محب میں داہیں رہے ہشت وصل کر لے آئی ہیں حوریں تیرے مال سے آج
 میرے گھر آئے کوہودہ ہر روشن اے آسمان لنگ ۳ سے جاوے کوئی خورشید کی منزل سے آج
 چشکیاں رہ رہ کے لیتا ہے یہ کس کا درد بحر و سبدم کیوں ہو کہ اٹھتی ہے ہمارے دل سے آج

— ۱۳ —

کون جو پائے وفا ہو گا مرے دلی طرح در بدر پھرتا ہے یہ کنگول سائل طرح
 مہری رقت کے سب سے ان کو بھی شاید غ کچھ بھرے بیٹھے ہوئے ہیں ہر دلی طرح
 عمر بھر اس رشک لیلی کا رہے گرا انتظار دار ہے آغوش حشیم آغوش محفل کی طرح
 بیکہ بخنداں ہے گل، لبیل ہر نالاں باغ میں اک تمھاری دل کی مٹو تاک ہر دل کی طرح
 ہوں وہ بد قسمت جو پہونچوں گا دیار یاز تک زنتہ جاں قطع ہو جائے گا منزل کی طرح
 زخم کھا کر بھی میں مطلق نہیں رنج و ملال دل ہمارا صاف ہے ضمیر قاتل کی طرح

— ۱۳۸ —

حُسنِ آرائشِ لبسِ نہ رہا میرے بعد جو گیا غم سے سیرِ رنگِ حتما میرے بعد
 مر گیا میں تو مٹا یا رکازِ خسارِ ام نہ رہی شوخیِ نقشِ کُتِ پامیر سے بعد
 ہیں نہ جب ہوں کا تو کھل جائیگے بلِ رنوں کے چھوٹ جائیں گے ایڑیوں پر میرے بعد
 کا نہ بھلا صرصر نہ دیا دشت کے وحشی رستے یوں جھلڑے تو کسی کا نہ اٹھا میرے بعد
 ہیں وہ ٹبل ہوں کہ ہمراہ گئی جس کے ہمارے تر ہی وہ چھنتاں کی فضا میرے بعد
 سر و مری کا سینوں سے طریقہ چھوٹا نہ رہی گرمیِ بازارِ جفا میرے بعد
 فتنہ آگیز نہ ہوگی تری رخسار اسے جاں نہ تم دمھائے تجھے نقشِ کُتِ پامیر سے بعد
 میں یہ کہتا نہیں مشاق کہ اچھا سمجھے نہ کہے کاش کوئی بھگدڑا میرے بعد

— ۱۳۹ —

مر گیا عاشقِ رخسارِ پروردِ ہو کر روح نکلی تو شمیمِ گلِ غو شمعِ ہو کر
 سیریِ تذلیل نے تو قبرِ بھائی میری میں سبک گشتِ عالم میں ہاؤ ہو کر
 صیدِ لاغر ہیں قفس میں رہیں گے عیاد موسمِ گل میں گل جائیں گے ہم ہو کر
 جانِ دی سوزِ محبت سے جو پڑانے نے بہہ گئی شمع بھی اک رات میں آسو ہو کر
 میں ہوں وہ وحشی لاغر کہ اگر تل بھڑوں کانٹے تولیں تجھے صحرا میں ترانہ ہو کر
 کا قنقار ہیں نہ لانے کے آثارِ مشاق تجھے سب نیشِ زنی کرتے ہیں بکھو ہو کر

— ۱۴۰ —

ڈھلا ہے جتنی لیکن رنگِ خسارِ جان پر ابھی باقی ہے کچھ دھوپِ لیوا رنگتاس پر
 قفس سے چھٹ کے ٹبل کا تو جانا صدف میں کیا نہ سپو سچا رنگِ رخ بھی اڑ کے دیوارِ گلتاس پر
 اسیروں نے چٹکر کر جانِ دیدی شوقِ کشتیں قفسِ ٹوٹے ہوئے رکھیں ہیں لیوا رنگتاس پر

خزاں میں بھی دسی رہتا ہمارا باغ کا عالم
خزاں غم میں سرگراں ہے میں ایسے غمزدار
رہتا معلوم اسے عباد مدت تو ابیری کی
ہزاروں خون کے دھبے ہیں دیوارِ کھٹاں پر
گنگوں کا رنگ پھر جانا جو دیوارِ کھٹاں پر
جاری نیکہ کا دن کچھ سے دیوارِ کھٹاں پر

— ۱۶ —

یادِ خواری ترک کی تھوڑا بیانِ نعتِ رز
پی کے بے نشے میں تو کچھ ہلکتا دیکھنا
تو بہت شیشا اب پر رنگت ہے باہر سے نمود
ہے تقریب کا سبب تمہوں کی ابتورِ رنگی
اب بیوں گرنے کو کھٹاؤں آنکھوں دختِ رز
ہے عیاں پرے سے حسنِ لستانِ نعتِ رز
عالم ان کی بچو دی کا ہے وہاں دختِ رز
میکدہ میں آج ہم یہ مہمانِ دختِ رز
دید ہے ہم کو اسے شاقِ سانی نے جواب

— ۱۷ —

میں دل جلا ہوں بزمِ جہاں میں مثالِ شمع
میتا ہے کون غم نہیں پر دانوں کا اسے
سنہ دیکھتے ہی یاد کا ناموشس ہو گئی
پروانے جل کے آتشِ غیرت سے مر گئے
جھل جلا ہونے کی ریت کا باعثِ عشقِ رخت
مشا ق سوزِ غم نے کیا ہے جو آبِ آب
جہاں میں مثالِ شمع
اٹھ گئی کے آگے کچھ غلیظینِ تالِ شمع
نفل میں سچا آب جو دیکھا جمالِ شمع
دابتہ ایک رشتہ میں دل سے مثالِ شمع
آنسو بنا ہوا ہمتن ہوں مثالِ شمع

— ۱۸ —

چاندنیِ مستاب کی پھولی جگہ گہرِ چراغ
آج کس ناشائدا کا ارمانِ نکلا ایٹک
اس قدر میری شب دیکھو بہت ناگ ہے
وسل کی شب ہے کچھ یاد سے نور کا ہیرِ چراغ
یہ خوشی کا ہے کہ ہے جلتے ہیں کیوں گہرِ چراغ
کا پتہ ہے ڈر سے جس کو دیکھ کر تھر تھرِ چراغ

جو دنیا بخش جہاں میں خود رہیں ظلمت پند زیر پا اپنے بچھائے ہے سید چادر چراغ
دعظ میں انہی کیا ہے بادۂ انحر کا ذکر آج داغ نے جلایا ہے سبز مہر چراغ

— ۲۰ —

ہے بیت ناکہ کن سببیں دیوانہ عشق گوش گل باغ میں سنا نہیں فائدہ عشق
راحت الفت یہ ہے تلپتہ بھی کچھ انزوں جس کو کہتے ہیں جہنم وہ ہے جس میں شہ عشق
دل پر اس بات کے ہو کیونکر سرے روز کا اثر ہے زمیں سخت بہت خاک لگے دانہ عشق
دل جلاؤں تو ہو دھندل کو مری نشوونما آگ بر سے جو زمین پر تو ہو گے دانہ عشق
گر سے گوش گل تر باغ جہاں میں لیں کھان کھن بجائیں سناؤں جو رانہ عشق
سر رہری سے ستری لطیف کج نہ رہا مدین گذریں کدکج نہ ہے درانہ عشق
نخل الفت کے لیے نشوونما خشک ہو ہے ہی آب زمانے میں ہی دانہ عشق

— ۲۱ —

آہوں میں کو فنگن ہے دل داغدار عشق آندھی میں جل رہا ہے چراغ مزار عشق
سرکش ہمت ہے تو کسی کے اختیار عشق روکے ہوئے لجام کو اسے تمسوار عشق
پیری نے الفتوں کے نشان سبنا دیے اب ایک باغ دل ہے فقط یا دکار عشق
جو یائے جلوہ رخ روشن ہے دشت میں بجلی کوڑھو ٹھوٹھنا ہے تر سیرا عشق
کچھ میرے داغ بامی جنوں کا کچھ حباب ہاں کس طرف ہو نشی دفتر کجا عشق
مشاق سوز غم کا نہیں یاد کو یقیں کیونکر دکھائے نہ حال دل داغدار عشق

— ۲۲ —

دل ہو میرا کہ جگر لے جفا ایک نہ ایک طے کرے درخام جبر و نسا ایک نہ ایک
یکہ کر تم سے نکسا ظلم کیا کرتا ہے روزِ آرا لیتا ہے انداز جفا ایک نہ ایک

جگر و دل جو ہیں سالم تو ہیں کیوں سرخ آنسو
کسے ہنوخ دلی، دلوں میں مشت ستم
ہے گز گئی شمشیرِ ادا ایکٹ ایکٹ ایکٹ
لے ہی جائے گا آن آنکھوں کی حیا ایکٹ ایکٹ
غیر ہو اس میں کہ ہو جا سدن اے شائق
میری چوکھٹ پہ رہے نا صبرِ ایکٹ ایکٹ

— ❦ —

بد ہو کہ نیک عشق میں انجام کارِ دل
بے اختیار جب ہے تو کیا اختیارِ دل
بزمِ جہاں میں راؤ کھلا میرا محفلِ شمع
سرے لگی جو آگ تو نکلا بجارِ دل
سینے میں سوزِ غم سے جو بھڑکی ہوئی چراگ
ہر آرزوئے سوختہ ہے اک شہرِ دل
جاؤں نجاؤں محفلِ دلبر میں کیا کروں
وہ ناگوار طبع ہے یہ ناگوارِ دل
جاری ہیں آج دیدہ ترے جواںک بُرخ
کیا منہ سے غن اُکلتا ہے میرا فکاؤں
پہ رہنا ہے ساعلِ مقصود موجِ شوق
محتاج نا خدا نہیں کشتی سوارِ دل
شائق کس لیے غمِ عالم ہے پختہ دور
کافی ہے اس کی قید کو میرا حصارِ دل

— ❦ —

موت ہے ہے دارِ فتنہ گیسوئے سادل
کس طرح نہو قیدی زنجیرِ بلاؤں
جو کہتا ہے وہ گل وہی کہتا ہے مراد
حیران ہوں کیوں بگیا گنبد کی صداؤں
دارِ فتنہ ہوا میں تو کھلا حالِ محبت
سب سمجھے کہ آیا ہے جو قابو سے گیاؤں
وہ مست ہوں خود گم کہ جو بیٹھا کبھی نے
نیچانے کے ٹوٹے ہوئے شیشوں میں ملاؤں
پالی شبِ فرقت میں تر پینے سے نہ راحت
جب تک کہ اہو ہو کے نہ آنکھوں سے بہاؤں
انگڑا الی وہ لیکر سرے پہلو سے جواٹھے
سینے سے صدا آنے لگی ہائے مرادوں
گلزار میں پہل پہ کیا تیغِ خزاں نے
بے درج کیے لڑتے پھرتے ہیں عنادوں
بے در کو معنوق بناتے نہیں شائق
دیتے ہیں ابھی لے جو کوئی اہلِ دفاؤں

— ۲۵ —

دل کو ہفت بنائیں کہ اپنے جگر کو ہم
 آسازی مزاج صنعم سے اڑے ہیں پوش
 رہیں کہاں پہ یار کے تیر قطر کو ہم
 آئیں جو اس بھر کے تو بھیجیں خبر کو ہم
 دل جس طرف کو ہو گا نہ ہوں گے ادھر کو ہم
 تلوار کھینچیں آپ تھکائے ہیں سر کو ہم
 ایسا بھی کوئی تلخ فرماں نہ ہوئے گا
 روضہ پہ شاہ دیں گے لکھی ہی جائیں گے
 مشاق کیوں تلاش کریں ہنفر کو ہم

— ۲۶ —

مرد نہ کہتے ہیں گویا رکو پائیں ہم تم
 آئینہ خانہ اگر ایک بنائیں ہم تم
 دروں رخساروں کی ہے آئیں پائیں ہم تم
 جس طرف دیکھیں بھڑے جاں نظر آئیں ہم تم
 شمع کو برم میں اس طرح جلوئیں ہم تم
 بیلو! نالہ پُر درد کریں آج ہم
 سبزہ خواہید دے گلشن میں جگائیں ہم تم

— ۲۷ —

آئنا بہ عشق جلوہ دنداں ابھی سے ہیں
 کیا فصل گل میں پنجہ دشت کا خوف ہے
 آٹے ہوئے جو تار گریباں ابھی سے ہیں
 کیوں نغمہ ساز تار رگ جاں ابھی سے ہیں
 ہر لبہ ہے ہنوز مرا غنچہ امید
 باندھے ہے کسی میں کمر قتل عام پر
 یہ قصد داہ داہ مری جاں ابھی سے ہیں
 لیکن سزائے دار کے شایاں ابھی سے ہیں
 شاق ہم نے کلمہ حق گو کہ نہیں

— ۲۸ —

محو خرام کب وہ مرا نازیں نہیں
 کس روز آسماں پہ دماغ زمیں نہیں

بکھر نہ اے نکلیں گے اک دردِ اشکِ گرم سوزش ہی ہے دل کی تو پھر آستین نہیں
 جانے سے یہ کربِ مری دلِ بنگی عیاں میری قبایں دہن آستین نہیں
 اپنی کو دیکھتے ہی نہیں عا جانِ کبسر شاید اس آسمان کے نیچے زیرِ نہیں
 باز رہا ہے چشمِ ترانے عیشِ آنسوؤں کا مار دشت میں چاک ابھی تو مری آستین نہیں
 خوش قسمتوں کو دردِ فلک کا نہیں خیال کیا اُن کو غنیمتِ بحر جو کشتیِ نہیں نہیں

— ❦ —

برغِ عالم میں جو بے رنگ بیاں رکھتے ہیں صورتِ برگِ نرانی وہ زباں کہتے ہیں
 سرِ بلندِ نہیں ہوتی کبھی ظالم کے لیے طاقت اُٹانے کی کہاں اُن کا کہتے ہیں
 غنچے گلِ ہمنام پہ بھی کہتے نہیں ملِ ناہیدہ منہ کے گلے پہ بھی یہ بند زباں کہتے ہیں
 اہلِ دوائ کو نہیں قولِ کارِ بتا ہے خیال بہ تلوں سے زباں زیرِ زباں کہتے ہیں
 کون ملتی ہوئی نجات کے باتوں پس مرگ دیکھئے مجھ کو سبِ حجاب کہاں کہتے ہیں
 کیوں لگتا ہے ضعیفی میں فلکِ سرِ مالِ ہم تو اتنی بونی چلے سے کہاں کہتے ہیں
 طبعِ کم ظرف میں جودت نہیں ہوتی مشتاق چاہ کب بحرِ صفتِ آبِ ان کہتے ہیں

— ❦ —

دردِ داغِ سینہ سوزاں عیاں تو مانتیں ہم تشِ گل سے کبھی پیرِ ادھوانِ تو مانتیں
 سے بڑی تیز کاں سے ہر یکدش جہاں طائرِ رنگِ چمن کا آشیانِ تو مانتیں
 رہتے ہیں گلہائے داغِ دلِ تڑپا رہِ دم یہ چمن صورتِ کُشِ نعلِ خزانِ تو مانتیں
 سرکنوں سے جھاک کے لانے کی یہی کیا امید تیرِ غم کا اگر کبھی شکلِ کمالِ تو مانتیں

راکنِ شہرِ خوشاں کیوں نہ ہو راحتِ نصیب

تبر میں کچھ خوفِ جورِ آساں ہوتا ہے

— ۳۱ —

آنکھوں کو ہے یہ حسرت دیدار رات دن وہاں میں مثال روزن دیدار رات دن
ہے فصل گل جنوں میں ترقی ہے آج کل سوئے کا گرم رہتا ہے بازار رات دن
ہر دم ہے دعیان آئینہ لئے یا کا حیرت سے ہم ہیں نقش بدیوار رات دن
موسیقی بھی جس کے جلوے سے بیہوش ہو گئے ابلے ہے اس کا طالب دیدار رات دن
تشتاق کس منے سے کیوں اپنے صبح و شام پیلوں ہو جو یار و دستا دار رات دن

— ۳۲ —

یہ حال لاغری پوچھا ہے اپنا بھر دسریں نہیں ہے فرق جسم زاریں اور تار بستر میں
ہماری سرد آہیں کرتی ہیں الما اثر پیدا شہر کرتے ہیں منہ سے آگ لگ لگتی ہے بستر میں
عبث دیتے ہیں لوگ ان سے مثال نامطہر ہے اسی کو ن تلخ زعفران سر و عنبر میں
ہے جب تک سر بدن پر مجھ کو سودا ہے خج ہولے عاشقی بھر دے مسلمانے مرے سر میں
بئے بھی شعر کیے ہیں غزل میں اور لکھے بھی حذف بھی ہوتے ہیں مشاق موقی بھی بخندیں

— ۳۳ —

کہنہ ذات پاک ذائق کوئی پاسکنا نہیں طائر اور اک بھی داں ٹوٹ کے جاسکتا نہیں
عمر رفتہ کا بلتہ آنا بہت ڈھوا ہے جو نفس سینے سے نکلا پھر وہ آسکتا نہیں
دنگ رخ اس کا پسینے سے بھلا کیونکر مٹے آہ شہم آتش گل کو بجھا سکتا نہیں
سوزش دل میں نہیں ہوتی ہے دہنے سے کی یہ آتش ہے جسے پانی بجھا سکتا نہیں
بزم سے اپنی نکالے گادو کیا چھزار کو نقش پا کو خاک سے کوئی مٹا سکتا نہیں
دعیان آہ ہے کچھ آغاز میں انجام کا مہم ہونے کے دڑ سے گھر بنا سکتا نہیں
حاصل کچھ زباں مشاق سے سر پر ہو گیا زاغ رنگ بلبیل خوشگوار سکتا نہیں

— ۳۴ —

جو ہو بے فکر کب آنسو غم اس دل میں رہتے ہیں کہیں بھی نقشِ پائے رنگاں منزل پہنچتے ہیں
 جدا ہوتے نہیں ہم قتل ہو کر بھی تم گھر سے لو کی چھینٹ بیکر دہنِ قاتل میں بستے ہیں
 زمین و آسمان بدلے ہیں جس کے بامِ دور کیسے عدمِ دِلے اتنی کوئی منزل میں پہنچتے ہیں
 ہمیں قسمت کی گردش ہے گردشِ بزمِ ناز میں مثالِ جامِ مے ہم دورہِ محفل میں پہنچتے ہیں
 ہوا عشقِ تباہ حاصل ہمیں یادِ اکتی میں خدا کا گھر کچھ کر وہ ہمارے دل میں پہنچتے ہیں
 اثر دکھلا رہا ہے خونِ مقتولانِ بیکس کا یہ ڈورے نشے کے کب یہ قاتل میں پہنچتے ہیں

— ۳۵ —

نہیں قطرے پینے کے تھے چاہِ زرخداں میں گھر پیدا ہوئے ہیں چشمِ مہرِ درخشاں میں
 عجب کیا اگر حسینوں کی صفحے میرے دے آں کیا ہر دہنِ رسفِ کھدانے ذکرِ قرآن میں
 جھکا ہوں ضعفِ پیری سے جو میں حشیِ بیاباں میں قدم پڑتا ہے میرا کچھ چاکِ گریباں میں
 نہ چھوڑا زندگی بھر عشقِ اس گیسو نے مشکیں کا بسر کی غم میں نے کوچہِ زلفِ برشاں میں
 نہیں بے دہر گریاں دستِ مجھِ وحشی کی جا پر رو کرتے ہیں تارِ اشکِ چاکِ گریباں میں
 فنا کے بدائے مشتاقِ دہلی آرزو نکلتے بنے تربتِ جہانِ بختِ شاہِ خراں میں

— ۳۶ —

آشنائے حالتِ ناآشنا کہنے کو ہیں ہم دفائے یار سے طرزِ جفا کہنے کو ہیں
 بھیجنا منظور ہے اکِ سرِ دقامت کو پیامِ تہم کے چل گشت میں کچھ ہم نے بُلا کہنے کو ہیں
 منہ سے بولا چلتے ہیں صبحِ دم اس گل کے ہر پھول باسی حالِ ساری رات کا کہنے کو ہیں
 درست کس کے حینِ کہنے کی باتیں ہیں سب دشمنِ جاںِ اصل میں ہیں دلسرا کہنے کو ہیں
 دوڑے امید واصلِ اے حسرتِ دلِ جلد چل آج ہم اُس بت کے اپنا مہمان کہنے کو ہیں

بھر کی شب کے لٹے پیر پھر جاتی ہے موت ہم تو ادھالم اُسے تیری ادا کھنے کو ہیں
 پا کے محفل میں مجھے خود رفتہ ذوق کلام ہنس کے وہ کہتے ہیں کیسے آپ کیلکھنے کو ہیں

— ❦ ۳۶ ❦ —

بادِ خواری میں ہمیں عشقِ صنم بار نہیں نوح گئے گردن مینا میں ہے زنا نہیں
 ضعفِ یہ حالت دل کیوں نہ سناؤں دلِ کم ناتوانی سری نہرب اظہار نہیں
 ضعفِ فرقت میں مجھی کہیں کچھ مان سیر اب بری ہنس میں بھی طاقت رفتار نہیں
 رزدن در کی تے آنکھ جھپکتی نہیں کہیں کسی عاشق کا تو یہ دیدہ بیدار نہیں
 فیض پہونچا ہے جسے سن کے تجھے لے تے کب تے خوانِ سخن کا وہ نکلخوار نہیں

— ❦ ۳۸ ❦ —

کھرتے گئے عجب آگے بیخاؤں میں شکل ہے دیدہ مخمور کی بیماؤں میں
 جل کے وہ روتی ہے یہ مر کے بھی کرتے نہیں آ شمع سے بڑھ کے ہے غصہ کی پروانوں میں
 میکہ اندازوں بے وجہ نہیں ہے برباد کچھ نہ کچھ بھیک لائے ہوئے بیماؤں میں
 خوش بوں سب سے اگر فصلِ باران کی سال بھرنے سے خوشہ اگر کب داؤں میں
 ناتواں مست تو ساتی کوئی دوسے میں نہیں آج کیوں چلنے کی طاقت نہیں بیماؤں میں
 یادِ خالق کا گزریوں دلِ مخلوق میں ہے جیسے اک رشتہ ہے تسبیح کے سوداؤں میں
 جس قدر خرمنِ اسید میں حصہ ہے مرا برق پہلے ہی سے پوشیدہ خانِ داؤں میں
 گرمی بزمِ فداغ خوب نہیں لے ستوں آتش مے سے لگے آگ نہ بیخاؤں میں

— ❦ ۳۹ ❦ —

ترے ہاتھوں جہنم میں پڑا ہوں کبابِ آتشِ رنگِ حنا ہوں
 نگاہیں اس کی ہیں مجھ پر سر بزم میں تیروں کا نشانہ بن گیا ہوں

اٹھائے گا مجھے کس طرح وہ شوخ میں کوچے میں بزرگ نقش پا ہوں
 مددے سالکان راہ مقصود میں پیچھے قافلے کے رہ گیا ہوں
 مجھے کیا بند غم سے خون شاق غلام دلبر مشکل کشا ہوں

— ❦ —

عشق کی لذت سے جو دل لاشا ہوتا نہیں ناز بردارِ دل آرام دہا ہوتا نہیں
 بس دلیلوں عشق کیسوئے دہا ہوتا نہیں اس طرح کوئی بھی شاق بلا ہوتا نہیں
 گم کلیدِ عیش ہے کیا غمکدے میں دہر کے قفل کیوں ہم سے دل بستہ کا دہا ہوتا نہیں
 دل رالے جا اڑا کر کوئے زلف یار میں کام آتا تجھ سے اے بادبشا ہوتا نہیں
 جب جو ہے شاق کیا حاسد نہیں بچہ شاق آج کیوں اس کے دہن کا قفل اہوتا نہیں

— ❦ —

دورِ سرورِ حلقہٴ احباب میں نہیں اباب عیش عالمِ اباب میں نہیں
 جنبش میں ہو مکان تو کوئی کیا ٹھہر سکے ایک آرزو سے دل بیتاب میں نہیں
 جو دوست کا عدد ہے وہ اپنا بھی غیر ہے دشمن کا ہے جو دوستِ احباب میں نہیں
 راحت ہو دورِ چرخ سے مجھ نا تو اں کو کیا آرام جس کو حلقہٴ گرداب میں نہیں
 کیا مست شاد ہوں در میخانہٴ دیکھ کر سے ساقیا پیالہٴ محراب میں نہیں
 شاق! اہل کے کرتے ہیں کیوں مجھ سے دشمنی گر مکر و کیدِ طینتِ احباب میں نہیں

— ❦ —

گردش سے چشم باز کو چین ایدم نہیں آہودہ کن ہے جسے سونے ایدم نہیں
 کچھ سوزِ معرفت کا مری لکھ رہا ہے حال لوشع طور کی ہے زبانِ قلم نہیں
 مجھ سخت جان کا جذبہٴ دل ہو گیا عیاں اُد ترک تیری تیغ کے سینے میں دم نہیں

محبور کب علائق دنیا سے ہیں سخی بابت آستیں کھجی دست کرم نہیں
دل کیوں زوالِ الفت رخ سے ہے پڑا فانوس کو تشع کے بجھنے کا غم نہیں
مشاق شاعری میں ایک سرکاست نیست معلوم جس کو معنی لا د نغم نہیں

— ❦ —

مقیم خاک تہ چرخِ بیرہم بھی ہیں طلسم لوحِ جہاں میں اسیر ہم بھی ہیں
بھکاوے تیرا قد عالمِ ضیفی میں کماں کھنچ سے اب گئے شہِ گیر ہم بھی ہیں
یہ چشمِ تر سے اشارہ ہے آہ سوزاں کا کہ ٹوبے برقِ توابِ مطہر ہم بھی ہیں
مقابلہ ہے گدائی میں اہلِ دولت کا کہ با شاہ وہ ہے تو فقیر ہم بھی ہیں
چمک پہ اپنی عبثِ آئینے کو دعویٰ ہے صفائے قلب سے دشمنِ ضمیر ہم بھی ہیں

— ❦ —

ہوں میں ہر اک کے ذہنِ عالی میں صدر ہوں محفلِ خیالی میں
نذر میں بھی کروں دل پُر داغ پھول بھیجے ہیں اس نے دالی میں
رندِ مفلس کو آج اے ساتی رکھ نہ محرومِ بزمِ عالی میں
جامِ بلور میں نہ دے نئے ناب دُردے ساغرِ سفالی میں
ابتدا انتہا مری نہیں کچھ نہ مقدم میں ہوں نہ تالی میں
قدرِ ساقی ہو خاصہ مرا کیسا میں ہوں مشاقِ جنسِ عالی میں

— ❦ —

پس کے گہریدہِ جاناں میں بنائے نہیں میں ہر سرمہ ہوں بچا نکھوں میں تباہی نہیں
دل کی حسرت نہ کھل جائے کہیں یہ دہے تیرے ظالمِ مرے سینے پہ لگا تباہی نہیں
تو گھرِ خارِ محبت ہوں ہوں کیوں نہ خوش ناکرنا مجھے ظالم ابھی آتہی نہیں

ایسے بخود دئے اک جلوہ دیدار ایسے تم
 اور کس جیسے کچھ دیر رہوں محفل میں
 غش تو کجست تری بزم میں آہی نہیں
 دل بجا جاتا ہے وہ شمع بجھا آہی نہیں
 پہلے تو دل کی شب ل نے بگاڑا اس کو
 اب یہ نادان کوئی دلت بناتا ہی نہیں

— ۴۶ —

گل ہے کہ خاک رنگ نہیں جس میں کو نہیں
 کتاب ہے کون ضبط کی عاشق میں خو نہیں
 دل بے کہ رنگ جس میں کوئی آرزو نہیں
 سینے میں جل رہا ہے جگر اور بو نہیں
 اک آگ سی بھری ہے رگوں میں ابو نہیں
 محتاج آیتن کا دست سببو نہیں
 قبلہ نام بھی ابو کوئی قبلہ رو نہیں
 اے خار بوتال رگ گل میں ابو نہیں
 لے جذبہ تیرا بے دل میں ابو نہیں
 پھر کون ہے جو آنکھ کے پڑے تو نہیں
 عادت دیار میں نہیں یہ پھیں خو نہیں

— ۴۷ —

نہ ان کا دہر کبھی اس کی انجن میں نہیں
 غم ہمارے ہیں بلبلیں جو گریہ کناں
 نہاں شمع بھی بے برگ اس چمن میں نہیں
 سوائے عالم آب اور کچھ چمن میں نہیں
 جگمگہ رنوک بھی اس جامہ اکمن میں نہیں
 سفیدی کعبہ سیلاب تک کفن میں نہیں
 سیاہ بخت میں گریاں وہ ہوں کہ ہوندا
 جہاں میں قید تعلق سے ہیں بری آزاد

نئی طرح کی ہے تاثیر سوزِ الفت میں کہ تن کو پھٹکتا ہے اور دلخیز رہن میں نہیں
میں ہاتھ اٹھاؤں محبت کے کس طرح شائق کہ طاقت اتنی بھی مجھ اتواں کے تن میں نہیں

— ❦ ۴۸ ❦ —

جب ذکر ایک ہجر کی شب کا حال ہو کیونکہ بکھریاں قصہ ماضی و حال ہو
شعروں میں لکھ رہا ہوں صفت چشمِ یار کی کیونکہ نہ مجھ کو دشتِ عینِ اکمال ہو
پھر کر گھروں سے غیر کے آئے جو میرے گھر چلنا بھی اس حسین کا چوسکر کی چال ہو
ایسا میں گرم رہا ہوں بیابانِ عشق میں پہنوں اگر تو پاؤں کی زنجیر لال ہو
دشمن سے بات میں جو وہ کچھ بھونکنے لگا سمجھا میں یہ کہ ہو نہ ہو میرا خیال ہو

— ❦ ۴۹ ❦ —

حسرت نہ ہو ملاں نہ ہو بکسی نہ ہو جس کا شریک میں نہ ہوں اُس کا کوئی نہ ہو
جلتی نہیں جو ہو نہ مری شمع آرزو بجھتی نہیں جو وہ مے دل کی لگی نہ ہو
آنکھوں میں پڑے گھر کو ردلاتی ہے دمدم کوچے میں اُسکے خاک کہیں غیر کی نہ ہو
سمجھے ہیں جس کو عرش نہ ہو اس کے گھر کا نام کہتے ہیں جس کو خلد وہ اُس کی گلی نہ ہو
دریا میں ان حبابوں کو جیسا غور ہے ایسی ہوا بھی سر میں کسی کے بھری نہ ہو
کچھ کہہ رہا ہے غیر سب پریم یار سے میں دل میں ڈر رہا ہوں میری بدمی نہ ہو
تم مجھ کو قتل کر کے بلاؤ رقیب کو محفل میں دخلِ غیر مرے جیسے جی نہ ہو
تم دل لگا کے سُنے کا وعدہ کرو اگر وہ داستانِ سناں جو اب تک سنی نہ ہو
میں پیشوائی ملک الموت کو چلوں بھیجا ہوا یہ اس کا کوئی آرمی نہ ہو
موسىٰ نقاب اٹھائی تھی چہرے سے اُس نے لچ دیکھو آؤ کہ طور پہ کج بسلی گمراہی نہ ہو
کیوں آج ہل رہے ہیں یہ طبقے زمین کے کھردٹ ترے شہید نے تربت میں لی نہ ہو

مشاق ہوں فقیر: امی ہوں دہریس میں وہ خدا نہیں جو کسی نے سنی نہ ہو

— ۴۵۰ —

لے ضبط سوزشِ دل مضطربیاں نہ ہو روشن ہو آگ سینے میں لیکن دھواں ہو
اس سے بھی خوفِ ظلم ہے مجھ کو مثالِ پرچ
یہ دو دآد بڑھ کے کہیں آسمان ہو
لکھوں اگر میں سستیِ طالع کا اپنے حال
قرطاس پر لقیں ہے سیاہیِ رداں ہو
کل جس کو باغبان نے جلایا تھا بلغم میں
سیرِ ریاضِ دہر فنا کا پیام ہے
مجھ سوختہ نصیب کا وہ آشیانہ ہو
کھولے اگر نہ آنکھ تو غنچہ خزانہ ہو
دترے بھانہ خاک پہ گرا سخاں نہ ہو
اے ضعفِ رازداری دردِ جگر ہے شرط
یوں نکلتے آہ دل سے کہ واقفِ زبان ہو
مشاقِ شعراء میں گنجلکت ہو کہیں
روشن وہ شمع کیجئے جس میں دھواں ہو

— ۴۵۱ —

ضیو دشمن سے کب بٹتا ہے اربابِ تہل کو بکھا سکتا نہیں بارانِ شبنم آتشِ گل کو
چلکنا سن کے شنبے کا غش آقا ہے بلبل کو سمجھتی ہے یہ برقِ طویرِ قندہ گل کو
چمن میں نالہاے آتشیں سے آگ لگ جائے فروغ ایسا ہوا کب شعلہ آدادِ بلبل کو
گریباں چاک ہے گل کا مے چاکِ گریباں کے حالِ پریشاں سے پریشانی ہے سبل کو
کردنِ مشاق کیا حمد اس سخن آرائے قدرت کی عطا کی جس نے سون کو زبانِ بخشا ہن گل کو

— ۴۵۲ —

حب آجاتی ہے یاد اپنی گذشتہ دہتاں بھوکا غضب ہے تم پہ موجا ہے دشمن کا گل کو
گلستانِ جہاں میں پھر میں اس گل کی صنعت کیا جو دیتا باغبان دہرِ بلبل کی زباں بھوکا
نہاں اہلِ عالم پر ہے ذکرِ اپنی خموشی کا عطا کی ہے میری بے زبانی نے زباں بھوکا

غمِ فرقت بیاں کرتا ہوں جہاں تک کہ کہنے میں
سناٹی کیا رنے کی آج آنے داتاں مجھ کو
غمِ دُعا م سے ہوں مودِ آفت پیری میں
کیا ہے چرخ نے تیر حواش کی کہاں مجھ کو
وہ غمگینوں کے ہر ہر کام پر کرتا ہوں اک نالہ
نکیریں سمجھیں صدمے رنگ اہل کاواں مجھ کو
مجھے دشنام نہ دتا ہے وہ مشتاقِ غیور سے
کیا ہے دور سے میرے نصیب دشمنوں مجھ کو

— ۵۳ —

تنگ کنے تلے بہت عشق کا سودا مجھ کو
اے جنوں اب تو دکھا دسبت صحرا مجھ کو
بے زباں بن کے زباں خلق میں پیدا کی ہے
ہوں وہ خاموش کہ بکتے ہیں گویا مجھ کو
جوشِ گریہ سے ہے اک دم کا بھی جینا شکل
لوگ کہتے ہیں حبابِ لب دریا مجھ کو
یوں میرے قافلے مجھے کیا سہ شامی سے غرض
اپنے بسترِ پیغمبری میں ہے ٹھیکانہ مجھ کو
خاکِ اُڑائی ہے بیاں میں یہ کس دھننی نے
دہنِ دشتِ نظر آتا ہے میکا مجھ کو
دلوے عالمِ پیری میں جوانی کے کہاں
اب میں مردہ ہوں نہ سمجھے کوئی زنا مجھ کو
ذکرِ حق کرتا ہوں میں رنجِ دالم میں مشتاق
بسترِ غم ہے شبِ بحرِ مُستلا مجھ کو

— ۵۴ —

بزمِ دلدار میں لائی کششِ دل مجھ کو
اُس نے دکھلائی پریشان کی مغل مجھ کو
دلِ جلا نالہ خیالِ رخِ روشنِ شبِ ہجر
داغ دیتا ہے جہاں کہ مہِ کامل مجھ کو
چشمِ یعقوب کی ہنسی میں آئینہ مجھے
دلِ ایوب کا ہمدردِ ملا دل مجھ کو
سب کی آنکھوں میں کھٹکتا ہوں یہ لانا
باغ میں خار سمجھتے ہیں غنمِ دل مجھ کو
تیری الفت سے ہوں مجھ کو تیرے دیک
رخِ وگیو نے دکھایا حقِ باطل مجھ کو

نہ لاکھوں کے محبت میں کبھی ایک کو ایک

دل کو مشتاق میں دُعا نہ دے کیا اور دل مجھ کو

—: ۵۵:—

بس مردن یہ ہے جلاد سے الفت مے دل کو دہان زخم سے ہر دم دعا دیتا ہوں قاتل کو
 صفائی اہل نیا سے ہوئی ہے بعد رنجش کے کدورت نے جلادی ہے مے آئینہ دل کو
 قیامت تک با بار گمنام اس خون ناحق کا ہمارے قتل سے یہ پھل لانا شیر قاتل کو
 نہیں ہوتا ہے کچھ روشن دلوں کو خون دشمن کا ہولے تند سے کیا ڈر چراغ ماہ کال کو
 تراشاق کیسے عاشق زلف سلس ہے بس اب آزاد کرے اپنے پابند سلا کو

—: ۵۶:—

نہج کو بھی مل جائے جہت گرے چکر نہ ہو سر پہ ہے گردوں مجھے دوران سر کو کمر نہ ہو
 وقت تہ بھی والا، سوز دردوں کا ہوا اثر جہنم سے پیس بھی گرا لگو تو دامن تڑپ ہو
 امتحان عشق میں پورا نہ ہوں تو جان دل سہری اپنا کاٹ ڈالوں یہ مہم گر سہری ہو
 سیکڑوں سے ٹھرنے ہیں اپنے اک دل میں گر حیف کی جا ہے جاں دل میں بھی اپنا گھر نہ ہو
 قتل ہو جاؤں نہ میں اس جامہ زیبی سے ہی یہ گریاں تیرا میرے حلق کا خنجر نہ ہو
 بخت آزموں سے مجھے ہے بزم میں مشتاق دہر گردوں میرے حق میں گردش سالنہ ہو

—: ۵۷:—

قدم رکھتے ہیں تھک کر نہیں تھتا ہے دم بھر کو جہاں میں کس قدر بھرنے کی عادت ہے رکھ کر کو
 یہ ہے جی میں کہ میں عاشق ہوں ابرو سے خمیدہ نیام دل میں اذات لگے دوں تیسے خنجر کو
 پر آشوب اس تیرا میرا سماں ہے مینے نالوں سے اس لمبا لے اک گوشے میں جس کے شور و خروش کو
 دم گلگشت لےئے نہیں اس کا جو یاد آیا میں سمجھا شعلہ آتش جن میں ہر گل ترکہ کو
 خاک کے دھے کہ میں تر و خشک جاں خالی بھنور کو بحر میں مگردش ہے صحرا کے رکھ کر کو
 کھتا ہے جو شاق شہادت مجھ کو وہ ظالم کٹے پر میرے کہہ رکھ کر اٹھا لیتا ہے خنجر کو

جو چاہا تفرقہ صیاد نے پرواز نہیں میں کیا پرسے جبرازد کو بازو سے جدا پر کو
 گلی میں غیر کی دیکھا جو میں نے ان کو تو بولے ادھر بھولے سے بھٹکے چلے تھے ہم نے گھر کو
 رواں ہے اس طرح میری طبیعت غرضتوں اٹھا دیتا ہے جیسے ناخدا کشتی کے لنگر کو
 نہ ہو سرسبز کو کشت امید اپنے رونے سے ہے عہدہ آب پاشی کا بملے دیدہ ترک
 جہاں میں سخت دل دشمنی سے چرخ کی کیا ڈھڑکیں ضرر سیل حوادث سے نہیں زنجیر کے گھر کو

— ❦ —

دیکھ لو آنکھ پھر اگر جو ذرا تم مجھ کو یاد آ جائے سمندر کا تلاطم مجھ کو
 لے گئی کھینچ کے بیتابی دل تا دہریار ناخدا بن گیا دریائے تلاطم مجھ کو
 بزم تو کیا ہے زمانے ہی سے اٹھ جاؤں گا اپنے پہلو سے اٹھا دوں گے اگر تم مجھ کو
 ہوش کتنا ہے زیوں تو مجھے کھولتے ہیں عقل کہتی ہے نہ اس طرح سے گرم مجھ کو
 مر کے الفت میں بجا لاؤں گا میں سجدہ شکر اپنی ہی خاک پہ کرنا ہے تبسم مجھ کو

— ❦ —

نہ اٹھنے لے ابھی پہلو سے دل تڑپانے والے کو تو ہی لے درد بڑھ کر دک لے گھر جانے والے کو
 دل بیتاب میرا پھر کر وہ شوق کتنا ہے جگہ دو درگاہ میں پلوں میں گھبرا نے والے کو
 پس مردوں تو کچھ اریاں نکالے قلب دھکے خدا رکھے ہزاری قبر کے ٹھکرانے والے کو
 تھے ابد کا عاشق کیوں ڈنکے جو رشید عورتیں خطر کیا سایہ شمشیر میں سو جانے والے کو
 ہماری بزم میں کیا شیخ جی کا کام لے نہ دیا ذرا لینا عمامہ باندھ کر باں آنے والے کو
 گلا خنجر سے کاٹا تشنہ جام محبت کا دعا دیتا ہو پانی حلق میں پیکار نے والے کو
 اتنی حشر میں اس سوز غم سے تو سمجھ لینا بہنم میں جلتا نا چڑیاں سگایا نے والے کو
 وہ گیسو اکبر بڑھنے کو ہے مشاق کیا کچھ کوئی کب دک سکتا ہے عدم سے جانے والے کو

— ۶۰ —

باعث خلقت جہاں جہاں تھیں توہو
موجب بطحسبم دجائ جان جہاں تھیں توہو
حشر میں تم سے ہے امن ہو محض ملک جہاں
باعث عیش جادواں جان جہاں تھیں توہو
تم سے نجات خلق ہے تم سے جات خلق ہے
خلق خدا کے تن کی جاں جہاں تھیں توہو
روزی اوج خود شاں شمع نضائے لامکاں
جلوہ برزم آساں جہاں تھیں توہو
فیض سے در آساں لطف سے جان نیم جان
تم سے مرگ ناگمان جان جہاں تھیں توہو
آتش کباب پر ہے کیا خاک ہو اس میں یاہو
چاروں حدود چسکراں جان جہاں تھیں توہو
یہ دہرہ آسمان کس کے قدم کے ہیں نشاں
سے جہاں پہ صوفشاں جان جہاں تھیں توہو

— ۶۱ —

بقراردوں کی روش اس کو پسند آئی ہے
دل بیتاب کو بکلی کی تڑپ بھائی ہے
سن کے لئے پس دروازہ مرے وہ بولے
ہو نہ ہو یہ تو ہمارا کوئی سنبھلائی ہے
یاد آتا ہے ستر کے ہوں میں نادری مرگ
پیشوائی کو لبوں تک سے جان آئی ہے
آمد اس عیسیٰ دوراں کی ہے کہہ دے کوئی
ابھی تھمرے سربالیں جو اصل آئی ہے
برے گل بن کے محل جاؤں نفس سے کوئی
ہم صغیر! یہ سنا ہے کہ ہمارا آئی ہے
دل صد چاکے شانے نے صفائی کر لی
مائل خواب ہو ابلغیں یہ کہہ کے وہ گل
ہاتھ رکھ کر تو مے گیسو پر نسیم کھائی ہے
نام جبر کا ہے شب گور جہاں میں شہرہ
کہہ دو غنچوں سے نہ چٹکیں میں نیند آئی ہے
اے عزیز دہ ہمارے شب تنہائی ہے
تھک کے رگ جانے میں جب پاؤں تو سر پھرتا ہے
جس نے دل لے لئے ہوں سیکڑوں جان بازوں کے
جان لے لیتی ہے ساقی کی ادا دقت خار
یہ جنوں میں ہو س باد یہ پیمائی ہے
اے تو بہ کہیں وہ آنکھ بھی شرمائی ہے
دل جو لے جاتی ہے پہلو سے وہ انکوائی ہے

عرض مدعا

سنو تو! قصہ سب اک بات میں تمام بھی ہے
ہمارا کام بھی ہے اور تمہارا نام بھی ہے

دنیا عالم اسباب ہے۔ پرندوں دارِ مشین کے چلانے کے لئے تیل، پودے کی نشوونما کے لئے پانی، بچے کو ہونا رہ جانے کے لئے تربیت اور پرِ خلوص خادم کی ہمت افزائی کے لئے علمی قدرانی کی ضرورت ہوا کرتی ہے۔ زلزلے کے حالات کتنا ہی مجبور کروں لیکن قدرت کے بڑے ہوئے اصول تو نے نہیں جاسکتے۔ گرانی کتنے ہی پاؤں پھیلے لیکن تندرست کو غذا اور بیمار کو دوا کے بغیر چارہ نہیں ہو سکتا۔ بیش قیمت چیزیں اگر کم قیمت پر فروخت ہو رہی ہوں تو آج بھی ان کے خرید و بیع میں دوسروں کی بحث سے علیحدہ رہتے ہوئے اگر ہم صرف اپنے ہی حالات پر غور کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ ہماری بعض خصوصیتیں اس طرح انحطاط کی طرف مائل ہو چکی ہیں کہ ان کا سنبھالنا درجہ ذلّت و شوار سے دُشہ تر ہوتا جا رہا ہے اور کسی ایک شخص کے بس کی بات نہیں رہی ہے تاہم اتنا ضرور ہے کہ اگر سب مل کر یہ داند تعاون سے کام کریں تو پیدا شدہ جراثیم ہلاک ہو سکتے ہیں اور ایک ایسا علاج بیمار کی صحت کی بھرپور توقع ہو سکتی ہے۔

ایک ادنیٰ سے اشارہ میں ہم کو یاد آ جاتا ہے کہ کبھی ہمارے نقش قدم دوسروں کے لئے رہنمائی کا کام دیتے تھے، ہماری تہذیب نے دوسروں کو انسان بنا دیا، ہمارے تمدن نے غیروں کو دنیا میں موند کھانے کے قابل کر دیا، ہمارے علم نے قبیلوں کے لئے پوشیدہ خزانوں کی کھجیاں فراہم کر دیں، ہماری زبان نے ہم نشینوں کی شیریں دہن بنا دیا لیکن انہوں نے زلزلے کا انقلاب ہماری دوستی سے نہیں

محرم کرنا چاہتا ہے۔ ہمارے خزانوں پر اپنی مہریں لگانے پر آمادہ بنے۔ ایسی صورت میں کیا ہمارے بچے یہ سنا سکیں کہ ہم اپنا گھر تباہ ہو جانے دیا اپنی کمائی لٹ جانے دیں اور زبان بلائیں نہ ہاتھ پیر چلائیں۔ ہم تو یہ سمجھتے ہیں کہ ہماری زندگی کا ثبوت اسی میں ہے کہ ہم اپنی امتداد کو زندہ رکھیں، اپنے قدیمی ردیات کو مٹنے نہ دیں اپنے علم کو تباہی سے بچائیں اور اپنی زبان کو مابا نژدہ و سب سے محفوظ رکھیں۔

اس وقت جو سب سے بڑی دشواری ہمارے سامنے ہے وہ یہ ہے کہ یہ سب ضرورتیں ہم کو ایک ہی وقت میں درپیش ہو گئی ہیں اور ان سب کی طرف توجہ کرنا بھی واجب قرار پا رہا ہے یہ بھی ظاہر ہے کہ یہ دو چار آدمیوں کے کرنے کا کام بھی نہ تھا لہذا ایسی صورت میں بہترین اصول کاری تھا کہ جس کام کا اہل بودہ اس وجہ کو برداشت کر لے چنانچہ ہم دیکھ رہے ہیں کہ مختلف شعبوں میں اہلیت و صلاحیت رکھنے والے حضرات اپنے امکانی خدمات کے لئے کمر بستہ ہو گئے ہیں۔

ہم کو بھی اپنا فرض ادا کرنا تھا لیکن دنیاویات، اقتصادیات یا معاشرتی حالات کی اصلاح ہمارے حدود و دست اندازی سے باہر تھی۔ ہمارے لئے صرف یہی ایک راستہ باقی رہ گیا تھا کہ ہم اپنا سکہ بچرتے ہوئے نقش دھکارتیں تنگ بھرتے رہیں اور اس طرح اپنے حق خدشتے ادا ہوتے رہیں۔ ہم نے ایک مختصر انجمن کی تشکیل کی، اپنے بخیال اور ہمدرد پیدا کیے، اور زبان کے خزانوں کو لٹ اور بربادی سے بچانے کا بیڑا اٹھالیا۔

اصنافِ سخن میں مرثیہ ممتاز ترین صنف تھا لیکن کس پیرسی کے عالم میں پڑا تھا نصرت میرا پیشہ اور ان کے زمانہ ادب، کلامِ نظروں پر چڑھا ہوا تھا، مرزا و میر کی جگہ میں آیا۔ یہی مرثیہ سی مگر چھی، ہونی موجود تھیں میر عشق کے مثنویوں کی دو جلدیں اگر چہ نایاب تھیں مگر ان کا وجود تھا۔ لیکن ان چند حضرات کے علاوہ دہائیوں صاحبِ فن مرثیہ گوئیوں کا کلام نہ فوجِ اول کی طرح تعمر گناہی میں پڑا ہوا تھا۔ ہم نے ان خزانوں کو زمین کی تہ سے برآ کر دیکھا اور ایک عام

نمائش کے لئے کھلے ہوئے بازار میں سچ دیا۔ البتہ اتنا ضرور کیا کہ آرام و اطمینان سے مطالعہ و تلاظ کرنے والوں کے لئے برائے نام کٹ رکھ دیا لیکن ہم شکر گزار ہیں ان حضرات کے جنہوں نے ہمارا استغاثہ سنتے ہی لبتیکہ کے جواب دیا اور ہم کو اس قابل بنکے رکھا کہ ہم اس نمائش کو ناقص و ضرورت جادوی کہیں۔

ہم دیکھ رہے ہیں کہ اس گرانی کے بڑے ہوئے سیلاب کے سامنے پڑنے پڑانے پلینڈو بہت بامعنی ہیں وہ بھی ہلکے استقلال پر دل میں چاہے کچھ بھی ہو مگر زبان سے تعریف کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ اور حقیقت بھی یہی ہے کہ اس ناسازگار دور میں ہم جو خدمت زبان و ادب کی کر رہے ہیں وہ قدر دانی سے محروم رہنے کے قابل ہے بھی نہیں۔

ایک سو ساٹھ صفحے کی کتاب مصنف کے ہلاک کے ساتھ ڈیڑھ دو سو روپے قیمت میں پیش کرنا اس زمانے میں ذرا ہمت کا کام ہے۔ اور ہم وعدہ کرتے ہیں کہ اس ماہوار زیریں سلم کو باقی رکھنے کی انسانی کوشش کریں گے لیکن اس کے لئے لیکل و فی گز لاش ضرور ہے اور وہ کہ ہم اپنے خدات کو بہتیت بہر صورت میں پیش کرنے کی تدبیر کرتے ہیں اور ہمارے سر پرست ہم کو اپنی مشکلات کی اولینوں سے بچاتے رہیں تا کہ ہم کو کوئی اور خاطر جمعی کے ساتھ اپنے کام میں منہمک ہو سکیں جن حضرات کے ذمہ سالانہ مہر کی رقم واجب الادا ہے وہ ازراہ نوازش جلد سے جلد رمال فرمادیں جن حضرات کے ماہوار قیمت اجلے حوالہ ہے وہ اس کی طرف سے غفلت فرمائیں اور جن حضرات کے حسب قدرت سرپرستی کی توقع ہے وہ ہماری دستگیری میں تاخیر نہ فرمائیں و اگر یہ حاجی توبہ ہمارا ابوابِ ناص کی طرف سے بامحالہ برہوتی ہے تو ہم بھی انشاء اللہ غور گو سے دُخوش و گشاہ شعرا کے کلام کا ایسا بانگ نکا دیں گے جس کی سیر و دل والوں کے لیے بہ انتما فرحت بخش و شادانہ ہوگی اور آئندہ سلیس ان قدروں کے شکر میں تم رہا رہیں گے جن کی ہر پرستی کی بدولت ظلم و ادب کے نمایاں فیض و عدم سے وجود میں آکر اتنے دن باقی رہے کہ ان کے چہرہ فیض سے وہ بھی سیراب ہو سکے۔

محبوب حافظ اردو لکھنؤ کے ادبی خدمات پہلی خدمت

دور شاعری۔ صدر انجمن حضرت مہذب لکھنوی کی اپنی نوعیت میں سب سے پہلی کتاب جس میں اردو زبان کی خاص و عام غلطیاں مع تصحیح نادرانہ نگ میں پیش کر کے اس کے انتہائی دلچسپ بنانے کی کوشش کی گئی ہے شعر و سخن کے محاسن و مساوئ بھی دلکش پیرائے میں بیان کیے گئے ہیں۔ اس کتاب کے مطالعے کے بعد شعر میں غلطی اور آفرین و تحریر میں زبان کی غلطی کا ایک بڑی حد تک امکان نہیں رہتا۔

قیمت مجلد ۳۰۰ غیر مجلد ۲۰۰

دوسری خدمت

دو تعشق۔ اس کتاب میں اخذائے سخن جناب شیخ مرحوم کا مختصر دیوان چند غیر مطبوعہ غزلیات و قصائد اور ایک غیر مطبوعہ مرثیہ شوقی بر حال حضرت سید الشہداء علیہ السلام شامل ہیں۔ اس کے علاوہ اردو کا ایک نفیس مجموعہ کالاک اور ایک سوانح حیات بھی چھاپے گئے ہیں جناب سید علی غلام کے تقریباً ۴۴ بند بھی ہیں جن میں مصائب شعر و نظم میں قابل ذکر کتاب ہے

قیمت مجلد ۳۰۰ غیر مجلد ۲۰۰

معراج سخن

سلاک مسلک ادب و دبیر، مرثیہ گوئے بے نظیر جناب سید سرفراز حسین صاحب رضوی نجیب لکھنوی کا قابل دیدن دستِ حق بڑھائیں حمد و ثناء و مناقب و مصائب حضرت سید الشہداء علیہ السلام (معراجیات)

قیمت صرف ایک روپیہ (عمر)

غمِ فرقت بیاں کرتا ہوں جب تک کہ کہنے کی آواز نہ آئے
 غمِ دآلام سے ہوں موردِ آفاتِ پیری میں
 وہ غمگینوں کی ہر گھگھام پر کرتا ہوں اک نالہ
 مجھے دشتِ نامِ سنو آتا ہے وہ شاقِ غیروں کے
 کیا ہے درخت نے میرے نصیبِ دشمنوں کا
 کیا ہے چرخ نے تیرے حوادث کی کہاں

— ۵۳ —

تنگ گئے تلبے بہت عشق کا سودا مجھ کو
 بے زباں بن کے زباںِ خلق میں پیدا کی ہے
 جوشِ گریہ سے ہے اک دم کا بھی جینا مشکل
 ہوں یہ تلافی مجھے کیا سہ شامی سے غرض
 خاکِ اُڑائی ہے بیاں میں یہ کس دشتِ غنی نے
 دلوں کے عالمِ پیری میں جوانی کے کہاں
 ذکرِ حق کرتا ہوں میں رنجِ دالم میں شاق
 اسے جنوں اب تو دکھنا وسعتِ صحرا مجھ کو
 ہوں وہ خاموش کہ سب کہتے ہیں گویا مجھ کو
 لگ کہتے ہیں حجابِ لبِ دریا مجھ کو
 اپنے بسترِ پیغمبری میں ہے تنگ مجھ کو
 دامنِ دشتِ نظر آتا ہے میکلا مجھ کو
 اب میں مردہ ہوں نہ سمجھے کوئی زنا مجھ کو
 سترِ غم ہے شبِ بھر مُصَلّا مجھ کو

— ۵۴ —

بزمِ دلدار میں المانی کششِ دل مجھ کو
 دل جلاتا ہے خیالِ رخِ روشنِ شبِ بھر
 چشمِ یعقوب کی ہچم ہلی آنکھ مجھے
 سب کی آنکھوں میں کھلتا ہوں یہ لانا غزل
 تیری الفت سے ہوئی مجھ کو تیز بہ و نیک
 رخِ دیکھو نے دکھایا حق و باطل مجھ کو
 اُس نے دکھلائی پرستان کی غفلت مجھ کو
 داغ دیتا ہے جب کہ نہ کاسِ مجھ کو
 دل ایوب کا ہمدردِ دل مجھ کو
 بلخ میں خار سمجھتے ہیں عنادِ دل مجھ کو

نہ ملا کھو کے محبت میں کبھی ایک کو ایک

دل کو مشاق میں دُعا دے گا کیا اور دل مجھ کو

— ۵۵ —

پس مردن یہ ہے جلاوے الفت کے زل کو وہاں زخم سے ہر دم دعا دینا ہوں قاتل کو
صفائی اہل نیا سے ہوئی ہے بعدِ بخشش کے کہ درتے جلاوی ہے کسے آئینہ دل کو
قیامت تاکت ابابار گنہ اس خونِ ناحق کا ہمارے قتل سے یہ پھل لاشخیر قاتل کو
نہیں ہوتا ہے کچھ روشن دلوں کو خوفِ دشمن کا ہمارے قتل سے کیا ڈر چراغِ ماہِ کامل کو
تراشاق کہے عاشق زلفِ سلس ہے بس اب آزاد کرے اپنے پابندِ سلاک کو

— ۵۶ —

مجھ کو بھی اہلِ جاہِ حست کر لے چکونہ ہو سر پہ گروں بگے دورانِ سر کیونہ ہو
زینتِ تبت بھی دلا، سوزِ درد کا ہوا اثر چشم سے پھیس بھی گراں تو دردِ اہن تو ہو
امتحانِ عشق میں پورا نہ ہوں تو جانِ دل سرس اپنا کاٹ ڈالوں یہ ہم گر سر ہو
سیکڑوں کے گھر بنے ہیں اپنے اک دل میں گر حیف کی جا ہے جاؤں ل میں کئی پنا گھر ہو
نقل ہو جاؤں نہ میں اس جا سے زہی سے نہی یہ گریباں تیرا میرے حلق کا خنجر ہو
بختِ اژدوں سے مجھے ہے بزم میں مشاق دہر گروں میرے حق میں گردشِ ساغر ہو

— ۵۷ —

قدم رکھتے ہیں تھک کر نہیں تھما ہے دم بھر کو جہاں میں کس قدر بھرنے کی عادت ہے میرے سر کو
یہ ہے جی میں کہیں عاشق ہوں بڑے خمیدہ پر نیامِ دل بنا دو قاتلِ نگہِ دوسرے خنجر کو
پراشواں تیرا میرا محال ہے سبے ناؤں سے اناں لجاوے اک گوشے میں جس کے شورِ محشر کو
دمِ گلگشت لے آئیں اس کا جو یاد آ یا میں سمجھا شعلہ آتشِ چمن میں ہر گلِ زر کو
فلک کے فوہے کب ہیں تر و خشک جہاں خالی بھنور کو بحر میں گردش ہے صحرا میں کمر کو
کھتا ہے جو مشاق شہادتِ مجھ کو وہ ظالم گلے پر کمر کر کہہ کر اٹھا لیتا ہے خنجر کو

جو چاہا تفرقہ صیاد نے پروازِ لبس میں
گلی میں غم کی دیکھا جو میں نے ان کو بولے
رواں ہے اس طرح میری طبیعت بحرِ مضنون
نہ ہو سر سبز کو نکو کشت امید اپنے رونے سے
جہاں میں سخت اُن دشمنی سے چرخ کی کیا ڈ
کھیا پر سے جُڑنا زکوہ بازو سے جدا پر کو
ادھر جھڑے سے لٹکے پتے تھے ہم سے گھر کو
اٹھا دیتا ہے جیسے نا خدا کشتی کے نگر کو
ہے عمدہ آبِ پاشی کا ہلکے دیدہ ترکہ
ضررِ سیلِ حوادث کے نہیں ذخیر کے گھر کو

— ۵۸ —

دیکھ لو آنکھ پھر اگر جو ذرا تم مجھ کو
لے گئی کھینچ کے مینابی دل تا دریا
بزم تو کیا ہے زمانے ہی سے اٹھ جاؤں گا
ہوش کتا ہے نیوں تو مجھے کھو الفت میں
مر کے الفت میں بچاؤں گا میں سجدہِ غم کو
یاد آ جائے سمندرِ تلاطم مجھ کو
ناخدا بن گیا دریا کا تلاطم مجھ کو
اپنے پہلو سے اٹھا دو گے اگر تم مجھ کو
عقل کہتی ہے نہ اس طرح سے کر گم مجھ کو
اپنی ہی خاک پہ کرنا ہے تبسم مجھ کو

— ۵۹ —

نہ اٹھنے دے ابھی پہلو سے دل تڑپانے والے کو
دل بیتاب میرا پھیر کر وہ شوقِ کتا ہے
پس مردن تو کچھ اریاں نکالے قلبِ دہ کے
تسے ابرو کا عاشق کیوں ڈینے خورشیدِ حشر سے
ہماری بزم میں کیا شمعِ حبی کا کام لے نہ
گلا خنجر سے کاٹا نشہِ جامِ محبت کا
اکہی حشر میں اس سوزِ غم سے تو سمجھ لینا
وہ گیبہ تاکر بڑھنے کو بے مشاق کیا کچھ
تو ہی لے دردِ بڑھ کر رکے لکھ جانے والے کو
جگہ دو رکا نہ میں پہلو میں اس گھبرا نے والے کو
ندار کھے ہادی تبر کے ٹھکرانے والے کو
خطر کیا سایہ شمشیر میں سو جانے والے کو
ذرا لینا عمامہ باندھ کر باں آنے والے کو
دعا دیتا ہو پانی حلق میں پُرکائے والے کو
جہنم میں جلتا، پڑیاں سگائے والے کو
کوئی کب روک سکتا ہے عدم سے جانے والے کو

— ۴۰ —

باعث خلقت جہاں جاں جہاں تمھیں تو ہو
موجبِ بطحسبم و جاں جان جہاں تمھیں تو ہو
حشر میں تم سے ہے امان ہو تمھیں ملکِ جہاں
باعثِ عیشِ جاوداں جان جہاں تمھیں تو ہو
تم سے نجاتِ خلق ہے تم سے جاتِ خلق ہے
خلقِ خلد کے تن کی جاں جاں جہاں تمھیں تو ہو
ردقِ اوجِ عودشاں شمعِ فضا کے لامکاں
جلوہِ برسم آساں جان جہاں تمھیں تو ہو
فیضِ ابر آساں، لطف کے جانِ نیم جان
تھر سے مرگ ناگماں جاں جہاں تمھیں تو ہو
آتشِ کباب پر ہے کیا خاک ہو اس میں یا ہوا
چاروں حدوں پر حکمراں جان جہاں تمھیں تو ہو
یہ وہہ و آساں کس کے قدم کے ہیں نشاں
لے جہاں پہ فوفاں جان جہاں تمھیں تو ہو

— ۴۱ —

بیقراروں کی رشتوں میں کو پسند آئی ہے
دلِ بیتاب کو بکلی کی تڑپ بھائی ہے
سُن کے لئے پس دربارِ مرے وہ بولے
ہو نہ ہو یہ تو ہمارا کوئی سنجیدہ خی ہے
یاد آتا ہے سرت کے ہوں میں شادی مرگ
پیشوائی کو لبوں تک مے جان آئی ہے
آدم اس عیسیٰ ددراں کی ہے کہہ دے کوئی
ابھی ٹھہرے سرِ بالیں جو اجل آئی ہے
برے گل بن کے محلِ جاؤں نفس سے کو نکو
ہم صغیر! یہ سنا ہے کہ بہار آئی ہے
دلِ صد چاک کے شانے نے صفائی کر لی
اُل خواب ہو ابلاغ میں یہ کہہ کے وہ گل
ہاتھ رکھ کر تو مے گیسو پہ قسم کھائی ہے
نامِ حبر کا ہے شبِ نور جہاں میں مشہور
اے عزیزوں وہ ہماری شبِ تنہائی ہے
تھک کے رک جاتے ہیں جب پاؤں تو سر پھرتا ہے
یہ جنوں میں ہو س باد یہ پیمائی ہے
جس نے دل لے لئے ہوں سیکڑوں جانبازدہ کے
اے تو بہ کہیں وہ آنکھ بھی شرمائی ہے
جان لے لیتی ہے ساقی کی ادا دقتِ خمار
دل جو لے جاتی ہے پہلو سے وہ انگوٹھی ہے

عرض مدعا

سنو تو! قصہ سب اک بات میں تمام بھی ہے

ہمارا کام بھی ہے اور تمہارا تمام بھی ہے

دنیا عالم اسباب ہے۔ پرندوں دارمشین کے چلانے کے لئے تیل پودے کی نشوونما کرنے پانی، بچے کو ہونا رہبانے کے لئے تربیت اور پر خلوص خادم کی ہمت افزائی کے لئے عملی قدوائی کی ضرورت ہوا کرتی ہے۔ زلنے کے حالات کتنا ہی مجبور کردیں لیکن تندے کے بنائے ہوئے اصول توڑے نہیں جاسکتے۔ گرائی کتے ہی پاؤں پھیلانے لیکن تندرست کو غذا اور بیمار کو دوا کے بغیر چارہ نہیں ہو سکتا۔ بیش قیمت چیزیں اگر کم قیمت پر فروخت ہو رہی ہوں تو آج بھی ان کے خرید و محکم نہیں دو سڑوں کی بحث سے علیحدہ ہوتے ہوئے اگر ہم صرت اپنے ہی حالات پر غور کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ ہماری بعض خصوصیتیں اس طرح انحطاط کی طرف اُل ہو چکی ہیں کہ ان کا سنبھالنا روز بروز دشوار سے دشوار تر ہوتا جا رہا ہے اور کسی ایک شخص کے بس کی بات نہیں رہی ہے تاہم اتنا ضرور ہے کہ اگر سب مل کر ہمدردانہ تعاون سے کام کریں تو پیدا شدہ جراثیم ہلاک ہو سکتے ہیں اور ایک مایوس علاج بیمار کی صحت کی بھرپور توقع ہو سکتی ہے۔

ایک ادنیٰ سے اشارہ میں ہم کو یاد آ جاتا ہے کہ کبھی ہمارے نقش قدم دوسروں کے لئے رہنمائی کا کام دیتے تھے، ہماری تمدنی بے دوسروں کو انسان بنادیا، ہمارے تمدن نے غیروں کو دنیا میں موندھانے کے قابل کر دیا، ہمارے علم نے قبیوں کے لئے پوشیدہ خزانوں کی کھجیاں فراہم کر دیں ہماری زبان نے ہم نشینوں کی شیریں دمن بنادیا لیکن افسوس زمانے کا انقلاب ہماری دولت سے ہمیں کچھ

محرم کرنا چاہتے تھے۔ ہمارے خزانوں پر اپنی مہریں لگانے پر آمادہ نہ تھے۔ ایسی صورت میں کیا ہمارے لیے یہ مناسب ہے کہ ہم اپنا گھر تباہ ہو جانے والے اپنی کمائی لٹ جائے میں اور زبان بلائیں نہ ہاتھ پیر چلائیں۔ ہم تو یہ سمجھتے ہیں کہ ہماری زندگی کا ثبوت اسی میں ہے کہ ہم اپنی تہذیب کو زندہ رکھیں، اپنے قدیمی روایات کو نئے نئے زمین اپنے حکم کو تباہی سے بچائیں اور اپنی زبان کو نابالغ و بے پروا سے محفوظ رکھیں۔

اس وقت جو سب سے بڑی دشواری ہمارے سامنے ہے وہ یہ ہے کہ یہ سب ضرورتیں ہم کو ایک ہی وقت میں درمیش ہو گئی ہیں اور ان سب کی طرف توجہ کرنا بھی وہی قریباً ناممکن ہے یہ بھی ظاہر ہے کہ یہ دو چار آدمیوں کے کرنے کا کام بھی نہ تھا لہذا ایسی صورت میں بہترین اصول کا یہی تھا کہ جس کام کا بل ہو وہ اس وجہ کو برداشت کر لے چنانچہ ہم دیکھ رہے ہیں کہ مختلف شعبوں میں اہلیت و صلاحیت رکھنے والے حضرات اپنے امکانی خدمات کے لیے کمر بستہ ہو گئے ہیں۔

ہم کو بھی اپنا فرض ادا کرنا تھا لیکن دنیاویات، اقتصادیات یا معاشرتی حالات کی اصلاح ہمارے حدود و دست اندازی سے باہر تھی۔ ہمارے لیے صرف یہی ایک راستہ باقی رہ گیا تھا کہ ہم ہمارے بگڑتے ہوئے نقش بھگائیں، رنگ بھرتے رہیں اور اس طرح اپنے حق خدائے کے ادا ہوتے رہیں۔ ہم نے ایک مختصر انجمن کی تشکیل کی، اپنے بخیال اور ہمدرد پیدا کیے، اور زبان کے خزانوں کی لوٹ اور بربادی سے بچانے کا بیڑا اٹھایا۔

اصنافِ سخن میں مرثیہ ممتاز ترین صنف تھا لیکن کس مرثیہ کی عالم میں پڑا تھا صرف میر انیس اور ان کے خاندان، مہتمم نظروں پر چڑھا ہوا تھا، مرزا وقیر ج کی جلدیں ایک ہی مرتبہ سی مگر چچی بونی موجود تھیں، میر عشق کے مرثیوں کی دو جلدیں اگر پتہ نہ لایا جھیں مگر ان کا وجود قائم تھا۔ لیکن ان چند مصنفات کے علاوہ بیسیوں صاحبین مرثیہ گوئیوں کا کلام بہ فوجِ انجمن کی طرح تھرگن نامی میں پڑا ہوا تھا۔ ہم نے ان خزانوں کو زمین کی آفت سے بچا دیا اور ایک عام

نمائش کے لئے کھلے ہوئے بازار میں سچ دیا۔ البتہ اتنا ضرور کیا کہ آرام و اطمینان سے مطالعہ ملاحظہ کرنے والوں کے لئے براۓ نام ٹکٹ رکھ دیا لیکن ہم شکر گزار ہیں ان حضرات کے جنہوں نے ہمارا استعانت سنتے ہی لبتک سے جواب دیا اور ہم کو اس قابل بناتے رکھا کہ ہم اس نمائش کو نادمہ خدورت جاری کر سکیں۔

ہم دیکھتے ہیں کہ اس گرانی کے بڑھتے ہوئے سیاست کے سامنے پڑنے پر انہیں پلٹ کر بہت باتے جالبہ میں وہ بھی ہلکے استقلال پر دل میں چاہتے کچھ غبی اور مگر زبان سے تعریف کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ اور حقیقت بھی یہی ہے کہ اس ناسازگار دور میں ہم جو دست زبان و ادب کی کریمے ہیں وہ قدر و اہمیت محروم رہنے کے قابل ہے بھی نہیں۔

ایک سو سال پہلے کی کتاب مصنف کے ہلاک کے ساتھ ڈیڑھ صدی پہلے یا دور پہلے قریب میں پیش کرنا اس زمانے میں ذرا اہمیت کا کام ہے۔ اور ہم وعدہ کرتے ہیں کہ اس ماہوار زیریں سلسلہ کو باقی رکھنے کی انتہائی کوشش کریں گے لیکن اس سے بے نیکل و فی گزارش ضرور ہے اور وہ کہ ہم اپنے خدمت کو بہتر سے بہتر صورت میں پیش کرنے کی تہذیب کرتے ہیں اور ہمارے سرپرست ہم کو اپنی مشکلات کی آہنیوں سے بچاتے ہیں انہم کو نئی اور غلطی کے ساتھ اپنے کام میں منہمک ہو سکیں جو جن جن کے ذمہ سالانہ نمبر کی رقم واجب ملے وہ انہما کو ازادش جلد سے جلد ارسال فرما دیں جن حضرات کے ماہوار قسط واجبہ وصول ہے وہ اس کی طرف سے فحلت فرمائیں اور جن حضرات کے حسب قدرت سرپرستی کی توقع ہے وہ ہماری ہمتی کی تین ماہیہ فرمائیں اور اگر یہ بھی تو بہ ہمارا کیو اب انصاف کی طرف سے ہمارا حال پر ہوتی ہے تو ہم بھی انشاء اللہ نفع دے و خوش گشتار شعرا کے کلام کا ارباب باغ لگا دیں گے جس کی سیر و دل والوں کے لئے بے انتہا فرحت بخش درجہ افراد ہوگی اور آئندہ سلیس ان قدر انوں کے شکریہ میں رہا ہیں لیکن کیمر پرستی کی بدولت فلم و ادب کے نمایاں خیمے محروم سے وجود میں آتے دن باقی رہے کہ ان کے سمجھنے فیض سے وہ بھی سیراب ہو سکے۔

نجمین حافظہ اُردو (کھنؤ) کے ادبی خدمات پہلی خدمت

دورِ شاعری - صدرِ انجمن حضرت نمذب کھنؤ کی اپنی نوعیت میں سب سے پہلی کتاب جس میں اُردو زبان کی خاص و عام غلطیاں مع تصحیح نا دلانہ رنگ میں پیش کر کے اس کو انتہائی دلچسپ بنانے کی کوشش کی گئی ہے شعر و سخن کے محاسن و معائب بھی دلکش پیرائے میں بیان کیے گئے ہیں۔ اس کتاب کے مطالعے کے بعد شعر میں فنی اور تقریر و تقریر میں زبان کی غلطی کا ایک بڑی حد تک امکان نہیں رہتا۔

قیمت مجلد ۷۵، غیر مجلد ۷۵

دوسری خدمت

دورِ عشق - اس کتاب میں ناخذائے سخن جناب تفتیق مرحوم کا مختصر دیوان، چند غیر مطبوعہ غزلیات و قصائد اور ایک غیر مطبوعہ مرثیہ شمس بر حان حضرت سید الشہداء علیہ السلام شامل ہیں۔ اس کے علاوہ اُردو کا ایک لنت مرحوم کا بلاک اور ایک سوانح حیات بھی چھاپے گئے ہیں جناب کے دہے ظلم کے تقریباً ۴۴ بند بھی ہیں۔ جن میں جناب شمس غزنوی ہیں۔ قابل دید کتاب ہے

قیمت مجلد ۷۵، غیر مجلد ۷۵

معراج سخن

ساکب مسلک ادب و دبیر، مرثیہ گوئے بے نظیر جناب سید سرفراز حسین صاحب رضوی نجیب کھنؤ کا قابل دیدت و شوق بزمین حمد و ثناء و منقبت و مصائب حضرت سید الشہداء علیہ السلام (مع سلام و رباعیات)

قیمت صرف ایک روپیہ (پچھرا)

انجمن محافظ اُردو کے ماہانہ سلسلہ اشاعت کی

===== پہلی کڑی =====

افکار تفتیشِ نردق ہند جناب تفتیش کے چھ غیر مطبوعہ مرثیوں کا مجموعہ جو
ادب دست حضرات کے مطالعہ سے برگزیدہ مہر مہنے کے قابل نہیں قیمت صرف پندرہ

===== دوسری کڑی =====

گلزار رشید حضرت رشید مرحوم کے چھ منتخب مرثیے جو اس سے قبل کبھی نہیں
چھپے تھے مرحوم کے ہلاک کے ساتھ نہایت محنت سے صحت کر کے چھاپے گئے ہیں
بر مرثیہ بے نظیر ہے۔ قیمت صرف ایک روپیہ آٹھ آنے وغیرہ

===== تیسری کڑی =====

وقار انیس حضرت نیر کے مطبوعہ و غیر مطبوعہ چھ مرثیے مع سلام در بیتی
مصنف کے ہلاک کے ساتھ شائع کیے گئے ہیں جو مرثیہ نگار سے قابل دید ہیں
قیمت صرف (عمر)

===== چوتھی کڑی =====

شعار دبیر۔ حضرت دبیر کے مطبوعہ و غیر مطبوعہ سات مرثیوں کی جلد جو دیکھنے
سے تعلق رکھتی ہے قیمت ایک روپیہ آٹھ آنے (عمر)

===== پانچویں کڑی =====

معیار کامل مولوی علی میاں کاتل کے سات غیر مطبوعہ مرثیوں کی جلد جو اپنی تطبیق
آپ ہی ہے اور صاحبان اشتیاق کے ایک طویل انتظار کے بعد شائع کی جا رہی ہے
ظور دلا خطہ فرمائے۔ قیمت صرف (عمر)

انجمن محافظ اُردو کی شاخ کردہ کتابیں کھنڈ میں راجہ منیر علی شاہ کے بھی مل سکتی ہیں
انجمن محافظ اُردو کی شاخ کردہ کتابیں کھنڈ میں راجہ منیر علی شاہ کے بھی مل سکتی ہیں

بہارِ مؤدب

ماہ جون ۱۹۵۷ء کی قسط اشاعت میں ہم حسبِ اعلان سابق حضرت مؤدب
بظلمہ کے مکمل غیر مطبوعہ سات مرثیوں کی جلد شائع کر رہے ہیں۔ حضرت مؤدب
کی ذات گرامی مرثیہ گو یاں لکھنؤ کے ذیل میں محتاجِ تعارف نہیں اور یہ عرض کرنا
خلافِ واقعہ ہوگا کہ ممدوح مذکور ہندوستان کے مرثیہ گو یوں میں آج اپنی نظیر
آپ ہی ہیں۔ ممدوح کے کئی سو مرثیوں میں سے یہ چند مرثیے انتخاب کر کے پیش
کئے جا رہے ہیں جو انشاء اللہ صاحبانِ ذوق کے لئے بے انتہا باعثِ مسرت و
دلچسپی ہوں گے۔ اپنے ارادہ خریداری سے مطلع فرمائیے۔ قیمت دو روپے

ادکارِ محن

ادکارِ محن لالی سلفیہ کی قسط اشاعت میں ہم کم سے کم سات یا آٹھ مستند
و مشہور صاحبانِ فن کے منتخب مرثیوں کا ایک مجموعہ شائع کر رہے ہیں۔ ہر شاعر کا منتخب
ایک ایک بہترین انتخاب کیا ہوا مرثیہ اس مجموعہ میں شامل ہوگا جو اسید ہے
کہ ہر خاص و عام کے ذائق کے موافق اور پسند کے مطابق ہوگا۔ منتخب شعراء
کا یہ کلام اپنے انتخاب کی ہر دلعزیز خصوصیت کی وجہ سے اپنی نظیر آپ ہی ہوگا
جس کی قدر مصنفین کے اساد گرامی کے شائع ہونے کے بعد ہوگی جو آئندہ جلد میں شائع ہوگا